

عمران سیریز جلد نمبر ۳

رات کا شہزادہ

8 - رات کا شہزادہ

9 - دھوئیں کی تحریر

10 - لڑکیوں کا جزیرہ

11 - پتھر کا خون

ابن صفائی

پیشہر س

(1)

عمران نے جھلا کر رسیور پٹھ دیا.... اسے اس فون سے نفرت ہو گئی تھی.... تین چار دن سے وہ بیکار بیٹھا کھیاں مار رہا تھا۔ اس پر کچھ تو ”بیکاری“ سوار تھی اور کچھ فون.... فون یوں سوار تھا کہ شہر کی ایک لڑکی نے اس سے فون پر محبت شروع کر دی تھی.... وقت بے وقت رنگ کر کے اسے خواہ خواہ بور کرتی تھی۔

عمران نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔ کیسی ہے۔ کہاں رہتی ہے... بس اس نے اس سے فون پر محبت شروع کر دی تھی۔

اس وقت تو عمران کو خاص طور پر غصہ آیا تھا۔ اس نے رنگ کر کے ”ہیلو!“ کہا۔ پھر جلدی سے بولی۔ ”اوہ ڈیڈی ادھر آ رہے ہیں!“ اور سلسلہ مقطع کر دیا۔ پہلے تو عمران کا دل چاہا کہ رسیور اپنے سر پر مار لے لیکن پھر اسے بک پر ہی پٹختے پر اتفاق کرنی پڑی۔

شاید آدھے ہی منٹ بعد گھنٹی پھر بجی.... عمران سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پھر وہی ہو گی۔ اس نے رسیور اٹھایا۔

”ہیلو!“ دوسرا طرف سے مترجمی آواز آئی۔

”ہا میں! پھر؟“ عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

”جی ہاں! میں سمجھی تھی شاید ڈیڈی اس طرف آئیں گے۔“

”خدا راحم ہے اپنے ڈیڈی ہی کا نام اور پتہ بتا دیجئے!“ عمران نے گھمکھا کر کہا۔

”ہرگز... نہیں! اور نہ آپ میری محبت کا خون کر دیں گے۔ میں آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں۔“

”ابے او... سلیمان!“ عمران حق پھاڑ کر چکا۔

اس بار خطوط کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ ہے۔ مشورے، تنقید اور تنقیص یکساں انداز کی باشیں۔ لہذا ان کے بارے میں کیا لکھوں۔ البتہ ایک صاحب نے کراچی سے مجھے لکھا رہا ہے کہ میں خواب غفلت میں پڑا ہوا ہوں۔ قوم کو سندھارنے کی کوشش بھی کروں۔ آپ کا فرمانا بجا کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے لیکن قوم اس قلم سے صرف کہانیوں کا نزول چاہتی ہے۔ اگر کبھی ایک آوہ جملہ کسی مثال کے طور پر بھی قلم سے رہب گیا تو قوم جھپٹ پڑتی ہے۔ ”آخر آپ کو سیاست میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔“ اور میں ہکا بکارہ جاتا ہوں کہ قوم کو کیا جواب دوں۔ کیونکہ جواب دینے کے سلسلے میں ایک سخنیم کتاب لکھنی پڑ جائے گی۔ پہلے تو قوم کو یہ بتانا پڑے گا کہ سیاست ہے کیا چیز، پھر عرض کرنا پڑے گا کہ میرے اس حیر جملے کو اس کسوٹی پر پڑ کھئے۔ اگر اس میں ذرہ برابر بھی سیاست پالی جاتی ہو تو جو لیڈر کی سزا وہ میری سزا..... اور پھر بھائی اگر ملک میں سیاست دانوں کی کی پالی آتی ہو تو تھوڑا بہت کشت بھی اٹھایا جائے۔ مجھے تو بس کہانیاں لکھنے دیجئے۔ میری لیڈری آپ بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر خواہ خواہ قوم کا وقت بر باد کرنے سے کیا فائدہ۔ قوم کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ دعا کروں۔ ”اے اللہ، اس قوم کو ایک آزاد اور منفرد قوم کی حیثیت سے ہمیشہ قائم رکھیو۔“ آخر میں ان صاحب نے پوچھا ہے کہ لیڈر کی صحیح تعریف کیا ہے؟ بڑا بے ذہب سوال کیا ہے آپ نے۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں البتہ اکابر اللہ آبادی نے اپنے زمانے کے لیڈر کی تعریف یوں کی ہے۔

یوسف کو نہ دیکھا کہ حسین بھی ہے جو ان بھی

شاید نے لیڈر تھے زیجا کے میاں بھی

ابن صفحہ

”جی!“ فون سے آواز آئی۔

”آپ سے نہیں۔“ عمران جھنجھلا کر بولا۔ ”میں اپنے نوکر کو پکار رہا تھا۔“

دوسری طرف سے ہٹنے کی آواز آئی۔ پھر کہا گیا۔ ”آپ اتنے بیدار کیوں ہیں؟“

عمران نے رسیور سلیمان کو تمہادیا۔ سلیمان سمجھا شاید کہیں سے اس کا فون آیا ہے۔

اس نے ماڈ تھے ہیں میں کہا۔ ”جی!“

پھر حیرت سے آنکھیں چھڑائے ہوئے کچھ دیر تک متارہ۔ اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار تھے۔ اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔

”جی صاحب! میں سلیمان بول رہا ہوں۔“

”پتہ نہیں دوسری طرف سے کیا کہا گیا تھا۔ بہر حال جب وہ رسیور رکھنے لگا تو اس کا ہاتھ بری طرح کا نپ رہا تھا۔

”کیوں بے۔۔۔ یہ کون تھی؟“ عمران نے گرج کر پوچھا۔

”صاحب! میں کیا جانوں؟“

”صاحب کے بچے تم نے ناخرم عورتوں سے عشق لڑا لڑا کر میر اون بخ کر دیا ہے۔“

”ارے۔۔۔ الاقسم صاحب۔۔۔ میں تو جانتا بھی نہیں!“

”پھر وہی بکواس ازوری اور جینیت سوری۔۔۔ ار۔۔۔ سوری اور زینہ چوری۔۔۔ کیا کہتے ہیں بے؟“

”چوری اور سینہ زوری!“ سلیمان جلدی سے بولا۔

”ہاں پھر۔۔۔ بول۔۔۔“

”میں نہیں جانتا صاحب کہ کون تھی۔“

”ہائیں تو کیا درجنوں ہیں؟“ عمران آنکھیں چھڑا کر بولا۔

”نہیں صاحب۔۔۔ قسم لے لیجھ۔“

”شوپنگ کو پڑھا ہے تو نے؟“

”نہیں صاحب۔۔۔!“

”نطش کو۔۔۔؟“

”کون سے نقشے کو؟“

”بالکل جاہل ہے۔۔۔ ابے نقشے نہیں نطشے۔۔۔ جر من فلاسفہ۔۔۔ نطشے۔۔۔“

”صاحب۔۔۔ آپ کچھ بھول گئے ہیں!“ سلیمان جلدی سے بولا۔

”کیا بھول گیا ہوں!“

”یہی کہ آپ آج مجھے دن بھر کی چھٹی دے دیں گے۔۔۔ کل آپ نے وعدہ کیا تھا۔“

”دفع ہو جاؤ۔۔۔ لیکن کان کھول کر سن لے۔۔۔ عشق و شوق کا چکر چھوڑ دے۔۔۔ ابھی

تیرے بال پچے بھی نہیں ہوئے ہیں۔۔۔ برباد ہو جاؤ گے۔۔۔ گٹ آؤٹ!“

سلیمان سر کھجاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

آج کل عمران فلیٹ میں تھا تھا۔۔۔ روشنی نے دوسرا فلیٹ لے لیا تھا۔۔۔ اور اب وہیں

رہتی تھی۔۔۔ عمران جیسے آدمی کو برداشت کر لینا ہر ایک کے بس کاروگ نہیں ہوتا۔

عمران نے اپنے گھر کی شکل مہینوں سے نہیں دیکھی تھی۔۔۔ رحمان صاحب کا حکم تھا کہ

اسے گھر میں گھنٹے ہی نہ دیا جائے۔۔۔ ویسے وہ ادھر سے گذرتا ضرور تھا۔ پھانک پر رک کر

چوکیدار کو غالب کے دو چار اشعار سناتا۔۔۔ کنفیو شس کے اتوال دہراتا اور خودی کا فلفہ

سمجھاتا ہوا گذر جاتا۔۔۔ البتہ اس کے خاص نوکر سلیمان نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔۔۔ رحمان

صاحب کی ملازمت ترک کر کے وہ بھی عمران کے پاس پہنچ گیا تھا۔

روشنی کے چلے جانے کے بعد عمران نے ”ادارہ، شادی و طلاق“ کا بورڈ ہٹو دیا تھا اور اب

اس کی جگہ ایک سادہ بورڈ نے لے لی تھی۔۔۔ جب وہ فلیٹ میں داخل ہونے لگتا تو اس پر چاک

سے لکھ دیتا۔

”علی عمران ایم ایم ایس سی، پی ایچ ڈی (اکسن)“

جب فلیٹ سے کہیں باہر جانے لگتا تو اسے مناکر لکھ دیتا۔

”سلیمان (اس نالائق کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے)۔“

پڑوسی دیکھتے اور ہستے۔۔۔ سلیمان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اسے مناکر لکھ دیتا۔

ملکہ سراج اسلامی کا پرمنڈنٹ کیپن فیاض اسی جیسی بیس میں پڑا ہوا تھا کہ عمران کا تعلق

ہوم ڈیپارٹمنٹ سے ہے بھی یا نہیں!۔۔۔

ویسے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران کے لئے کوئی خاص جگہ پیدا کی گئی ہو گی۔۔۔ اور اس

کی دافت میں ہوم سکرٹری ہر سلطان ایسے نہیں تھے کہ عمران جیسے خدماء آدمی کو مند لگاتے۔
بہر حال یہ کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ آج کل عمران کا ذریعہ معاش کیا ہے... اور خود
عمران؟... عمران کا خیال یہ تھا کہ ذریعہ معاش سرے سے کوئی چیزی نہیں ہے۔ اگر کوئی لڑکی
فون پر پیچھے پڑ جائے تو ذریعہ معاش کا پس ماندہ کسی یتیم خانے ہی کے ہاتھ لگ سکتا ہے... فون
کی گھنٹی پھر بجی۔

اور اس نے ریسیور اٹھا کر ہاٹ کاٹی۔ "میں عمران کا باپ رحمان بول رہا ہوں۔"
لیکن اب جو غور سے سنا تو وہ کسی لڑکی کی آواز نہیں تھی... بلکہ شاید کہیں سے غلط لکھش
ہو گیا تھا... دو آدمی گفتگو کر رہے تھے۔ اور عمران ایک ایک لفظ سن رہا تھا۔
ایک طرف سے بولنے والا یقیناً کسی تکلیف میں بٹلا تھا کیونکہ اس کے منہ سے بار بار کراہ
نکل جاتی تھی۔

"میں نے....! آواز آئی "بدقت تمہیں فون کیا ہے.... اوپر.... اوپر.... میرے
ہاتھ پر ایک کرسی میں جکڑے ہوئے ہیں۔"

"پھر تم نے نمبر کیسے ڈائل کئے؟" دوسری آواز آئی۔
پہلی آواز۔ "اوہ.... بمشکل تمام کری سیست کھکھاتا ہوا میز تک آیا... میز پر پڑی ہوئی
ایک پنسل دانتوں میں دبائی.... اور اسی سے نمبر ڈائل کئے.... ریسیور کو سر سے پہلے ہی میز پر
گرا لیا تھا اور اب وہ جس پوزیشن میں ہے اس سے مجھے تمہاری آواز صاف سنائی دے رہی
ہے.... اور میری گردن ٹوٹی جا رہی ہے.... میں نہیں جانتا کہ.... یہ عمارت کیا ہے...."
دوسری آواز "تم وہاں پہنچے کس طرح؟...."

پہلی آواز.... "میری گردن ٹوٹ رہی ہے.... یہ پھر بتاؤں گا... کچھ کرو.... کمرے کی
ساری کھڑکیاں اور دروازے بند ہیں.... ٹھہردا!"

دوسری آواز "لیکن جب یہی نہیں معلوم کہ عمارت کہاں ہے؟"
پہلی آواز "ارے سنو بھی تو ٹھہردا! میں تمہیں اس فون کا نمبر بتاتا ہوں۔"
آواز آئی بند ہو گئی۔ لیکن عمران ریسیور کاں سے لگائے رہا۔

کچھ دیر بعد آواز آئی.... "اس کا نمبر تھری ون ایٹ سکس نٹ ہے.... ڈائریکٹری میں

دیکھو کہ یہ نمبر کس کا ہے.... پتہ چل جائے گا لیکن اب یہاں فون مت کرنا.... کیونکہ میں
ریسیور کو کسی طرح بھی ہپ پر رکھ کر سلسلہ منقطع نہیں کر سکتا۔"
دوسری آواز "اچھا!... میں کوشش کرتا ہوں۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا... عمران نے جھپٹ کر ٹیلیفون ڈائریکٹری اٹھائی۔
نمبر کی تلاش آسان کام نہیں تھا.... پھر بھی وہ بڑی تیزی سے ورق گردانی کرتا رہا۔
اسی دوران میں فون کی گھنٹی پھر بجی... اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو! دوسری طرف سے آواز آئی... اور یہ اسی لڑکی کی آواز تھی۔
عمران بُر اسامنہ بن کر بولا "ہیلو! یتیم خان...! خبیر سادات!"

"اوہ.... معاوض کجھے گا!" دوسری طرف سے آواز آئی... اور یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔
عمران ریسیور کھ کر پھر ڈائریکٹری کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اور اس بارے وہ نمبر مل گیا
لیکن اس کی حیرت کی کوئی انہاد رہی جب اس نے دیکھا کہ وہ نمبر.... ہوم ڈیپارٹمنٹ کے
سیکرٹری سر سلطان کے بھی ٹیلیفون کا ہے۔

عمران بڑی تیزی سے اپنا سر سہلانے لگا... اتنے میں فون کی گھنٹی پھر بجی اور عمران سر
سہلانے سہلانے ہاتھ روک کر اپنے سر پر ٹھانچے مارنے لگا۔

اس بار اس نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ گھنٹی بھتی رہی اور وہ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل
کرتا رہا... آخر گھنٹی بھتی بند ہو گئی اور عمران میز پر سے فلٹ ہیٹ اٹھا کر باہر آیا۔

لیکن وہ اس وقت بھی سائنس بورڈ پر سے اپنا نام مٹانا نہیں بھولا۔ چونکہ سلیمان اندر موجود
نہیں تھا۔ اس نے اپنا نام مٹا کر اس کا نام لکھنے بجائے لکھ دیا۔ "اللہ کا فضل ہے۔"

پھر فلٹ کو مقفل کر کے وہ پیدل ہی اس طرف چل پڑا۔ جہاں اس نے ایک گیراج کرائے
پر لے زکھا تھا۔

گیراج سے اپنی ٹوٹیر نکالی اور سر سلطان کے بینکے کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۲)

آج سر سلطان کی طبیعت کچھ مضمحل سی تھی۔ اس لئے وہ آفس نہیں گئے تھے وہ اس وقت
برآمدے ہی میں ایک آرام کری پر نیم دراز اخبارات کے صفحات الٹ پلٹ رہے تھے۔ آج کی

”اس کی کنجی میرے پاس ہی ہے۔“ سر سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ میرے ایک عزیزی کی ملکیت ہے... اور کرائے کے لئے خالی ہے!“

”فون بھی ہے!... وہاں!“

”نہیں.... اب تو نہیں ہے! پہلے بھی تھا۔“

”اچھا تو میں بیٹھ کی پشت پر چلتا ہوں۔“ عمران امتحا ہوا بولا۔

سر سلطان اٹھ کر اندر چلے گئے.... عمران بیٹھ کی پشت پر آیا۔

دوسرے بیٹھے کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا.... عمران نے میلیوں کے تاروں پر نظر ڈالی۔

اور.... ہوتوں کو دائرے کی شکل دے کر سر ہلانے لگا۔ اتنے میں بیٹھ کی کنجی اس کے پاس پہنچ گئی۔ سر سلطان خود نہیں آئے تھے۔ کنجی ایک نوکر کے ہاتھ بھجوادی تھی۔

”صاحب سے کہہ دو خود تشریف لائیں۔“ عمران نے کہا۔

”میں کیسے کہوں صاحب؟“ تو کر بولا۔

”ٹھہرو!“ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی۔ اس پر کچھ لکھا اور کاغذ پھاڑ کر نوکر کے ہاتھ

میں دیتا ہوا بولا۔ ”نہیں کہہ سکتے تو یہ انبیاء دے دینا.... جلدی کرو۔“

نوکر چلا گیا۔.... عمران مضطربانہ انداز میں وہیں ٹھہرا رہا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار

تھے.... اور وہ بار بار اس تاری طرف دیکھنے لگتا تھا جو سر سلطان کے بیٹھے کے تار کے کھبے سے

”وہ سرے بیٹھے کی دیوار تک پھیلا ہوا تھا۔“

اسے تقریباً تین یا چار منٹ تک سر سلطان کا انتظار کرنا پڑا! سر سلطان آئے ضرور.... مگر

کچھ جھگٹلائے ہوئے سے معلوم ہو رہے تھے۔

”میں پھر کہتا ہوں کسی نے مذاق کیا ہو گا۔“ انہوں نے کہا۔

”مگر یہ ملاحظہ فرمائیے!“ عمران اوپر کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”اس سلسلے کا کیا مطلب ہو

سکتا ہے.... آپ کے واڑپول سے یہ لکھن کیا؟“

”اوہ.... ہو!“ سر سلطان کے ہونٹ حیرت سے کھل گئے۔ پھر وہ عمران کی طرف خالی

الذہنی کے سے انداز میں دیکھتے رہنے کے بعد بولے ”بڑی عجیب بات ہے!“

”بس اب آئیے....“ عمران دوسرے بیٹھے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

خبریں پڑھے پکے تھے۔ دو ایک چھوٹے موٹے مٹھا میں بھی دیکھ ڈالے تھے اور اب ایڈیٹر کے نام پڑھنے والوں کے خطوط سے گزر کر اشتہارات دیکھ رہے تھے کہ عمران کی ٹوٹیر کپاڈ میں داخل ہوئی۔ اور پھر جب انہوں نے عمران کو دیکھا تو ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آنے لگے۔

”تم یہاں کیسے؟“ انہوں نے پوچھا۔ عمران ابھی برآمدے میں بھی داخل نہیں ہو پایا تھا۔

”میں یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے پاس پڑوس میں کوئی بیٹھے تو خالی نہیں ہے؟“

”کیا؟“ سر سلطان اسے چند لمحے گھورتے رہے پھر بولے ”تم مجھ سے سنجیدگی سے گفتگو کیا

کرو۔ ورنہ دونوں کا انکھاڑا لوں گا۔“

”خدا کی قسم میں بالکل سنجیدہ ہوں جناب! اور میری یہ پیشان گوئی ہے کہ آپ مستقبل قریب میں کسی پریشانی میں بھلا ہونے والے ہیں۔“

”میں نہیں سمجھا.... میٹھ جاؤ....!“

”بیٹھنے کا وقت نہیں ہے جناب! ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔“

”عجیب آدمی ہو! کیا بک رہے ہو؟“

”آپ کا فون نمبر تحری و ن ایٹ سکس ناٹ ہے نا!“

”ہاں بھی ہے!.... لیکن....!“

”کوئی بیٹھ خالی ہے.... یقیناً ہو گا....!“

”جب تک پوری بات نہیں بتاؤ گے....!“ سر سلطان جملہ پورا کرنے کی بجائے اسے گھوڑنے لگا۔ انہیں عمران کے انداز گفتگو پر حیرت تھی۔ اس نے آج تک ان سے اس طرح بے تکلفی سے گفتگو نہیں کی تھی۔

عمران کم سے کم الفاظ میں میلیوں کا واقعہ دہرانے کی کوشش کرنے لگا۔

”مجھے حیرت ہے.... کہیں کسی نے کسی سے مذاق نہ کیا ہو....!“ سر سلطان نے کہا۔

”آپ کے دشمنوں کی کمی نہیں ہے.... اس کا اعتراف تو آپ کو ہو گا۔“

”ہاں... آں ٹھیک ہے.... لیکن ایک ہی نمبر کے دونوں.... یہ نامکن ہے.... ویے

میرے بیٹھے کی پشت ہی پر ایک بیٹھ خالی ہے۔“

”تو پھر جلدی کیجئے.... شاید ہمیں اس کا قفل توڑنا پڑے۔“

وہ دونوں چکر کاٹ کر بیٹلے کے برآمدے کے سامنے پہنچے اور جیسے ہی وہ آگے بڑھے... ایک بار پھر سلطان کی آنکھوں سے حیرت جھائنسے گی۔

"میں... یہاں تو قتل پڑا ہوا تھا!" وہ بڑا لے۔

عمران ان کی طرف دھیان دیئے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب سر سلطان کی رفتار بھی تیز ہو گئی تھی۔ عمران نے صدر دروازے پر رک کر اس کے بولٹ کو غور سے دیکھا اور جیسے زرمیں نکال کر اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔ پھر اسی ہاتھ سے دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ سر سلطان خاموش تھے۔

"ذرا ان نشانات کے خیال رکھیے گا۔" عمران نے گرد آلود فرش کی طرف اشارہ کر کے کہا جس پر کسی کے پیروں کے نشانات بہت واضح تھے۔

شاید یہ بیٹلے بہت دونوں سے خالی تھا۔ کیونکہ اس کی دیواریں بھی گرد آلود تھیں۔

عمران جیروں کے نشانات دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ ایک کمرے کے دروازے پر ختم ہو گئے۔ عمران رک گیا کیونکہ دروازہ بند تھا۔ اس نے مڑ کر سر سلطان کی طرف دیکھا جو اس پہلے ہی سے گھور رہے تھے۔

"کیا...؟ آپ میرے متعلق کوئی غلط بات سوچ رہے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"نہیں... لیکن... دروازہ کھولو!"

"آپ کی اجازت سے!" عمران نے آہستہ سے بڑا کر اسی ہاتھ سے دروازے کو دھکا د جس پر رومال پینٹا ہوا تھا۔

دروازہ کھل گیا اور سر سلطان عمران کو ایک طرف ہٹا کر مضطربانہ انداز میں اندر داخل ہو گئے۔ پھر دونوں ہی تجیر آمیز نظروں سے کمرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

میز کے قریب ایک کری المی پڑی تھی اور اس کے نیچے بہت ساتاڑہ خون تھا۔ رسی۔

نکلے ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔

"لیکن... لاش!...؟" سر سلطان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لاش!...؟" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "پتہ نہیں.... لیکن اس نے کسی کو آپ کے فوا

کا نمبر بتایا تھا... لہذا یہ آپ کے خلاف کسی قسم کی سازش ہی ہو سکتی ہے۔"

"میرے خلاف...؟"

"جی ہاں! بہتر ہی ہے کہ آپ پولیس کو فون پر مطلع کر دیں۔ میں میہن ہوں۔ آپ جائیے... لیکن یہاں کوئی میلیوں موجود نہیں ہے۔ شاید وہ جلدی میں دیوار والا نکشن الگ نہیں کر سکے... یہ چیز آپ کے حق میں بہتر ہوئی ہے۔"

"میا چکر ہے بھی! میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔" سر سلطان نے اکٹائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ فون کر دیجئے! کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

سر سلطان چند لمحے کچھ سوچتے رہے... پھر ہاں سے چلے گئے۔

عمران تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر میز کے قریب آکر اس پر جھک پڑا... معلوم نہیں وہ کیا دیکھ رہا تھا۔

اچانک وہ چوک پڑا۔ یقیناً وہ دوڑتے ہوئے قدموں ہی کی آواز تھی اور کوئی اسی طرف آ رہا تھا۔ عمران تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا۔

یہ سر سلطان تھا... دروازے کے قریب آکر وہ اچانک رک گئے اور اب ان کے انتشار زدہ چہرے پر خفت کے آثار بھی تھے جیسے انہیں احساس ہو کہ اس طرح دوڑنا ان کی سی شخصیت کے آدمی کو زیب نہیں دیتا۔

"واقعی... عمران! وہ ہانپتے ہوئے ہوئے۔ سازش۔"

"کیا ہوا؟"

"لاش! "

"کہاں؟"

"میرے پائیں باغ میں... چلو!" وہ پھر تیزی سے مڑ گئے۔

عمران ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ آج سے پہلے کبھی اسے سر سلطان کو اس حال میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ کسی زمانہ میں ان کا فوجی کیر یہ بھی رہ چکا تھا... اور اب بڑھاپے میں بھی وہ کماز کم اتنے کمزور دل تو نہیں ہو سکتے تھے کہ ایک لاش دیکھ کر اس طرح بد حواس ہو جاتے۔

عمران ان کے ساتھ دوڑتا ہوا پائیں باغ میں آیا اور یہاں اس نے گلاب کی جھاڑیوں میں

ایک لاش دیکھی چو نکلے وہ اونڈھی پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ چہرہ نہ دیکھ سکا۔ لیکن پشت میں گھے ہوئے خبرگردانہ تو بہر حال صاف نظر آ رہا تھا۔

عمران سر سلطان کی طرف مرا جو کسی معصوم بچے کی طرح کھڑے پلکیں جھپکارے تھے.... ان کے ساتھ ہوئے چہرے پر بڑائی کی کوئی علامت باقی نہیں رہ گئی تھی۔

”آپ نے فون نہیں کیا؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ اسکی نوبت ہی نہیں آئی!“ سر سلطان نے اپنے خنک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا ”لیکن؟“

عمران اس ”لیکن“ کے بعد والے جملے کا منتظر رہا۔ مگر سر سلطان نے اس سے آگے اور کچھ نہیں کہا۔

”آپ شائد کچھ کہنا چاہتے تھے۔“ ”عمران بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔“ سر سلطان دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر لان پر بیٹھ گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔

”میں نے آج سے قبل کبھی آپ کو اس حال میں نہیں دیکھا۔ آخر آپ پریشان کیوں ہیں؟ یہاں صرف لاش کی موجودگی یہ ثابت نہیں کر سکتی کہ آپ قتل کے مرتكب ہوئے ہیں۔“

”ہم ادھر ہی سے گزر کر وہاں گئے تھے۔“ سر سلطان نے کہا۔

”جبی ہاں!“

”لیکن یہ لاش اس وقت یہاں نہیں تھی۔“

”نہ رہی ہوگی۔“ عمران نے لاپرواں سے کہا ”میں دراصل آپ کی پریشانی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ.... مجھے فون کر دینا چاہئے۔“ سر سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

عمران انہیں بہت غور سے دیکھ رہا تھا وہ لڑکڑاتے ہوئے قدموں سے برآمدے کی طرف چلے گئے۔

(۳)

پولیس کی کارروائی ختم ہو جانے کے بعد عمران نے سر سلطان سے کہا ”آپ کچھ چھپا رہے ہیں!“

”کیا چھپا رہا ہوں؟“ سر سلطان دفعٹا چوک پڑے اور ان کے چہرے کی زردی بڑھ گئی۔

”مقتول آپ کے لئے گئام تھا؟“

”قطعی گئام تھا۔“

”پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مجرم کی اس حرکت کا کیا مقصد ہو سکتا ہے!.... ظاہر ہے کہ آپ پر شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔“

سر سلطان خاموش رہے اور عمران کہتا رہا۔ ”اگر آپ کے خلاف کسی قسم کی سازش ہے تو اسے دوسرا ٹھکل میں ہوتا چاہتے تھا۔ یعنی آپ اس صورت میں مقتول سے نہ صرف واقف ہوتے بلکہ دوسروں کو بھی اس کا علم ہوتا کہ آپ کے اور اس کے تعلقات ابھی نہیں تھے۔“

”ٹھیک ہے!“

”پھر آپ کی پریشانی فضول ہے:“

”میں کیا بتاؤں.... کہ...“ وہ پھر کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

اور عمران موضوع بدل کر پولا۔ ”اب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”تم.... میں خود نہیں بتا سکتا کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکو گے۔“

”ممکن ہے کچھ کر ہی سکوں۔ لیکن اسی صورت میں جب کہ آپ مجھے کسی معاملے میں بھی اندھیرے میں ندر کھیں۔“ عمران نے کہا۔

سر سلطان کچھ سوچنے لگ۔ پھر انہوں نے کہا۔ ”دیکھو عمران!.... میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ تم قاتل کو ڈھونڈھ نکالو۔“

”میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن اس صورت میں بھی آپ میرے کچھ سوالات کے جواب دینے پر مجبور ہوں گے.... میں اس بے تکلفی کی معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں!“ سر سلطان نے سکرانے کی کوشش کی۔ وہ آہستہ آہستہ خود پر قابو پا رہے تھے.... دیر ہوئی لاش دہاں سے اٹھ چکی تھی اور پولیس والے بھی جاپکے تھے۔

”اس دواران میں آپ کا کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں قطعی نہیں۔“

”کیا آپ کی ترقی کے سلسلے میں کسی دوسرے کی حق تباہی ہے؟“

”نہیں یہ بات بھی نہیں ہے۔“

رات کا شہزادہ

17

جلد نمبر 3

بڑی پھر تی سے اسے اٹھانے کے لئے بھیگے.... عمران کا ہاتھ مصافی کے لئے پھیلا ہی رہ گیا.... لیکن تصویر پر اس کی نظر پڑی گئی۔ حالانکہ سر سلطان نے اسے اٹھانے میں جلدی کی تھی۔ عمران کو ایسا محسوس ہوا ہیسے سر سلطان ذہنی فتوں میں بیٹلا ہوں.... یہ تصویر الو کی تھی.... کیمرہ فوٹو.... الو کی تصویر جسے شاید سر سلطان اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے عمران کی طرف چوروں کی طرح دیکھا اور جھپٹتے ہوئے انداز میں سکرا پڑے۔ اپنے معاملات.... آدمی خود ہی سمجھ سکتا ہے.... ”عمران آہستہ سے بڑھ لیا۔“ ایسے ہی دعاوات میری کھوپڑی الٹ دیتے ہیں۔ میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ پھر لوگوں کو مجھ سے شکایت ہوتی ہے۔

”کیا بات ہے؟“

”میں اس تصویر کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس کی پشت پر خون کا چھوٹا سا دھبہ موجود ہے اور شاید کچھ تحریر بھی ہے۔“ سر سلطان نے ایک لمبی سی سانس لی اور آرام کر کر میں گر گئے۔ ”باتا سکتا ہوں۔ لیکن تم مجھے پاگل سمجھو گے!“ انہوں نے تھوڑی دری بعد کہا۔ ”میں وعدہ کرتا ہوں کہ نہ سمجھوں گا۔“ عمران نے کسی ایسے نامجھ پچ کے سے انداز میں کہا جو ہر حال میں اپنی بات منوالینے پر تل گیا ہو۔

سر سلطان نے وہ تصویر اس کی طرف بڑھا دی۔... عمران ان کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔... تصویر کی پشت پر خون کا دھبہ بہت نمایاں تھا.... اور ابھی اس کی رنگت میں زیادہ تبدیلی نہیں واقع ہوئی تھی.... اور وہ تحریر.... معنی خیز بھی تھی.... اور مصلحکہ انگیز بھی.... صرف تین لفظ تھے.... ”رات.... کا.... شہزادہ۔“

”کسی ذینپچ کی شرارت“.... عمران سر سلطان کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”لیکن مجھے یہ تصویر اسی لاش پر رکھی ہوئی ملی تھی۔“ سر سلطان نے کہا۔

”آج وہ بچہ رات کو سوتے وقت ضرور ڈرے گا۔“ عمران سنجیدگی سے بولا۔... پھر الوؤں کی طرح دیدے نچا کر کہے گا۔ ”جناب والا!.... اگر یہ لاش پر ملی تھی.... تو آپ اسے اب تک چھپائے کیوں رہے.... میں حقیقتاً اب صرف یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ ”کیا تم بھی مجھ پر کسی قسم کا شہبہ کر سکتے ہو؟“ سر سلطان نے کہا۔

”پھر بتائیے قاتل کیسے کپڑا جاسکتا ہے۔“ عمران نے تشویش آمیز لمحے میں کہا۔ ”نہ آپ کسی کے دشمن نہ کوئی آپ کا دشمن، مقتول آپ کے لئے اجنبی۔ ایک ایسے مکان میں اسے قتل کیا گیا جس کے کنجی آپ ہی کے پاس تھی اور پھر اسے آپ کے پائیں باغ میں ڈال دیا گیا آپ خود سوچنے.... میں کسی الجھن میں پڑ سکتا ہوں!“

سر سلطان کچھ نہیں بولے۔ عمران بڑے غور سے ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور چھپا رہے ہیں۔

عمران نے کہا۔

”آپ کے ٹیلیفون کے تار کے کھبے سے لکھن لیا گیا تھا۔ اور فون.... اب آپ سوچئے کہ وہاں آخر ٹیلیفون کا ڈرامہ کھینے کی کیا ضرورت تھی!.... اگر آپ سوچیں تو اسی نیچے پر پچھیں گے کہ قاتل یہی چاہتا تھا.... کیا نام.... جی ہاں.... جی ہاں.... مطلب یہ کہ قاتل چاہتا تھا کہ مر نے سے پہلے مقتول کسی نہ کسی کو فون ضرور کر دے.... اس کے لئے اس نے آپ کا فون نمبر منتسب کیا آہا.... اچھا ب میں کچھ نہ پوچھوں گا.... ابھی میرے ہاتھ میں ایک کارڈ موجود ہے.... یعنی وہ آدمی جسے فون کیا گیا تھا.... میری ہی طرح غالباً اسے بھی ڈائرکٹری میں آپ کا نمبر دیکھ کر حیرت ہوئی ہو گی.... یا نہ ہوئی ہو.... خدا جانے....“

”لیکن تم اسے تلاش کیسے کرو گے... تمہیں کیا معلوم کہ مقتول نے کس نمبر پر رنگ کیا تھا۔“

”جی ہاں یہ تو نہیں معلوم مگر.... دیکھئے.... میں کوشش کروں گا۔“

اس کمرے میں عمران اور سر سلطان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ گھر کے دوسرے افراد کو اس حادثے کی کوئی فکر ہی نہ رہی ہو۔ اس کمرے سے ملعقة سارے کروں سے لوگوں کی آوازیں آرہی تھیں تقریباً سبھی پریشان رہے ہوں گے۔

لیکن وہ یہاں اس کمرے میں آنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے.... کیونکہ سر سلطان ان لوگوں میں سے تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے۔

”اچھا تو اب مجھے اجازت دیجئے!“ عمران نے سر سلطان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”اچھی بات ہے۔“ سر سلطان نے اٹھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”بھیسے ہی وہ اٹھے ان کے کپڑوں سے ایک چھوٹی سی تصویر نکل کر فرش پر گرد پڑی.... اور وہ

عمران کر سی کا، تھا کٹھنا تارہ۔ پچھے بولا نہیں۔ لیکن وہ اب بھی سر سلطان کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

”بس اب جاؤ!“ دفعتاً سر سلطان نے آتائے ہوئے لبجھ میں کہا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں یہ بات کہاں سے شروع کروں!“

”اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتا.... تو پھر مجھے ہی شروع کرنے کی اجازت دیجئے۔“ عمران نے کہا۔

”کیا؟“

”اس تصویر کے متعلق.... میں اپنی یادداشت پر زور دے سکتا ہوں۔“

”تو کیا تم اسکے بارے میں پچھے جانتے ہو؟“ یک بہیک سر سلطان سید ہے ہو کر بیٹھ گئے۔

”یقیناً....“

”کیا جانتے ہو....؟“

”یہی کہ دنیا کا ایک پراسرار ترین آدمی آپ کے پیچھے پڑ گیا ہے۔“

”کون؟.... تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو؟“

”دیکھئے.... اب میں جا رہا ہوں۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”اس کے متعلق پھر کبھی گفتگو کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اس آدمی تک پہنچ ہی جاؤ۔ جسے مقتول نے فون کیا تھا... میرا دعویٰ ہے کہ وہ آپ کے بنگلے کے آس پاس ہی منڈلا رہا ہو گا۔“

عمران کو توقع تھی کہ سر سلطان اسے ضرور روکیں گے لیکن سر سلطان نے بیٹھے ہی بیٹھے الوداعی مصافی کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

حقیقت یہ تھی کہ عمران اس تصویر کے متعلق پچھے بھی نہیں جانتا تھا۔ ویسے اس نے اپنی دانست میں اڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سر سلطان سے تصویر کے بارے میں سب کچھ اگلوالے گا۔ لیکن سر سلطان اس معاملے میں بالکل ہی ٹھس ثابت ہوئے۔ عمران نے کسی پر اسرار آدمی کا تذکرہ کر کے تھوڑی دیر کے لئے ان کے چہرے پر حیرت کے آثار ضرور پیدا کر دیئے تھے۔ لیکن وہ خود سے کچھ کہنے کی بجائے عمران کے آئے بڑھنے کا انتظار کرتے رہے.... اور عمران.... عمران کو سمجھنا آسان کام نہیں تھا وہ چلتے چلتے رُک کر بولا۔

”لاش کی تصویریں حاصل کر کے مجھ بھجواد بیجئے گا.... میں نہیں چاہتا کہ کیپن فیاض سے اس مسئلے پر الجھوں.... آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ہم دونوں کے تعلقات کتنے احمقانہ ہیں۔“

پھر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

(۲)

عمران کا خیال سو فیصدی درست نکلا۔ سر سلطان کے بنگلے سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آدمی نظر آیا جو اس طرح کھڑا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ لباس سے خوشحال معلوم ہوتا تھا۔ عمران کی کار اس کے قریب سے گزر گئی۔ عمران سوچ رہا تھا۔ ممکن ہے یہ وہ آدمی نہ ہو کیونکہ ایسے حالات میں جب کہ پولیس وہاں سے ایک لاش لے گئی تھی اس کا وہاں بھرپور مشکل ہی ہوتا.... لیکن اس سلسلے میں کوئی واضح رائے نہیں قائم کی جاسکتی تھی.... ہو سکتا ہے وہ پولیس کی کار روانیاں ختم ہو جانے کے بعد وہاں پہنچا ہو.... اسے اس کا علم ہی نہ ہو سکا ہو کہ تھوڑی دیر قبل وہاں کیا ہو چکا ہے۔

یہ غریب آدمیوں کی بستی تو تھی نہیں کہ لوگ گھنٹوں سڑک پر کھڑے ہو کر اس واقعہ کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے.... یہاں اس طبقے کی آبادی نہیں تھی جس کے افراد کسی آوارہ کتے کی اچانک موت پر بھی افسوس کرنے کے لئے اکٹھا ہو جاتے ہیں۔

یہاں سے پولیس تھوڑی دیر قبل ایک آدمی کی لاش لے گئی تھی! لیکن اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو.... بس تھوڑی دیر کے لئے مکاؤں کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ پچھے لوگ سڑک پر نکل آئے تھے.... اور پھر کچھ بھی نہیں.... گویا پرندوں کے جھنڈ پر کسی شکاری نے گولی چلانی.... ایک گرا.... دوسرا ٹکرے.... اس کے بعد یچھے وہی زمین اوپر وہی بیکار نیلا آسمان.... اور دونوں کے درمیان وہی ازلي ستانा....

عمران کی کار اس آدمی سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ رفتار پہلے ہی سے کم تھی۔ عمران ایک دورا ہے پر اسے روک کر دو بلکوں کی درمیانی جگہ میں اس طرح بیک کرنے لگا جیسے غلط راستے پر نکل آنے کے بعد واپس ہونا چاہتا ہو۔ مگر اس کی کار دوبارہ سڑک پر نہیں آئی۔ عمران اسے روک کر یچھے اڑا یا۔ گلی کے موڑ پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ آدمی اب بھی وہیں کھڑا ہے لیکن اب وہ تھا نہیں تھا اور نہ اب اس کے انداز میں پہلے کی سی بے فکری تھی.... وہ ایک دوسرے

لیکن وہ نمبر ہوم سیکرٹری سر سلطان کا تھا.... کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“
میجر کا ساتھی منہ کھول کر کرسی کی پشت سے نکل گیا.... اس کی آنکھوں سے خوف
جھانکنے لگا تھا۔ عمران نے یہ تدبیلی اچھی طرح محسوس کی۔

لیکن میجر نے جلاعے ہوئے لبجھ میں کہا ”آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟“
”میں آپ دونوں کا بھلا چاہتا ہوں.... اور درویش کی صدائیکا ہے!“ عمران نے جواب دیا۔
”میرا خیال ہے کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو بھی نہیں دیکھا۔“ میجر غریا۔
”اگر آپ نے دیکھا بھی ہوتا تو کیا فرق پڑتا.... ہونے والی باتیں ہو کر ہی رہتی ہیں....
مثلاً اس پنسل پر دانتوں کے نشان موجود ہیں جسے دانتوں میں دبا کر آپ کے نمبر ڈائیل کئے گئے
تھے۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مقتول مرنے سے پہلے ایک کرسی میں جکڑا ہوا تھا.... اور وہ
سر سلطان کے پڑوں کے ایک خالی بنگلے میں تھا۔ یہ بات بھی معلوم ہو گئی ہے کہ تاریخ سلطان
کے واڑپول سے دوسرے بنگلے تک لے جیا گیا تھا.... آہا! آپ نہیں سمجھے، پھر سے سمجھتے....
بلکہ یوں....“

”میں نہیں سمجھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!“ میجر نے بات کاٹ دی۔ لیکن اب اس کی
آواز میں کچھ پاہٹ تھی۔

”میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اس وقت وہاں پہنچنے تھے جب لاش اٹھ چکی تھی!“
”کیسی لاش؟“ میجر کے ساتھی نے تھوک نگل کر پوچھا۔

”اچھی لاش! یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ وہ خراب نہیں ہوئی تھی۔“ عمران نے جواب دیا۔
”آپ ہمارا وقت بردا کر رہے ہیں!“ میجر نے سنبھالا لیا ”اجنبیوں سے بے تکلف ہونے کی
کوشش کرتا بد تیری ہے۔“

”صرف اسی صورت میں جتاب!“ عمران دیدے نچا کر بولا ”جب وہ اجنبی عورتیں ہوں۔“
”آپ براہ کرم یہاں سے اٹھ جائیے.... ورنہ....“ میجر اسے گھورنے لگا۔

”اچھا ب سنئے....“ عمران نے سنجیدگی سے کھانا شروع کیا۔ ”شاید آپ کو علم نہیں کہ ہرے
آفیسروں اور وزراء کے ٹیلیفون.... عام ٹیلیفونوں سے مختلف ہوتے ہیں.... یعنی اپنکی بخشی میں ان
کے میڑ سے ایک چھوٹا سا میلی پر نتر بھی اٹھ جاتا ہے.... یعنی اورہ آپ نے ان کے نمبر ڈائیل

آدمی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ان کے قریب ہی ایک شاندار کار کھڑی تھی۔
عمران نے انہیں کار میں بیٹھتے دیکھا اور کار مخالف سمت میں مڑ گئی.... عمران بڑی تیزی
سے اپنی کار کی طرف چھپتا۔ اس نے انہیں بند کیا تھا مگر اس سے یہ غلطی بے خیال میں سر زد
ہوئی تھی۔ دیدہ دانتہ ایسا نہیں کیا گیا تھا۔

اس کی کار دوسری کار کے تعاقب میں روانہ ہو گئی.... لیکن اس اٹچ پر بھی اسے یقین
نہیں تھا کہ وہ صحیح راستے پر ہے۔ کسی بھی معاملے کی سراغر سانی کی ابتداء ایسے ہی غیر یقینی
حالات سے ہوتی ہے۔ حاضر شہبے کی بناء پر غلط راستے بھی اختیار کرنے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا
بھی ہوتا ہے کہ وہ غلط راستہ ہی سراغر سان کو اس کی منزل تک پہنچادیتا ہے.... یعنی وہ حقیقتاً غلط
راستہ نہیں ہوتا.... اور پھر عمران تو اس کا قائل تھا کہ جیسے کوئی مخفی ستار پر الٹے سیدھے ہاتھ
چلاتے چلاتے کوئی دھن نکال لیتا ہے۔ اسی طرح ایک سراغر سان کی بے مقصد بھاگ دوڑ بھی
آخر کار اسے منزل تک پہنچا ہی دیتی ہے۔

وہ اگلی کار کا تعاقب کرتا رہا۔

اب وہ شہر کے سب سے زیادہ باروں تھے میں تھا۔ کار فکار کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی.... یہ
یہاں کے بہت بڑے ہوٹلوں میں سے تھا، اور اب عمران نے دوسرے آدمی کو قریب سے دیکھا یہ
نگارو کے میجر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... عمران کی کار بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہو چکی تھی۔
وہ ان کے پیچے ہی پیچے ہوٹل میں داخل ہوا.... عمران سمجھا تھا کہ شاید میجر اپنے کمرے
ہی میں جائے گا۔ لیکن وہ اور اس کا ساتھی ڈائینگ ہاں ہی میں ایک خالی میز کے گرد بیٹھ گئے۔
دو کریساں خالی تھیں۔

عمران تیر کی طرف ان کی طرف گیا اور ہرے بے تکلفانہ انداز میں کری کھٹک کر بیٹھ
گیا.... ان دونوں نے اس کی اس حرکت کو حیرت اور غصے کی نظر سے دیکھا.... جواب میں
عمران بھی حیرت سے منہ کھولے انہیں باری باری سے گھور رہا تھا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم
ہو رہا تھا جیسے اسے اچانک اپنی کسی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔ پھر قبل اس کے کہ وہ دونوں کچھ
کہتے عمران بڑی سنجیدگی سے بولا۔

”اور پھر جب آپ نے ٹیلیفون ڈائریکٹری کی ورق گردانی کی تو اسے وہ نمبر مل گیا۔“

”میں کسی چکر سے واقف نہیں!“ فیجر نے کہا ”نہ یہ جانتا ہوں کہ وہ دہان پہنچ کس طرح!“
 ”بلاشہ آپ یہ نہیں جانتے کہ مقتول دہان کیسے پہنچا تھا... لیکن چکر سے تو آپ واقف
 ہیں اس سلسلے میں آپ جھوٹ بول کر کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ میں اس گفتگو کے ایک ایک
 لفظ سے واقف ہوں جو آپ دونوں کے درمیان فون پر ہوئی تھی۔“
 فیجر پھر خاموش ہو گیا۔

”بنا دینے میں آپ کافائدہ ہے۔“ عمران نے کہا ”دوسری صورت میں آپ اپنی خطرناک
 پوزیشن سے تو واقف ہی ہیں۔ کیونکہ معاملہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹری کا ہے۔“
 فیجر سر جھکائے گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

”ہاں.... جلدی بیجھے.... میرے پاس وقت کم ہے.... ورنہ آپ کو اس کا جواب بھی دینا
 پڑے گا کہ لاش سر سلطان کی کمپاؤنڈ میں کیوں ڈالی گئی تھی.... اور شاید آپ کے فرشتے بھی اس
 کا جواب نہ دے سکیں۔ ویسے آپ یہ تو جانتے ہوں گے کہ کسی بات کو الگوانے کے سلسلے میں
 پولیس والے جہنم کے فرشتوں سے کم نہیں ہوتے! گونگے، بہرے اور انہیں، صرف ان کے
 ہاتھ میشوں کی طرح چلتے رہتے ہیں۔ وہ نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔“

”لیکن.... کیا یہ ضروری ہے کہ آپ میرے بیان پر یقین ہی کر لیں!“
 ”اس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔“ عمران نے نرم لمحے میں کہا ”آپ نہیں کر سکتے.... لیکن
 میں آپ کی زبان سے کچھ نہ کچھ سننا ضروری سمجھتا ہوں۔“

فیجر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا ”کرار صاحب ایک آدمی کے چکر میں
 تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر انہوں نے اس آدمی پر قابو پالیا توالمال ہو جائیں گے۔“
 ”وہ آدمی کون ہے؟“

”یہ انہوں نے نہیں بتایا تھا.... البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ کرار صاحب کی زندگی کا بیشتر
 حصہ جزوی افریقہ میں گزارا تھا.... اور وہ آدمی وہیں سے تعلق رکھتا تھا۔“

”کیا وہ آج کل یہیں ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”جی ہاں! کرار صاحب نے تو یہی بتایا تھا۔“
 ”کہاں ہے؟.... کون ہے؟“

کے اور اوہ دہان آپ کے نمبر کھٹا کھٹ چھپ گئے.... اسی طرح دونوں طرف کے نمبر چھپ
 جاتے ہیں.... اب آپ غالباً سمجھ گے ہوں گے.... کہ میں سید حامیں کیسے پہنچ گیا....“
 عمران نے یہ غپ کچھ اس انداز میں ہائی کہ اچانک فیجر کے چہرے پر زردی پھیل گئی....
 اس کے ساتھی کی حالت تو اس سے بھی زیادہ اتر تھی.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے
 پھیپھڑوں میں مزید سانسوں کے لئے جگد ہی نہ رہ گئی ہو۔

”آپ کون ہیں؟“ فیجر نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔
 ”کیا ب بھی یہ بتانے کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ میں کون ہو سکتا ہوں؟....“
 ”پولیس!....“
 ”سو فیصدی.... جتاب!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آپ جو کچھ بھی کہیں گے.... سوچ
 سمجھ کر کہیں گے۔“

”میں نہیں جانتا.... کہ یہ سب کیسے ہوا....“ فیجر آہستہ سے بڑھا۔
 ”کیا ہم کہیں تھائی میں نہیں چل سکتے!“ عمران نے کہا ”آپ بھی معزز آدمی ہیں.... میں
 نہیں چاہتا کہ یہ بات عام آدمیوں میں پھیلے۔“

”اوہ.... آپ کا بہت بہت شکریہ!“ فیجر جلدی سے بولا ”میرے آفس میں چلنے۔“
 وہ تینوں دہان سے اٹھ کر فیجر کے آفس میں آئے۔

عمران نے خود ہی گفتگو چھیڑ دی۔ ان کے بولنے کا انتظار نہیں کیا۔
 ”اُسے دوسرے بیٹھے میں ہلاک کر کے لاش سر سلطان کی کمپاؤنڈ میں ڈال دی گئی تھی....
 آپ کو فون کرنے کے لئے سر سلطان کے نمبر استعمال کئے گئے.... میں تو آپ کو یہ بھی بتا سکتا
 ہوں کہ مقتول نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا....“

فیجر کچھ نہیں بولا۔
 عمران اس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ پھر اسی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔
 ”مقتول کون تھا؟“

”نگارو کا ایک حصہ دار.... منشی کار....“ فیجر نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔
 ”کرار اور حصہ دار کا قافیہ مجھے پسند آیا.... بہر حال.... مگر.... جتاب وہ چکر کیا تھا؟“

بہت شکریہ!.... ہو سکتا ہے کہ.... میں پھر آپ کو تکلیف دوں۔“
”میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں....“ فیجر نے بڑے خلوص سے کہا۔

(۵)

تو ٹھوڑی ہی دیر بعد عمران کی کار مار سشن روڈ کے تیر ہوئیں بلکل کی کپڑوں میں داخل ہوئی۔
بلکہ شاندار تھا اور پائیں باعث کی حالت سے کرو کی خوش مذاقی ظاہر ہو رہی تھی۔

عمران کی کار پور نیکوں میں چیزیں ہی رکی۔ ایک توی ہیکل آدمی دابنے بازو کے کرے سے نکل کر باہر برآمدے میں آگیا۔ اس پر نظر پڑتے ہی عمران نے ایک طویل سانس لی۔ عمران اس سے اچھی طرح واقف تھا یہ پتو تھا۔ ایک پیشہ ور مکا باز۔ جس کا شار شہر کے بدمعاشوں میں ہوتا تھا۔ وہ بھی عمران سے نہ صرف واقف تھا بلکہ احسانمند بھی تھا۔ ایک بار عمران نے اسے ایک مشہور قمار باز گروہ کے پنج سے رہائی دلائی تھی۔ ورنہ وہ ایک بڑی رقم کے ساتھ اپنی زندگی سے بھی ہاتھ و ہو بیٹھا۔

عمران کو کار سے اترتے دیکھ کر گروہ اس کی طرف لپکا۔

”ارے.... آپ ہیں....“ اس نے بوکھلانے ہوئے لبجھ میں کہا ”یعنی آپ ادھر کیسے بھول پڑے۔“

”پتو!... میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔“ عمران اس کے ساتھ برآمدے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

”میرے لاائق کوئی خدمت.... عمران بابو!.... میں ساری زندگی آپ کا احسان یاد رکھوں گا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہوں گا کہ آپ اپنی صلاحیتیں بیکار ضائع کر رہے ہیں اگر آپ صرف ٹھوڑی سی توجہ دیتے تو دنیا کے اچھے مکا بازوں میں آپ کا شار ہو سکتا تھا۔ مجھے آپ کے وہ کے کبھی نہ بھولیں گے، جو آپ نے رکشن کے گروہ پر بر سائے تھے۔“

”کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں بڑی اچھی بجا سکتا ہوں!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا ”لیکن فی الحال اس تذکرے کو رہنے ہی دو۔ مرنے سے قبل میں ایک بار اس مسئلے پر ضرور غور کروں گا کہ مجھ میں کس قسم کی صلاحیتیں زیادہ ہیں۔“

”آپ جو کچھ بھی فرمائیے.... میں ہر کام کے لئے حاضر ہوں۔“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون ہے.... لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اس کا قیام سینٹھ داؤ کے مہمان خانے میں ہے.... شاید آپ کو علم ہو کہ سینٹھ داؤ کی تجارت افریقہ میں بھی ہے اور یہاں اکثر ان کے پاس افریقی تاجر آتے رہتے ہیں.... اس کے لئے انہوں نے خاص طور سے ایک مہمان خانہ بنار کھا ہے۔“

”ہوں....“ عمران صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے کچھ دیر بعد پوچھا ”کرار نے آپ کو اس کا نام یا حلیہ تو یقیناً بتایا ہو گا۔“

”جی نہیں! نہ میں نے پوچھا اور نہ انہوں نے بتایا۔ دیسے میں انہیں بہت قریب سے جانتا تھا۔ وہ کیا گری کے خط میں بتلتا تھا.... اور مجھے اس موضوع سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں، کیونکہ یہ چیز بالکل منشیات کی طرح آدمی کے وجود سے چھٹ جاتی ہے۔ کرار صاحب دیسے بھی کافی دولت مند تھے۔ لیکن سونا بنانے کا بخطاب پر بری طرح سوار تھا چوپیں گھنٹے وہی چکر!“

”اچھا.... مجھے کرار صاحب کا پتہ توٹ کر ادھر بخے۔“ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالتے ہوئے کہا۔

”تیرہ مار سشن روڈ.... وہ وہاں تھا رہتے تھے۔“

”ان کے اعزہ....“

”مجھے تو ان کے کسی بھی عزیز کا علم نہیں۔ انہوں نے کبھی کسی کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔“

”آپ کی تعریف....“ عمران نے فیجر کے ساتھ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میرے استاذ.... مسٹر تنویر۔“

”اچھا۔ صرف ایک سوال اور....“ عمران نوٹ بک بند کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

”کیا کرار صاحب نے آپ سے کہا تھا کہ اس شخص پر قابوپانے کے لئے اسے آپ کی مدد کی بھی ضرورت پیش آسکتی ہے۔“

”جی ہا! انہوں نے کہا تھا.... ان کا خیال تھا کہ وہ بہت خطرناک اور انہائی چالاک آدمی ہے.... اور ایک بڑا مجرم بھی.... لہذا میں ان کی مدد کرنے پر تیار تھا۔ کیونکہ مجھے مجرموں سے ذرہ برابر بھی ہمروں نہیں ہوتی۔“

”خوب!“ عمران مسکریا۔ ”آپ کو تو پولیس آفیسر ہونا چاہئے تھا۔ اچھا جناب بہت

"تم کراز کے ملازم ہو۔"

"جی ہاں! میں انہیں مکابازی سمجھاتا ہوں... آپ تشریف رکھیے!... آپ کے لئے کافی بنادول یا کوئلڈرک...!"

عمران ایک آرام کریں پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "کیا کراز صاحب بچھلی رات... مگر بھیر و... کیا تم مستقل طور پر بیٹھیں مقیم ہو۔"

"جی ہاں! کراز صاحب مجھ پر بہت مہربان ہیں... انہوں نے مجھے ایک کرہ دے رکھا ہے.... اور میرے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔"

"بچھلی رات وہ بیٹھے ہی میں تھے۔" عمران نے پوچھا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے؟" پتو ب اختیار چوک پڑا۔

"میری بات کا جواب دو پتو!

"جی ہاں!.... مگر نہیں.... وہ صرف ساڑھے نوبجے رات تک یہاں تھے... اس کے بعد سے شاید اب تک واپس نہیں آئے۔"

"یہ کوئی ایسی تشویشناک بات بھی نہیں! کیوں؟" عمران نے سوال کیا۔

"جی نہیں!.... وہ اکثر تین تین دن تک یہاں نہیں آتے! مگر آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ کیا نہیں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔"

"پتو! تم فی الحال صرف میرے سوالات کا جواب دو۔ اس کے بعد جو کچھ بھی پوچھو گے بیدرنگ بتا دوں گا۔"

"بہتر ہے۔"

"کیا کراز صاحب کو کوئی حادثہ پیش آسکتا تھا؟"

"جی دیکھئے!.... بات دراصل یہ ہے.... مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ آپ سے کچھ بچھا سکوں... لیکن اتنا آپ جانتے ہوں گے کہ بعض معاملات میں برے آدمی بھی ضمیر رکھتے ہیں۔"

"ہاں میں جانتا ہوں اور تمہاری اس صفت سے بھی دافق ہوں کہ تم وعدہ خلافی نہیں کرتے.... تم نے مجھ سے ایک بار وعدہ کیا تھا کہ اب اچھے آدمیوں کی طرح زندگی ببر کرو گے.... اور تم اس پر قائم ہو.... لیکن... ہاں! میرا خیال ہے کہ تم کراز صاحب کو ان کے سیندر میں

احسان کے عوض کسی الزام سے بچانا چاہیتے ہو!

"جی ہاں! پتو! طمینان کی سانس لے کر بولا" بالکل یہی بات ہے۔"

"لیکن پتو... تمہیں یہ سن کر افسوس ہو گا کہ آج دوپہر کو کراز صاحب قتل کر دیے گے۔"

"کیا؟" پتو اچھل کر دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں! ان کا قتل پر اسرار حالات میں ہوا ہے۔"

"میرے خدا...." پتو مختصر یانہ انداز میں اپنی پیشانی رکھنے لگا۔

"اسلئے یہ پوچھنا ضروری ہے۔ ممکن ہے تمہیں اسکے متعلق کچھ معلوم ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قتل میں میرا باتھ ہے؟"

"تم پھر غلط سمجھے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم اپنے وعدہ کے مطابق عرصہ سے باعذت طور پر زندگی بسرا کر رہے ہو.... میرا مطلب یہ ہے کہ کراز صاحب کو اس حادثے کا اندریشہ پہلے سے رہا ہو گا۔"

"کیوں؟ ایسا تھا یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ تھا۔" پتو کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "انہوں نے مجھ سے کسی غیر ملکی کا تذکرہ کیا تھا، جو شائد سیٹھ داؤ کے مہمان خانے میں مقیم ہے۔"

"وہ تذکرہ کس قسم کا تھا؟"

"ان کا کہنا تھا کہ اگر وہ کسی طرح قابو میں آجائے تو بہت بڑا مالی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے!"

"کیا کراز ہی ایسا آدمی تھا؟"

"جی نہیں! اس سے پہلے میں نے ان کی زبان سے اس قسم کی گفتگو کبھی نہیں سن تھی۔"

حالانکہ مجھے ان کے ساتھ رہتے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے.... انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ

"وہ غیر ملکی ایک بہت بڑا مجرم بھی ہے۔"

"نام تو بتایا ہو گا۔"

"جی نہیں! انہوں نے کہا تھا کہ شاید انہیں اس سلسلے میں میری مدد کی ضرورت پیش آئے۔"

عمران سوچ میں پڑ گیا.... جب پتو جیسا خطرناک آدمی کراز کے پاس موجود تھا تو اسے

نگارو کے نیجر سے مدد طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پتو اس کے لئے اگ کے سیندر میں

”اب تم میری بات کا جواب دو۔ لیکن تمہیں اس کا جواب بھی دینا پڑے گا کہ تم نے یہ کیوں پوچھا ہے؟“

”میں یقیناً جواب دوں گا.... مجھے یہ کوئی گہری سازش معلوم ہوتی ہے ہاں دیکھنے بھی یاد آہیا کہ کار صاحب کے منہ سے یہ بات غالباً غیر ارادی طور پر نکل گئی کہ اس معاملے میں فگارو کے میجر کا بھی ہاتھ ہے.... لیکن اس کے بعد انہوں نے اس طرح اسے نالے کی کوشش کی تھی جیسے اس بات کی کوئی اہمیت نہ ہو۔“

”شکریہ پٹو!“ عمران سر ہلا کر بولا۔.... ”اب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”یہی کہ کار صاحب بے داع آدمی نہیں تھے.... ان کا دامن بھی جرم کے دھوپوں سے پاک نہیں تھا.... اور یہ بات شاید مجھے آج سے پندرہ دن پہلے معلوم ہوئی تھی.... وہ شراب کے اسمگل تھے اور فگارو کا میجر بھی اس جرم میں برابر کا شریک تھا۔“

”تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی پٹو؟“

”ایک رات وہ بہت زیادہ نشے میں تھے۔ اسی حالت میں انہوں نے سب کچھ اگلا شروع کر دیا تھا۔ شاید اس رات فگارو کے میجر سے کسی بات پر ان کا بھگڑا ہو گیا تھا.... غالباً آپ کچھ گئے ہوں گے۔“

”بالکل صحیح گیا۔۔۔ پٹو!.... ایک بار پھر شکریہ.... یہاں تمہارے علاوہ اور کون ہے؟“

”تمن نوکر....!“

”کار کے کسی رشتہ دار سے واقف ہو؟“

”میرا خیال ہے کہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں.... لیکن میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے کبھی کسی کا تذکرہ نہیں کیا۔“

”میں اس کے متعلق نوکروں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”ٹھہریے! میں انہیں بلاتا ہوں۔“

پٹو چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تین توکروں کے ساتھ واپس آیا۔ لیکن ان سے بھی عمران کو کرار کے اعزز کے متعلق کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ تقریباً پندرہ یا بیس منٹ تک وہ ان سے سوالات کر تارہا۔ پھر اس نے پٹو سے کہا کہ وہ بنگلے کی تلاشی لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پٹو اس پر اعتراض

بھی چلا گک لگا دیتا۔۔۔ اور پھر پٹو پڑھا لکھا آدمی تھا۔ یہ چیز کار کے بھی علم میں بھی رہی ہو گی۔ لہذا یہ سوچنا ہی ضرور ہے کہ پٹو ٹیلیفون ڈائریکٹری میں کرار کے بتائے ہوئے نمبر نہ تلاش کر پاتا۔۔۔ مگر ہو سکتا ہے کہ یہاں فون ہی نہ ہو۔

”کیا یہاں فون ہے؟“ عمران نے پٹو سے پوچھا۔

”جی ہاں!“

عمران پھر سوچنے لگا۔ یہاں فون بھی موجود ہے۔ پھر آخر اس نے مدد کے لئے فگارو کے نیجر ہی کو کیوں رنگ کیا۔۔۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ فگارو کا میجر بھی اس معاملے سے گہری دلچسپی رکھتا ہے۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ بات بگڑ جانے پر وہ اس سے بے تعقی طاہر کر سے۔

”تم سے کار صاحب کس قسم کی مدد چاہتے تھے؟“ عمران نے پٹو کو پھر مخاطب کیا۔

”کیا آپ خود ہی نہیں سوچ سکتے کہ وہ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے رہتے ہوں گے۔۔۔ میں ابھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ کسی خطرناک آدمی کے چکر میں تھے۔“

”انہوں نے تمہیں اپنالپان بھی بتایا ہو گا۔“

”جی نہیں۔۔۔ میں پلان سے واقف نہیں تھا۔۔۔ البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ ایک آدمی نے ان کی توجہ اس افریقی تاجر کی طرف مبذول کرائی تھی۔“

”کس نے؟“

”فگارو کے میجر۔۔۔ نے۔“

”اوہ۔۔۔!“ عمران نے ایک طویل سانس لی۔۔۔ اور پٹو کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے۔

پھر پٹو نے عمران پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی اور عمران نے اسے سب کچھ بتا دیا علاوہ اس کے کہ وہ فگارو کے میجر سے پہلے ہی مل چکا تھا۔

”اچھا پٹو!“ عمران بولا۔ یہ بتاؤ۔۔۔ مگر اچھی طرح سوچ کر! کیا کار نے تم سے خاص طور پر اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ یہ سب کچھ فگارو کے میجر کی ایمیاء پر کر رہا ہے۔

”ٹھہریے! واقعی اس کے متعلق مجھے سوچنا پڑے گا کہ یہ بات کیسے نکل تھی۔۔۔ مگر کیا

آپ فگارو کے میجر پر بھی اس سلسلے میں کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں؟“

نہیں کر سکتا تھا..... کیونکہ خود اسے اپنی گردن بھی اس کیس میں بھتی نظر آ رہی تھی۔

(۶)

دن ڈوبتے ہی عمران پھر سر سلطان کے بنگلے میں جا پہنچا..... سر سلطان چند دوسرے بڑے آفسروں کے ساتھ لان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں عمران کے والد مسٹر رحمان بھی تھے۔ مسٹر رحمان سی بی آئی کے ڈائرکٹر جزل تھے۔

سر سلطان عمران کو دیکھتے ہی ان لوگوں سے مذمت کر کے اٹھ گئے۔ پھر وہ عمران کو اپنے ساتھ ڈرائیگر روم میں لائے۔

”کیوں؟ کیا خبر ہے؟ تمہارے باپ نے تمہیں دیکھ کر بہت بر اسامہ بنی اخبار تھا۔“ سر سلطان نے مسکرا کر کہا۔

”باپ ہر حال میں باپ ہوتا ہے۔ خواہ بیٹے کو اس کامنہ بنا لپسند ہو یا نا لپسند ہو! خبر یہ ہے جناب کہ مرنے والے کا نام کراچی اور قیام گاہ نامہ شن روڈ پر ہے۔ تیر ہواں بکھر۔ مقتول ذی خلیت آدمی تھا۔“

”تم واقعی ہیروں میں تو لے جانے کے قابل ہو۔“ سر سلطان نے کہا۔ ”سی بی آئی والے ابھی تک کچھ بھی نہیں معلوم کر سکے۔“

”وہ شراب کا اسمگل تھا..... مگر الونے اس کی زندگی اسمگل آؤٹ کر دی۔“

”کیا مطلب؟“

”کیا آپ مجھے جنوبی افریقہ کے متعلق کچھ بھی نہیں بتائیں گے؟“ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ لیکن سر سلطان اس طرح اچھل پڑے جیسے بچھوئے ڈنک نازا ہوں۔

”آخر آپ اس سے ڈرتے کیوں ہیں؟“ عمران نے اندھیرے میں تیر پھینکا..... لیکن وہ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا۔ کیونکہ سر سلطان کا چہرہ دفعتاً زرد ہو گیا تھا۔

”تم جو محیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو!“ وہ مضطربانہ انداز میں یوں ایسا...“ مجھے تم پر بہت اعتماد ہے.... اگر تم میرے بیٹے ہو تو....“

”ہاں.... تب میں سو فیصد تالاً اُق ہوتا..... کوئی غلط بات نہ کہہ دیجئے گا.... بیٹا ہونا ہی تو“

بہت سُبُری بات ہے۔“

”عمران بیٹھ جاؤ۔ میں سخت الحصین میں ہوں.... مجھے یقین ہے کہ تم نہ صرف میری مدد کرو گے بلکہ رازداری بھی برتو گے۔ میں ایک بہت بڑے بیک میلر کے چکر میں پڑ گیا ہوں۔“

عمران ایک کر سی پر نکل گیا۔

”میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔“ سر سلطان نے کہا۔ تمہیں علم ہے کہ میں پہلے فرانس کے سفارت خانے میں تھا اور پیرس میں میرا قیام تقریباً سات برس تک رہا ہے۔ وہیں مجھے اس پر اسرار آدمی سے دوچار ہونا پڑا۔ پہنچ نہیں کس طرح اسے میرا ایک راز معلوم ہو گیا۔ ایسا راز جس کے ظاہر ہو جانے پر کسی طرف کا نہ رہوں گا۔ بہر حال پیرس ہی کے دورانِ قیام میں مجھے اس بات کا علم ہوا کہ کوئی اور بھی اس راز سے واقف ہے۔ مجھے بذریعہ ڈاک اس کے متعلق ایک خط موصول ہوا۔ اور اس خط کے ساتھ الو کی تصویر بھی تھی۔ جس کی پشت پر ”رات کا شہزادہ“ تحریر تھا۔۔۔ خط میں اس راز پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی تھی۔۔۔ پھر بعد میں ایک کام کے لئے کہا گیا تھا جو سفارت خانے ہی سے متعلق تھا اور دھمکی دی گئی تھی کہ اگر وہ کام نہ ہوا تو میرا راز طشت از بام ہو جائے گا۔۔۔ خیر بہر حال وہ کام ایسا نہیں تھا جس سے میرا یا سفارت خانے کا کوئی نقصان ہوتا۔۔۔ وہ کام کر دیا گیا۔۔۔ پھر وہ مجھ سے اس کے بعد بھی اکثر چھوٹے موٹے کام لیتا رہا۔۔۔ بہر مجھے اس کی طرف سے لفافہ موصول ہوا کرتا تھا۔۔۔ جس میں الو کی تصویر ضرور ہوا کرتی تھی لیکن اب.... اب وہ شاید آج کل یہیں مقیم ہے اور مجھ سے بہت بڑا کام لینا چاہتا ہے۔۔۔ ایسا کام جس سے ملک و قوم کا وقار خطرے میں پڑ سکتا ہے۔۔۔ پہلے اس نے مجھے خط لکھا۔۔۔ لیکن میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر یہ حرکت کر دیا گیا۔۔۔ وہ مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے۔۔۔ یعنی اگر میں اپنے راز کی پرواہ نہ کروں تو بھی وہ دوسرا ذرائع سے کام نکال لے گا۔ اس کا مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی ہے۔ یعنی جس طرح وہ میرے پڑوں میں ایک واردات کر کے دن دہاڑے لاش میری کپاڈ نہ میں ڈال گیا۔۔۔ اسی طرح مجھے بھی ختم کر سکتا ہے۔۔۔ کیوں.... کیا خیال ہے؟“

سر سلطان خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”ظاہر ہے!“ عمران بولا۔ ”آپ مجھے اپنا وہ راز نہیں بتائیں گے!“

”ہرگز نہیں.... کبھی نہیں!“

”وہ کل صحیح تھیں مل جائیں گی۔“

”اچھا تو اب اجازت دیجئے! عمران نے کہا اور سر سلطان کے جواب کا انتظار کئے بغیر باہر نکل گیا.... الوکی تصویر اسے مل گئی تھی۔

(۷)

شہر کی سڑکیں رنگین روشنیوں سے جگنگاری تھیں رات بڑی خوشگوار تھی.... خوشگوار یوں تھی کہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا.... اور ٹھنڈی ہوائیں پانی سے بھری ہوئی محسوس ہو رہی تھیں.... بس یہ معلوم ہوتا تھا جیسے تھوڑی ہی دیر میں موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی۔ ایسی راتیں عمران کے لئے بڑی دلچسپ اور انہائی خوشگوار ہوا کرتی تھیں۔

ایسی راتوں سے وہ پوری طرح لطف اٹھاتا تھا۔ مگر اس کے لطف اٹھانے کا طریقہ عام آدمیوں کے طریقوں سے مختلف ہوتا وہ اپنا بہترین سوٹ پین کر باہر نکل جاتا اور بھیگتا پھرتا.... وہ برسات کو شاعروں کی نظر سے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا وہ جو برسات کی تعریف میں بڑی بڑی نظریں کھلتے ہیں اس کی دانست میں یا تو بدھو ہوتے ہیں.... یا سو فیصدی چار سو نیں.... کیونکہ وہ اپنی کھڑکیوں میں اس طرح بیٹھتے ہیں کہ ان پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ پڑنے پائے.... موسم برسات کی شان میں قصیدے کہتے ہیں کہیں راستے میں بارش آجائے تو اس طرح جی چھوڑ کر بھاگیں گے.... جیسے ملک الموت پیچا کر رہا ہو.... یہی بد ذوق جب شعر کہنے بیٹھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے.... جیسے بارش کا ایک ایک قطرہ ان کی روح سے گزر کر زمین پر گر رہا ہو!

بہر حال عمران صحیح معنوں میں برسات سے لطف اٹھانے کا قائل تھا اور آج رات تو وہ دوہرا فائدہ اٹھانے کا تھیہ کر چکا تھا۔

آج اس نے گیراج سے اپنی کار نہیں نکالی.... کچھ دور پیدل چلنے کے بعد ایک موثر رکشا لیا اور جارج ناؤن کے علاقے میں مڑ گئی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ بارش شروع ہو گئی۔

”کہاں لے چلوں صاحب؟“ رکشاڑا ایکورنے کہا ”بارش آگئی۔“

”آگئی؟“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں!“

”اچھا تو یہی بتا دیجئے کہ وہ اب آپ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟“

”میں یہ بھی نہیں بتا سکتا.... تم اسے پوچھ کر کیا کرو گے.... لیکن تھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق جنوبی افریقہ سے ہے۔“

”بس معلوم ہو گیا.... کیا یہ غلط ہے؟“

”نہیں.... میں نے پیرس ہی میں اس کے لئے افواہ سنی تھی۔“

”افواہ....؟“

”ہاں.... بات دراصل یہ ہے کہ اس زمانے میں پیرس کے کی متول خاندانوں پر اسکی الہ کا منہوس سایہ تھا.... اور لوگ اسے ہاں الوہی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ لیکن مجھے ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے اسے کبھی دیکھا ہو۔“

”اس کے متعلق آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟“

”ظاہر ہے کہ میں ایک بلیک میلر کے متعلق کیسی رائے رکھوں گا۔“

”میرا مطلب آپ نہیں سمجھے.... میں پوچھتا ہوں آپ کی دانست میں اس میں آنحضرت سے کہیں ہو گیا بھس ہی بھس بھرا ہو گا.... کہیں کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا کے مصدقہ نہ ہو.... مگر اس سے کیا.... وہ یقیناً ایک مجرم ہے اور اتنا ہی کافی ہے۔“

”تم نے اس وقت جو تصویر دیکھی تھی.... وہ مجھے اسی لاش پر رکھی ہوئی ملی تھی!“ سر سلطان نے کہا۔

”میں سمجھ گیا تھا!“ عمران نے کہا ”کیونکہ اس کی پشت پر ایک چھوٹا سا غون کا دھبہ تھا۔... کیا آپ یہ تصویر مجھے دے سکتے ہیں؟“

”تصویر.... ہاں لے جاؤ.... مگر عمران اسے تلاش کر لینا بڑا مشکل کام ہو گا۔“

”اے آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے.... میں یہی آئی کا کوئی اعلیٰ تربیت یافتہ جا سوں نہیں ہوں۔“

”لیکن سنو! کسی کو یہ بات معلوم نہ ہونے پائے کہ وہ تصویر لاش پر ملی تھی.... یا اس بلیک میلر کا کچھ تعلق میری ذات سے بھی ہے۔“

”آپ مطمئن رہیے۔ ایک بار پھر عرض کروں گا کہ میرا تعلق یہی بی آئی سے نہیں ہے.... ہاں آپ نے متول کی تصویریں منگولائیں یا نہیں!“

"اچھا تو پھر مجھے بیہیں اتا رہو!" عمران نے سمجھی گی سے کہا۔
"بیہاں مڑک پر؟" رکشا والے کے لجھے میں حیرت تھی!
"ہاں بھی؟"

رکشارک گیا۔ عمران نیچے اتر کر جیپ سے پمیے نکالنے لگا۔ بارش بڑی تیزی تھی۔ وہ رہی تھی!
رکشے والا چھل کر اندر بیٹھ گیا۔ عمران نے دام چکانے اور وہاں سے چل پڑا۔۔۔ رکشے والا
شاید اسے کوئی شرابی سمجھا تھا۔

عمران تقریباً سو قدم چلنے کے بعد اچھی طرح بھیگ گیا۔ فلک ہیٹ اب بھی اس کے سر پر
منڈھی ہوئی تھی۔

پھر وہ اس بڑے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ جس میں شہر کے بہت بڑے تاجر سینہ داؤ کی
عمارتیں تھیں۔ ان کی کھڑکیوں میں مختلف رنگوں کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ لیکن بارش کے
ندرنے والے شور نے ان کی ساری دلکشی لوٹ لی تھی۔ اور پھر ذرا سی دیر میں عمران کے لئے
برسات میں بھی کوئی دلکشی نہ رہ گئی۔ کیونکہ بارش کے شور کے ساتھ ہی ساتھ وہ کتوں کا شور
بھی سن رہا تھا اور یہ شور آہستہ آہستہ قریب آتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔۔۔ خطرہ سر پر پہنچ گیا۔۔۔
اور عمران نے ایک قریبی عمارت کے برآمدے میں چھلانگ لگادی۔۔۔ ساتھ ہی وہ مدد کے لئے
بھی چینا۔۔۔ تین خط ناک اسیں اس پر جھپٹ پڑے تھے۔ اور عمران بھیگی ہوئی فلک ہیٹ سے
انہیں دھماکا رہا تھا۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک نسوانی آواز سنائی دی۔۔۔ وہ کتوں کو ڈانٹ رہی تھی
عمران کتوں سے نپٹ رہا تھا اس لئے اس کی نشکن نہ دیکھ سکا۔ اب وہ بھی کتوں نئی نہیں ہوتے۔
اور غرائب نگاہ تھا۔۔۔ کئی سریلے قیقبے اس کے کانوں سے ٹکرائے۔ دو تین نوکروں نے کتوں کے
پتوں میں ہاتھ ڈال دیے تھے اور انہیں سچھتے ہوئے دوسری طرف لے جا رہے تھے!

اب عمران ان لڑکیوں کی طرف مڑا، جو اس پر ہنس رہی تھیں۔۔۔ یہ چار تھیں۔۔۔ اور ان
میں ایک یوریشین بھی تھی۔

"آپ آدمی ہیں؟ یا گذھے؟" یوریشین لڑکی نے جھلانے ہوئے لجھے میں کہا۔
"میرا خیال ہے کہ میں نے ایک بار بھی گدھے کی آواز نہیں نکالی۔" عمران بڑی
معصومیت سے بولा۔

یوریشین کے علاوہ بقیہ تمیں لڑکیاں پھر نہیں پڑیں۔

"آپ کون ہیں؟ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"میں۔۔۔ بارش۔۔۔ لکھتی تیر ہو رہی ہے۔۔۔ آپ دیکھ رہی ہیں نا۔۔۔" عمران نے بھیگی
ہوئی فلک ہیٹ کو سر سے منڈھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کا شیپ باکل ہی بگز چکا
تھا۔ اس کے گوشے نیچے لکے پڑے تھے۔ آخر عمران نے اسے باہر پھیک دیا۔

"لیکن آپ بھوکنے اور غرائب کیوں لگے تھے؟" ایک لڑکی نے بھی روکنے کی کوشش
کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا کرتا مجبوری تھی۔۔۔ میں انہیں ان کی زبان میں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں
ان سے کمزور نہیں ہوں۔"

کہتے اب بھی عمارت کے کسی گوشے میں آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔

"اچھا آپ تشریف لے جائیے۔" یوریشین لڑکی نے کہا "وزیرہ ہماری نیند جنم کر دیں گے۔"

"آپ دیکھ رہی ہیں کہ بارش۔۔۔"

"ہاں میں دیکھ رہی ہوں کہ بارش ہو رہی ہے۔" یوریشین لڑکی بولی۔ لیکن آپ کے
کپڑے تواب بھیگ ہی چکے ہیں۔۔۔"

"اسی لیے تو میں گھر نہیں جانا چاہتا۔۔۔ بھیکے ہوئے کپڑے دیکھ کر میں اور ڈیڈی گھر میں
گھنے نہیں دیں گے۔ ڈیڈی بہت غصہ ور آدمی ہیں! اور نمی ان سے بھی زیادہ غصہ ور ہیں۔ جب
انہیں غصہ آتا ہے تو قدر تی طور پر کئی روز تک ڈیڈی کے کھانے میں نمک بہت تیز رہتا ہے۔"

"مس تھیلیا!" ایک لڑکی نے یوریشین لڑکی سے کہا۔ "انہیں ضرور پناہ دینی چاہئے۔"

"نہیں مس داؤ!۔۔۔ میں مجبور ہوں۔ آج کل مسٹر داؤ اجنیوں کو دیکھنا پڑتا تھا۔"

"میں یہ کب کہتی ہوں کہ ڈیڈی بھی انہیں دیکھیں۔"

"مس داؤ میں بھر جوں۔۔۔ مسٹر داؤ کا حکم!"

تھیلیا جسے مس داؤ کے نام سے مخاطب کر رہی تھی وہ لڑکی جھلانگی۔

"آپ میرے ساتھ آئیے۔" اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"نہیں!" عمران دردناک آواز میں بولا۔ "آپ لوگ میری وجہ سے بھگڑاں بناتے۔۔۔ میں پلا۔

اچاک رہداری میں قدموں کی آوازیں گونجتے گئیں۔ جو رفتہ رفتہ قریب آتی جا رہی تھیں۔

”ذیڈی آرہے ہیں شاید.... تھیما کی پچھے نے انہیں بتاہی دیا۔“ مس داؤ بڑی بڑائی۔

دوسرے لمحے میں ایک دبلا پتلا بوڑھا دروازے میں کھڑا انہیں گھور رہا تھا.... اس کے پچھے ہوئے چہرے پر بڑی بڑی اور چڑھی ہوئی سفید موچھیں بڑی لگ رہی تھیں.... آنکھیں بھوری اور چمکدار تھیں۔

اس نے گنتانی ہوئی آواز میں کہا ”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

”پچھے نہیں ذیڈی....“ مس داؤ آگے بڑھ کر بولی ”یہ بے چارے بھیگ گئے تھے۔“

”یہ بے چارے اب بھی بھیکے ہوئے ہیں... پھر؟“

”میں نے کہا.... یہ اپنے کپڑے خٹک کر لیں.... جب تک بارش بھی ہتم جائے گی۔“

”اور اگر بارش نہ تھی تو؟“ بوڑھے نے تیز لمحے میں سوال کیا۔

”تب پھر....!“

”تب پھر کیا؟.... جلدی بولو.... میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔“

”تب پھر یہ چلے ہی جائیں گے۔“

”بہتر یہی ہے کہ ابھی چلے جائیں۔“ بوڑھے نے کہا۔

عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار بجان ہو گئے تھے۔ ویسے وہ اس بوڑھے کا بہت توجہ اور دلچسپی سے جائزہ لے رہا تھا.... یہی سیٹھ داؤ تھا۔ اس کی ظاہری حالت کہہ رہی تھی کہ وہ اعصابی خلل کا شکار ہے۔ تیزی سے حرکت کرتی ہوئی آنکھوں سے بے چینی مترش تھی۔

”دیکھے.... میں آپ سے کہہ رہا تھا!“ عمران نے مس داؤ کی طرف دیکھ کر رو دینے والی آواز میں کہا۔ ”مجھے جانے دیجئے.... ہمدردیوں کے مستحق صرف جان پہچان والے ہوتے ہیں.... ورنہ لاوارث لاشیں فٹ پا تھوں پر پڑی ہوئی کیوں ملیں۔“

”براہ کرم آپ لڑکیوں کو سیاست نہ پڑھائیے۔“ بوڑھے نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”بہت بہتر۔“ عمران نے کسی کمن پچھے کی طرح مخصوصیت سے سر بلاؤ کر کہا۔

”ڈیڈی! میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔“ مس داؤ نے کامنے سے پہلے ہی مغدرت طلب کر لیتے ہیں ن۔۔۔

”میں نے تو وعدہ نہیں کیا تھا۔“ سیٹھ داؤ نے الجلے بھئے لمحے میں کہا۔

جااؤں گا ہو سکتا ہے یہ میری زندگی کی آخری رات ہو کیونکہ اس وقت سڑکیں پانی میں ڈوبی ہوئی ہوں گی.... اور گثروں کے ڈھکن کھول دیئے گئے ہوں گے.... رات کو مجھے یوں بھی کم بھائی دیتا ہے کسی گثڑ میں پاؤں پڑے گا اور میں ہمیشہ کے لئے بدبو دار پانی میں دفن ہو جاؤں گا۔“

عمران نے خاموش ہو کر ایک سختی سانس لی اور واپس جانے کے لئے مڑا۔

”ٹھہریے!“ مس داؤ نے آگے بڑھ کر کہا ”آپ اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک بارش ہتم نہ جائے۔“

”لیکن وہ صاحب... کیا.... نام ان کا.... جو اجنبیوں کو دیکھنا نہیں پسند کرتے۔“

”اوہ.... آپ فکر نہ کیجئے.... میں انہیں سمجھا لوں گی.... وہ میرے ذیڈی ہیں۔“

”لیکن اگر وہ میرے ہی ذیڈی کی طرح غصہ ور ہوئے تو؟“

”میں نہیں جانتی مس داؤ!“ تھیما بڑھ رہا تھا ہوئی چل گئی۔ ”اسکی ذمہ داری آپ پر ہو گی۔“

”یہ لڑکی بہت چڑچڑی معلوم ہوتی ہے۔“ عمران بولا۔

”ڈیڈی کی سیکرٹری ہے چلے آپ.... بہت بری طرح بھیگ گئے ہیں۔“

وہ اسے اسی عمارت کے ایک کمرے میں لا گیا۔ جہاں فرنچ پر وغیرہ نہیں تھا۔

”دیکھئے اس طرف غسل خانہ ہے.... وہاں آپ اپنے کپڑے تبدیل کر لیجئے۔“ ایک لڑکی نے کہا

”ہائی!“ عمران آنکھیں چھاڑ کر بولا ”لیکن میرے پاس دوسرا کپڑے میں کہاں؟“

”کپڑے....“ لڑکی سوچ میں پڑ گئی.... پھر ایک شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”کیا آپ ٹھوڑی دیر تک چیزیں کوٹ اور بلاوز میں نہ رہ سکیں گے۔ اتنے میں آپ کے کپڑے بھی پر لیں ہو جائیں گے۔“

اس تجویز پر لاکیاں ہنسنے لگیں اور عمران احتمال کی طرح ایک ایک کامنہ سکنے لگا۔

”آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔“ مس داؤ نے سنجیدگی سے کہا ”ابھی آپ کتوں سے ان

کی ہی زبان میں گھٹکو کر رہے تھے.... اب ٹھوڑی دیر کے لئے عورتوں میں عورت بن جائیے۔“

”میں کتنا بن سکتا ہوں.... لیکن عورت بننا میرے بس سے باہر ہے کیونکہ عورت اکنہ بھوکے بغیر ہی کاٹ کھاتی ہے.... اور کئے کامنے سے پہلے ہی مغدرت طلب کر لیتے ہیں ن۔۔۔

”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں.... بارش تھتے ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

”میری زندگی میں یہ چھتیں میری ہیں.... مسٹر آپ کھڑے کیوں ہیں؟“ عمران جلدی سے فرش پر بیٹھ گیا۔

”تحیما!“ سینہ داؤ نے تحیما کی طرف مزے بغیر انتخاب کیا۔ وہاں سے پیچے لمبی تھی.... سینہ داؤ دروازے سے کمرے میں ہٹک آیا۔

”جی!“ تحیما آگے بڑھی۔

”پولیس کو فون کرو!“.... سینہ داؤ نے عمران کے چہرے پر نظر جاتے ہوئے چہا۔ لیکن عمران پر اس جملے کا بھی کوئی اثر نہ ہوا..... وہ گونگے اور بہرے آدمیوں کی طرح ایک ایک کی صورت دیکھتا رہا۔

”بہت بہتر جناب!“ تحیما جانے کے لئے مزدی۔

”خہرو!“ مس داؤ نے تحیما لجھ میں کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔... ہرگز نہیں ہو سکتا۔... ذیڈی میں زبر کھالوں گی.... آپ مجھے ڈیل کر رہے ہیں۔“

”تحیما جاؤ!“ سینہ داؤ غرایا۔

”تحیما چل گئی۔“

”ذیڈی! یہ نہیں ہو سکتا۔“

”تم اپنے کمرے میں جاؤ!“ سینہ داؤ نے اسے تیز نظروں سے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”میں ہرگز نہیں جاؤں گی.... اگر آپ نے انہیں پولیس کے حوالے کی تو اپناتھ بولگا۔“

”سیاہام سے پبلے سے جانتی ہو؟“ دفعتاً داؤ کا لہجہ نرم ہو گیا۔

”نہیں! میں ان کے نام سے بھی واقف نہیں ہوں۔“

”تب تمہارے دماغ میں فتور ہے۔“

مس داؤ عمران کی طرف مزدی، جواب بھی سادہ ہوؤں کی طرح پاتختی۔۔۔ فریض پر جما ہوا تھا۔

”آپ چلے جائیے! میں بہت شرمندہ ہوں! خدا کے لئے پولیس کے آنے۔۔۔ پہنچے چلے جائیے.... ذیڈی تھریں!“

”پولیس کو آنے دیجئے.... اس کی پرواہ مجھے نہیں ہے!“ عمران نے ایک شنیدہ اندر زمیں

ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”پھر آپ پاگل ہیں! جائیے خدا کے لئے!“

”نہ میں خدا کے لئے آیا تھا اور نہ خدا کے لئے جاؤں گا!“ عمران نے کسی ضدی نیچے کی طرح کہا۔ یہ کیا تم ہے کہ الود کو مہمان خانے میں جگہ ملے اور آدمی کا پٹھا سڑکوں پر بھیکتا پھرے.... وہ بھی.... لا حول.... کنفوشس نے کہا تھا....“

”کیا....؟“ سینہ داؤ کامنہ حیرت سے پھیل گیا ”کیا کہا تم نے؟“

”بھی کہ میں آدمی کا پٹھا ہوں.... الود کا نہیں.... جی ہاں!“

”تم کون ہو؟“ داؤ نے خوفزدہ سی آواز سے پوچھا.... اس کے چہرے کی ساری سختی یکخت نہایت ہو گئی تھی۔

”آہا! کیا آپ کو یقین نہیں ہے کہ میں آدمی ہوں؟“

”ذیڈی کا مطلب ہے کہ آپ کا نام کیا ہے؟“ مس داؤ جلدی سے بولی ”رات کا شہزادہ!“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے کہا اور سینہ داؤ کو غالباً خود کو سنبھالے رکھنے کیلئے دیوار سے جالگا۔۔۔ اتنے میں راہداری سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی۔

آنے والی تحیما تھی.... وہ جہاں سے بھی آئی غالباً دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ کیونکہ اس نے گھنستگو کیلئے ہونٹ توکھو لے تھے لیکن چوتھی ہوئی سانسوں نے ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہ دیا۔ ”مسٹر داؤ دیلیز....!“ وہ بکشکل تمام کہہ سکی.... ایک.... ایک.... منٹ کے.... لئے ادھر آئے....!

اس نے کمرے سے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ داؤ نے ایک بار پھر سہی ہوئی آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

تینوں لڑکیاں خاموش کھڑی عمران کو گھور رہی تھیں۔ انہوں نے بھی داؤ کے روئے میں اس فوری تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا۔

”ہاں!“ عمران سر بلکر بولا ”پیٹی کوٹ.... اور بلاوز سے کام چل جائے گا۔ لیکن جلدی سمجھے.... مجھے سردی محسوس ہونے لگی ہے اگر بخار آگیا تو میں آسمان سر پر اٹھا لوں گا۔“ مس داؤ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی عمران کے قریب آئی اور اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”آپ کون ہیں؟“

”لا جوں... ولا قوہ...!“ عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو اپنے گلے میں ایک سائنس بورڈ لٹکایتا۔“

”ڈیڑی یک بیک خوف زدہ کیوں ہو گئے تھے... میری بات کا جواب دیجئے...“

”ارے وو....“ عمران ہنسنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ”وہ لڑکی بڑی عقائد ہے انہیں ہٹالے گئی.... ورنہ میں جلا کر بھس کر دیتا.... فقیروں سے دل گلی ہنسی کھیل نہیں ہے... آپ نے میری سیوا کی ہے۔ اس لئے جو دل چاہے پوچھ لیجئے... شے کا نمبر.... لاثری کا نمبر کسی معنے کا صحیح حل.... مقدمے میں کامیابی ہو گئی یا ناکامی.... شوہر کالا ہو گایا گورا... وغیرہ وغیرہ... ہپ...“

”ہاتھ دیکھنا بھی جانتے ہیں آپ؟“ ایک لڑکی نے پوچھا۔ ویسے اسے بہت زور سے ہنسی آ رہی تھی۔

”ہاں... جی ہاں!“

”ذر امیر اہاتھ تو دیکھئے“

”لائے....“ عمران نے اپنا ہاتھ بڑھادیا۔

وہ دو یا تین منٹ تک اس کا ہاتھ الٹ پلٹ کر دیکھا رہا۔ پھر اسے چھوڑ کر اپنا گال کھجانے لگا۔

”کچھ بتایا نہیں آپ نے!“ لڑکی نے کہا۔

”آہا! کیا عرض کروں.... سب ٹھیک ہے.... آپ کے ہاتھ بہت خوبصورت ہیں مگر یہ ناخن بڑھا کر اپنی انگلیوں پر ٹلم کیا ہے.... قیامت کے دن ان میں کیلیں ٹھوک دی جائیں گی.... علمائے کرام یہی کہتے ہیں....!“

”مشر...!“ مس داؤد جھنجھلائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”اب بڑا کرم آپ یہاں سے کھسک جائیے۔“ عمران ٹھوڑا سا آگے کھسک گیا۔

”نہیں سن آپ نے....?“

”کھسک تو گیا۔“ عمران نے لاپرواں سے کہا اور پھر دوسری لڑکی سے بولا ”کیا آپ ہاتھ نہیں دکھائیں گے۔“

”جی نہیں.... شکریہ!“ جواب ملا۔

”آپ اٹھتے ہیں پائیں نو کروں کو بلاؤ!“ مس داؤد نے کہا۔

”خدا کی قسم میں نو کروں کے ہاتھ ہرگز نہیں دیکھوں گا!“

”اچھا تو پھر ٹھہریے....“ مس داؤد دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن اسے دروازے ہی میں رک جاتا ہو۔ اگر نہ رکتی تو یقینی طور تھیں میسا سے مکرا جاتی جو آندھی اور طوفان کی طرح کرے میں داخل ہوئی تھی اس پار پھر وہ بڑی طرح ہاپ رہی تھی۔ شاید اسے دوڑ کر ہی آنا پڑا تھا۔

”مشر... ذرا سینئے.... میرے ساتھ آئیے....“ اس نے عمران سے کہا۔ عمران فرش سے اٹھ گیا۔

(۸)

تھیں اور عمران بڑی تیری سے راہداری طے کر رہے تھے۔ آخر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے اور تھیں اور دروازہ بند کر دیا۔

”میں آپ سے معافی پاہتی ہوں!“ اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”جو کچھ بھی ہوا ہادا نسلگی میں ہوا۔“

”سب ٹھیک ہے!“ عمران بڑھا۔

”اہمی کچھ دیر قمل روشنی نے آپ کے متعلق فون کیا تھا...“ پھر میں نے سوچا کہ یہ آپ ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ میں آپ کے بارے میں روشنی سے سب کچھ سن چکی ہوں۔ میں نے اس سے استدعا کی تھی کہ آپ کو کچھ دنوں کے لئے یہاں بھیج دے۔ روشنی میری دوست ہے۔“

”اچھا تو اب کام کی بات شروع کر دو۔ مجھے بہت کم فرصت رہتی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”مشر داؤد ایک پرائیویٹ سر اگر سماں چاہتے ہیں۔“

”اس قسم کے جانور عموماً انگلینڈ اور امریکہ ہی میں پائے جائے ہیں۔ اپنے یہاں ان کی گنجائش نہیں.... آگے کہو!“

”اوہو! میں جانتی ہوں کہ یہاں پر ایسویٹ سر اگر سماں کے لائن فس نہیں دیئے جاتے۔“

”پھر؟“

”کچھ نہیں! مجھے علم ہے کہ آپ کسی نہ کسی طرح اپنا کام چلاہی لیتے ہیں۔“

”اچھا.... چلا لیتا ہوں.... پھر؟“

”پھر یہ کہیاں بھی چلائے!“ تھیلما نے مسکرا کر کہا۔
”خوب! لیکن کام کی نوعیت؟“

”اقاق سے یہ مسئلہ کم از کم میرے لئے اتنا بجا ہوا ہے کہ شاہد کام کی نوعیت بھی آپ ہی کو دریافت کرنی پڑے۔۔۔ اتنا میں آپ کو بتا سکتی ہوں کہ مسٹر داؤڈ پچھلے پندرہ دنوں سے بہت زیادہ خائن نظر آ رہے ہیں۔ لیکن خوف کی وجہ انہوں نے مجھے نہیں بتائی۔۔۔ بس وہ ایک پرائیوریٹ سر اگر ساں چاہتے ہیں، جو ہر وقت ان کے ساتھ رہے۔“

”اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتیں؟“
”نہیں۔۔۔ مگر ایک بات اور۔۔۔ وہ نہ جانے کیوں آپ سے بھی ڈر گئے ہیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا کہ آپ وہی آدمی ہیں جس کے لئے میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔“

”تم نے وجہ نہیں پوچھی۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں! وہ بھی کسی بات کی وجہ نہیں بتاتے۔“
عمران کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ”تو پھر مجھے صرف ان کے ساتھ رہنا ہو گا۔“

”جی! ہاں!“

”اور پھر مجھے بتانا ہو گا کہ وہ کس سے اور کیوں خائن ہیں!“

”تمہارا نام تھیلما ہے۔۔۔ ہے تا!“

”ہاں! میرا بھی نام ہے۔۔۔ روشنی۔۔۔“

”روشنی کو جہنم میں جھوکو۔۔۔ ہاں تو مس تھیلما۔۔۔ مسٹر داؤڈ کی دوسری بیوی کی کیا عمر ہو گی؟“
”کیوں؟ میرا خیال ہے کہ وہ پچیس سال سے زائد عمر کی نہیں ہیں۔ لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”کچھ نہیں! میں بچپن ہی سے سوچتا آیا ہوں کہ اگر کسی مالدار بوڑھے کی نوجوان بیوی اپنے اوپر عاشق ہو جائے تو بقیہ زندگی بڑے آرام سے کٹ سکتی ہے!“
”تھیلما حیرت سے اسے گھوننے لگی۔“

”مس تھیلما۔۔۔ ان کا نام کیا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
”شاداں۔۔۔ مگر آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔“

43
”شاداں۔۔۔ اب اپنارا نام ہے۔“ عمران مختصر سائنس لے کر بولا۔

”مسٹر عمران آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟“

”یہ بہت فرشت کلاس باتیں ہیں مس تھیلما! اگر عاشق ہوتا بری بات ہوتی تو دنیا کی متiden ترین قومیں اپنا عشقیہ لڑ پچھر خریہ انداز میں نہ پیش کرتیں۔“

”مسٹر عمران میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔“

”یہ میری بد نصیبی تھی۔۔۔ ورنہ۔۔۔ مس تھیلما۔۔۔ جس طرح ہمارے باپ دادا عشق کرتے چلے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی اس کا حق رکھتے ہیں آپ نے شاہد۔۔۔ ہیر لیل۔۔۔ اور رانچا جوں نہیں پڑھی۔۔۔ ضرور پڑھیں۔۔۔ پھر آپ بھی عشق کی قابل ہو جائیں گی۔۔۔ فی الحال میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ میرے کپڑے بیکے ہوئے ہیں۔“

”آپ نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔“

”ارے واہ! الجھن کسی۔۔۔ اگر آپ نہیں چاہتیں تو سجاد مجھے گا شاداں کو۔۔۔ یہی کہ مجھ پر عاشق نہ ہوں۔۔۔ کمال کر دیا۔۔۔ کوئی زردستی تھوڑا ہی ہے۔۔۔ ویسے اگر عاشق ہو جاتی تو اپنچا تھا۔۔۔ خیر ہٹائیے۔۔۔ میں سیٹھ داؤڈ کے لئے مفت کام کروں گا۔۔۔ دن رات یہیں قیام رہے گا۔ محض آپ کی خاطر۔۔۔ آپ روشنی کی دوست ہیں ہا!“

(۹)

سیٹھ داؤڈ مختصر بانہ انداز میں عمران کی طرف مڑا۔۔۔ اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ کھڑکی کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا باہر جھانک رہا تھا۔

”آپ میرے لئے کیا کر سکیں گے؟“ داؤڈ نے پوچھا۔

”میں۔۔۔ ٹھہریے۔۔۔ پہلے یہ بتائیے۔۔۔ کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟“
”کسے؟“

”جس سے آپ خائن ہیں؟“

”میں۔۔۔ کسی سے خائن نہیں ہوں۔“

”پھر آپ کو ایک پرائیوریٹ سر اگر ساں کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟“
”داؤڈ کچھ نہ بولا۔۔۔ اس کے چہرے پر ذہنی چھپی ذہنی الجھن مو جیں مارنے لگی تھی۔“

”کیسی حالت میں؟“ عمران نے سریلی آواز پھر سئی۔

”اوہ.... وہ اس کے کپڑے بھیگ گئے ہیں!.... وہ.... وہی ہے.... روپ گنروالی فیکٹری کا بنا تجویز.... آج یہاں آیا تھا.... بارش میں کپڑے بھیگ گئے.... اور اب اس کے جسم پر صرف ایک چادر ہے۔“

”بہانہ.... عذر لنگ!“ سریلی آواز پھر تیز ہو گی ”وہ تھیلما کی بچی اب یہاں نہیں رہ سکتی۔“
”ارے یہاں تھیلما نہیں ہے! کیوں خواہ نخواہ....“ داؤد گڑایا۔

”تو پھر کسی اجنبی کی موجودگی بھی بکواس ہے۔“

”نہیں محترمہ یہ حقیقت ہے!“ عمران نے ہانک لگائی۔

پتہ نہیں پھر کیا ہوا.... اچانک سیٹھ داؤد آواز کے ساتھ دروازہ بند کر کے عمران کی طرف مڑا۔ اس کے ہونٹوں پر خفت آیز مسکراہٹ تھی۔

”یہ عورتیں بھی بڑی شکنی ہوتی ہیں۔ داؤد نے کہا“ دیکھا آپ نے!

”جی ہاں.... کیا نیگم صاحبہ تھیں؟“

داؤد اثبات میں سر ہلاتا ہوا بولا ”حالانکہ وہ ایک موڈرن عورت ہے! لیکن ذہنیت ہزار سال پرانی رکھتی ہے.... اسے تھیلما کی موجودگی پسند نہیں! لیکن تھیلما کے بغیر میرا کام نہیں چل سکتا.... آس.... اوہ بہت ذہین لڑکی ہے۔“

”ہاں.... آس.... اب ہمیں پھر اصل موضوع کی طرف لوٹ جانا چاہئے۔“

”یقیناً.... یقیناً....“ داؤد میز کے گوشے سے نکلا ہوا بولا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کے مہمان خانے ہی میں مقیم ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ کیسے معلوم ہوا آپ کو؟“

”بن معلوم ہو گیا شہر میں ہونے والی ساری انوکھی باتوں کا مجھے علم رہتا ہے۔“

”تب پھر آپ اس کی شخصیت سے بھی واقف ہوں گے.... مجھے یقین ہے۔“ داؤد بولا۔

”نہیں! لیکن اب میں اس سے جان پہچان پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

”دیکھے! آپ مجھے بہلارہے ہیں۔“ داؤد نے کہا ”اگر آپ مجھے اس کی شخصیت سے آگاہ کر دیں تو کل صبح تین لاکھ کے مالک بن سکتے ہیں۔“

”کیا آپ اسے نہیں جانتے؟....“ داؤد کپکپاتی ہوئی آواز میں آہستہ سے بولا۔

”بھلا میں کیا جانوں!“

”پھر آپ نے الو.... اور رات کے شہزادے کا حوالہ کیوں دیا تھا؟“

”آہ.... وہ....“ عمران بچوں کی طرح کھلکھلا کر بنس پڑا ”وہ تو میرے دوست مجھے الو کہتے ہیں اور میں خوش ہوتا ہوں.... کیونکہ الو کاشاعر نام شہزادہ شب ہے!“

”آپ جھوٹ بول رہے ہیں جتاب.... خیر تو آپ بھی اس کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتے ہیں۔“ داؤد نے کہا.... اگر آپ اسے پہچانتے بھی ہوں تو میں آپ کو مالا مال کر سکتا ہوں....

”تین لاکھ روپے کم نہیں ہوتے.... میں نے اس کے لئے تین لاکھ روپے الگ کر دیے ہیں۔“

”کیا آپ اسے نہیں پہچانتے؟“ عمران نے سمجھی گئی سے پوچھا۔

”نہیں!....“ دفعہ دا دو کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ”اگر میں اسے پہچانتا ہوتا تو وہ آج زمین پر نہ ہوتا۔“

”بڑی عجیب بات ہے.... مگر آپ اس سے خالق کیوں ہیں!“ عمران نے پوچھا۔

”اس کا تعلق صرف میری ذات سے ہے۔“

”خیر میں سمجھا.... مجھے علم ہے کہ وہ ایک بلیک میلر ہے!“ عمران سر زلا کر بولا۔

”اور آپ اسے پہچانتے ہیں۔“ داؤد نے مضطرباہے انداز میں کہا۔

”نہیں جتاب.... اسے شاہد کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔“

”لیکن تھیلما کہہ رہی تھی کہ آپ اسے پہچان لیں گے۔“

قبل اسکے کہ عمران کچھ کہتا کہی نے دروازہ پر دستک دی اور ساتھ ہی ایک نسوانی آواز آئی۔

”کیا میں اندر آسکتی ہوں؟“

عمران نے داؤد کی بوکھاہٹ محسوس کر لی۔ داؤد نے عمران کی طرف دیکھا جو بھیکے ہوئے

کپڑے اتار کر صرف ایک چادر لپیٹے بیٹھا تھا۔

”موقع نہیں ہے۔“ داؤد نے بوکھائے ہوئے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ سریلی آواز درشت ہو گئی۔ اور داؤد دروازے کی طرف جھپٹا۔ دروازے

میں تھوڑا سادو رہ کرے آہستہ سے بولا۔ ”یہاں ایک اجنبی ہے اور ایسی حالت میں ہے کہ...“

تمہارا آنماض نہیں۔“

”بڑی عجیب بات ہے جناب! وہ آپ کے مہمان خانے میں مقیم ہے اور آپ اس کی شخصیت سے واقف نہیں ہیں۔“
”ہاں یہ حقیقت ہے! مہمان خانے میں اس وقت بارہ آدمی ہیں.... اور ان میں سے کوئی ایک وہی ہے۔“

”لیکن آپ کو اس کا علم کیسے ہوا کہ وہ آپ کے مہمان خانے ہی میں موجود ہے۔“

”خود اسی نے مجھے ایک خط کے ذریعہ اس سے آگاہ کیا ہے۔“

”اس خط کے ساتھ اوکی تصویر بھی رہی ہو گی۔“

”اوہ.... آپ یہ بھی جانتے ہیں!“ سیٹھ داؤ نے حیرت سے کہا۔

عمران سر ہلا کر بولا ”جی ہاں! میں جانتا ہوں! اچھا... کیا وہ آپ کو کسی معاملے میں بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔“

”ہاں آں.... چلنے بھی سمجھ لیجئے۔“

”مسٹر داؤ... ایک بات سمجھ میں نہیں آتی.... آخر اس نے آپ ہی کے یہاں کیوا قیام کیا ہے؟“

”محض مجھے خوفزدہ کرنے کے لئے یہ جانتے کے لئے کہ وہ ہر حال میں مجھ سے اب مطالبات منواہ سکتا ہے.... میرے قریب رہ سکتا ہے لیکن میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔“

”کیا حقیقتاً اس کا تعلق جنوبی افریقہ سے ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں اس کے بارے میں دو ثوپ سے نہیں کہہ سکتا ویسے اس وقت جنوبی افریقہ کے تاجروں میرے مہمان خانے میں مقیم ہیں۔“

”کیا مہمان خانہ صرف جنوبی افریقہ کے تاجروں کے لئے ہے؟“

”نہیں۔ یہ ضروری نہیں.... چہ تاجر ایسے بھی ہیں جنہوں نے کبھی جنوبی افریقہ لی بھی دیکھی ہو گی۔“

”کیا آپ کرار نامی کسی آدمی سے واقف ہیں؟“

”کیوں؟... نہیں تو.... یہ نام میرے لئے نیا ہے۔“

”آپ فگارو کے نیجر کو جانتے ہیں؟“

”نہیں میں نہیں جانتا لیکن آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟“
”بس یونہی.... میں نے سوچا....“ عمران داؤ کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”ہاں! کیا آپ میرے سوچنے پر بھی پابندی لگا سکتے ہیں؟“

”مطلوب یہ کہ اس بات کے سوچنے کی کوئی وجہ ہو گی۔“

”جی ہاں! بالکل اسی طرح کہ میں آپ سے کرار کی باتیں کیوں دریافت کر رہا ہوں۔ کرار کو آپ نہیں جانتے.... فگارو کے نیجر سے بھی واقف نہیں۔ لیکن آپ فگارو کے نیجر کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ ایسے کام نہیں چلے گا! داؤ صاحب! آپ کی مقصد براری اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش نہ کریں۔“
”اور آپ مجھ سے سب کچھ چھپاتے رہیں۔“ داؤ مسکرا لیا۔

”میں کیا چھپا رہا ہوں؟“ عمران نے حیرت ظاہر کی۔

”آپ اس بلیک میلر کو جانتے ہیں؟“

”نہیں۔ میں قطعی نہیں جانتا۔“

”پھر آپ نے اس سلسلہ میں فگارو کے نیجر کا نام کیوں لیا؟“

”آہا... مسٹر داؤ... تو آپ فگارو کے نیجر کو جانتے ہیں!“

”ہاں میں جانتا ہوں لیکن آپ اس سلسلے میں اس کا نام کیوں لے رہے ہیں۔“
اس لئے کہ مجھے یہ بات اسی نے بتائی تھی.... کہ ایک خطرناک آدمی آپ کے مہمان خانے میں مقیم ہے۔

”اوہ.... داؤ مضربرانہ انداز میں اٹھ کر ٹھیٹھے گا۔“

”لیکن آپ کو اس نے بتایا کیوں؟“ داؤ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

عمران چند لمحے اسے غور سے دیکھا رہا۔ پھر بولا۔ ”کرار فگارو کا ایک حصہ دار تھا۔ کل کسی نے اسے پر اسرار حالات میں قتل کر دیا.... کرار میرا موکل ہالہنڈا مجھے فگارو کے نیجر سے پوچھ کر لی پڑی۔ اس نے بتایا کہ کرار ایک خطرناک آدمی کے پیچھے تھا.... اس نے فگارو کے نیجر سے کہا تھا کہ اگر وہ اس آدمی پر قابو پا گیا تو کافی دولت پیدا کر سکے گا.... اور نیجر نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ خطرناک آدمی آپ کے مہمان خانے ہی میں مقیم ہے۔“

” غالباً بچھلے ہفتے میں“ سیٹھ داؤ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”میرے خدا اب سارے معاملات خود بخود صاف ہوتے جا رہے ہیں۔ شاید مرنے والا اس خطرناک آدمی کو پہچانتا تھا!.... کیونکہ اس نے مجھے دھمکی دی تھی.... جب میں نے لائچ دینے سے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ وہ مجھے دیکھ لے گا کیونکہ میں نے ایک بہت بڑے مجرم کو اپنے مہمان خانے میں نہیں رکھا رکھا ہے۔ اس وقت مجھے اس بلیک میلر کا خط نہیں ملا تھا۔ لہذا اس کی طرف خیال بھی نہیں گیا۔ بہر حال مجھے پار کر کر کی اس بے تکلیفی پر غصہ آگیا اور میں نے اسے دھکے دے کر نکلوادیا.... یقیناً مسٹر عمران!.... وہ اس بلیک میلر کو پہچانتا تھا!.... اسی لئے اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے.... وہ آدمی جس کا نشانِ الہ ہے.... انتہائی سفاک اور بیدرد آدمی ہے۔“ داؤ داؤ خاموش ہو گیا.... عمران نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

(۱۰)

داؤ پر بیثان تھا۔ وہ جلد از جلد اس قصینے کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ اس نے عمران کو یہ نہیں بتایا کہ وہ اس بلیک میلر کو پہچانا کیوں چاہتا ہے۔ عمران کو اس کے بیہاں رہتے ہوئے تین دن ہو چکے تھے اور اب تک اس نے بظاہر دن بھر مخفی مخفی سانسیں بھرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کیا تھا۔

اس نے بچھ شاداں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ شاداں بڑی پر کشش عورت تھیں۔ غدو خال تکھے تھے اور ان کی مناسبت سے وہ تھی بھی تیز مزاج!.... عمران اسے ابھی تک اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکا تھا.... تھیسا عمران کی حرکتیں دیکھتی اور سر پیٹ کر رہ جاتی۔ وہ روشنی کی دوست تھی اور اسے عمران کے متعلق روشنی ہی سے سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔

دوسری طرف داؤ کی لڑکی شاہدہ سخت تھیں تھی۔ حالات ہی ایسے تھے۔ عمران اس خاندان میں بڑے عجیب انداز سے داخل ہوا تھا.... اور پھر کہاں داؤ کی وہ دھمکی اور کہاں یہ کہ عمران دیں رہنے ہی لگا تھا وہ ایک بارش میں ہیکھلے ہوئے آدمی کی حیثیت سے پناہ لینے کے لئے وہاں آیا تھا پھر داؤ نے اسے نکالنا چاہا!.... بات اتنی بڑی ہی کہ داؤ نے پولیس کو بلانے کی دھمکی دی.... بھروسی صبح داؤ ہی کی زبان سے سن گیا کہ وہ اس کی ایک فیکری کانیا نہیں تھا لیکن یہ عجیب و

” بڑی عجیب بات ہے۔“ داؤ نے گردن جھٹک کر کہا ”فگارو کے نیجر کو میں ایک دوسری حیثیت میں جانتا ہوں۔“

” کیا آپ مجھے بتائیں گے؟“

” میں نہیں سمجھتا کہ میں اس واقعہ کو کیوں چھپاؤں۔“

” عقلمندی کے خلاف ہے جتاب!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

” فگارو والے شراب کے اسٹلگ کرتے ہیں۔ ایک بار انہوں نے دھوکا دے کر میرے کچھ لائچ استعمال کئے تھے۔ آپ شاید نہ جانتے ہوں کہ بند رگاہ کے قریب میرے پچھتر عدد لائچ رہتے ہیں۔ میں نے فگارو کے نیجر کو اس سلسلے میں بہت ترازا تھا۔“

” کیا آپ نے اس اسٹلگ کے سلسلہ میں کرار کا نام کبھی نہیں سن؟“

” نہیں۔ میں نے کبھی نہیں سن۔“

عمران کچھ سوچنے لگا.... بھر اس نے میز پر سے اپناواڑ پروف پر س اٹھایا اور اس میں سے چند تصویریں نکال کر سیٹھ داؤ کے سامنے ڈال دیں۔“

” کرار ہی ہے!....“ اس نے کہا.... ” ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسے کبھی دیکھا ہو۔“

” آہا.... اوہ.... یہ تو.... مگر“ داؤ خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

” کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

” ہاں آں.... لیکن آپ کہتے ہیں کہ اس کا نام کرار تھا!....“

” کیوں.... آپ اس کو کسی دوسرے نام سے بھی جانتے ہیں۔“

” یہ تو مجھ سے اکثر ملتا ہا ہے.... مگر اس نے مجھے اپنا نام پار کر بتایا تھا.... اور یہ!“

میرے لائچ کی غیر قانونی کام کے سلسلے میں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ ٹاکا حصہ دار تھا تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہ بھی شراب کی اسٹلگ ہی کے چکر میں رہا ہو۔“

” ہاں کہتے چلے!“ عمران سر ہلا کر بولا ” غالباً آپ نے لائچ دینے سے انکار کر دیا ہو گا۔“

” قطی!.... میں بہت محاط آدمی ہوں!.... اور ہاں اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ افریقہ میں بھی رہ چکا ہے۔“

” وہ آخری بار آپ سے کب ملا تھا؟“

اعتبار سے بہت سترہ آدمی ہے.... ویسے وہ بلیوں کی سی آنکھیں رکھتا تھا جن کی رنگت چہرے ہ زاویہ بدلتے ہی تجدیل ہو جایا کرتی تھی۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت عورتوں کو ہنسانے میں صرف کرتا تھا.... حالانکہ وہ جو بات بھی کہتا اس میں لصփ اور بھوٹنے پن کی جھلک ضرور ہوتی۔

اس وقت بھی یہ چاروں رات کے کھانے کے بعد اسٹڈی میں موجود تھے۔ قبودہ ختم کر کے ان میں سے کئی اٹھ گئے۔ شاداں اور ہائیل خلیل پاگ کھلینے چلے گئے۔ کچھ دیس ناش کھلیتے رہے۔ عبدالرحمن اور داؤد کسی مسئلے پر الجھ پڑے تھے اور ان میں بڑی گرامگرم بحث ہو رہی تھی۔ عمران نے اسی کمرے کی راہی جہاں پاگ پاگ کی میز رکھی۔ یہاں کھلیل شروع ہو چکا تھا۔ کسی تیرے کی عدم موجودگی کی بنا پر وہ خود ہی اپنے پوانٹ گن رہے تھے۔ عمران نے محسوس کیا کہ ہائیل کو اس کی موجودگی گراں گذر رہی ہے۔ مگر عمران کی نظریں تو شاداں کے چہرے پر تھیں اور شاداں ایسی لاپرواہ نظر آرہی تھی جیسے اسے کسی تیرے آدمی کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ شاداں اسے اپنا لازم سمجھتی تھی۔ وہ کچھ اسی قسم کی عورت تھی... مغدر... بد دماغ... اور ننگ نظر....

عمران میز کے قریب کھڑا ہو کر کھلیل دیکھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ میز کی طرف سر کتا ہی جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ میز پر نہ جانے کیا دیکھنے کے لئے اتنا جھکا کہ اس کا سر شاداں کی چینیکی ہوئی گیند کی زد پر آگیا۔

”آپ بالکل گدھے ہیں کیا؟“ شاداں چیخی۔

”اوہ....!“ عمران بوکھلا کر سیدھا ہوتا ہوا بولا۔ ”میں معافی چاہتا ہوں۔“

”موñی چاہتا ہوں۔“ شاداں جھنجھلاہٹ میں ہونٹ بھیج کر بولی۔

”چیچھے ہئے....“

عمران دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب وہ کسی فوجی کی طرح تاکھڑا ہوا تھا.... لیکن شاداں یہ نہ دیکھ سکی کہ اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں.... وہ پھر کھلیل میں مصروف ہو گئی تھی.... عمران اسی طرح کھڑا میوز تا اور آنسو بہا تاہا۔ اس وقت وہ حد درجہ متعملکہ خیز نظر آرہا تھا.... پھر وہ کنارے پڑی ہوئی کر سیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر باقاعدہ طور پر رونے لگا.... مگر آواز سکیوں سے زیادہ نہیں بڑھی.... ویسے وہ

غیری بات پھیلنے نہیں پائی۔ اس رات شاہدہ کے ساتھ اس کی دو سہیلیاں تھیں جو بارش تھتے ہی اپنے گھروں کو چلی گئی تھیں۔ تھیلیما داؤد کی راہداری تھی.... شاداں کو اس واقعے کی اطلاع ہی نہ ہو سکی.... رہ گئی شاہدہ تو اسے داؤد نے منع کر دیا تھا کہ وہ اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرے لیکن شاہدہ کو اصل واقعات سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

وہ سب ایک ہی میز پر کھانا کھاتے.... کھانے کے بعد اسٹڈی میں قبودہ نوشی کے لئے نشست ہوتی اور بھی بکھار دہاں تاش بھی ہونے لگتا۔ ویسے داؤد بڑا زندہ دل آدمی تھا۔ ہر قسم کی تفریح میں حصہ لیتا اور یہ بات قطعی بھول جاتا کہ وہ ایک بمعمر آدمی ہے اور عمر کی مناسبت سے اسے سنجیدہ بھی ہونا چاہئے۔

اکثر جنوبی افریقہ کے چار مہماں بھی ان میں آبیٹھتے.... ان کے داؤد سے بہت قریبی تعلقات تھے یہ چاروں ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔ ان میں عبدالرحمن تھا.... بھاری بھر کم جسامت والا.... عمر بچا س سے تجاوز کر چکی تھی اور اس کے بڑے سے چہرے پر رومن نیروکٹ موچھیں بہت بری لگتی تھیں۔ شیو کرتے وقت نچلے ہونٹ کے نیچے تھوڑے سے بال چھوڑ دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ نسل اخالص عرب ہے مگر داؤد نے عمران کو بتایا تھا کہ اس کی دادی نیگر میں تھی۔

دوسرा خلیل خاور تھا اس کی عمر تیس سے زیادہ نہ ہو گی۔ کافی پر کشش شخصیت کا مالک تھا لیکن اسے بات بات پر ہنسی آتی تھی اسی لئے وہ پر کشش ہونے کے باوجود بھی دوسروں پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈال سکتا تھا۔

تیرا جاؤ اکرم تھا.... بہت ہی کم گو اور دوسروں کی باتیں غور سے سننے والا.... خود اس کی معمولی سی بات بھی کافی گہرائی رکھتی تھی۔ عمران نے اسے ابھی تک دانت کھول کر بہتے نہیں دیکھا تھا۔ جب دوسرے قبھے لگاتے تو اس کے ہونٹوں میں خفیف سا پھیلاؤ پیدا ہو جاتا۔ لیکن آنکھیں ناچی ہوئی معلوم ہوتی۔ اگر اس کے ہونٹوں کو نظر انداز کر کے آنکھوں ہی طرف دیکھا جاتا تو عالم خیال میں اس کے قبھوں کی گونج ضرور سنائی دیتی۔ یہ بھی جوان العمر ہی تھا اس کی آنکھیں ہر وقت سوچ میں ڈوبی ہوئی سی معلوم ہوتی۔

چو تھا ہائیل خلیل تھا.... یہ یہودی تھا.... لیکن داؤد کا خیال تھا کہ وہ عادات و خصائص کے

سکیاں ہی اتنی زور دار تھیں کہ گیند اور ریکٹوں کی "کھاکھٹ" ان میں دب کر رہے تھے۔
کھلیں بند ہو گیا۔

پہلے وہ دونوں دور ہی سے عمران کو دیکھتے رہے بھر قریب آگئے۔ لیکن وہ کرتے کیا۔۔۔
بس کھڑے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہے۔ عمران کی سکیاں اور بچکیاں تیز ہوتی جا رہی
تھیں۔ ان دونوں کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ شاداں اتنی خفیف ہوئی تھی کہ اس کی
پیشانی کی وہ ہلکی سی سلوٹ بھی غائب ہو گئی۔ جو تقریباً ہر وقت نظر آیا کرتی تھی اور محض اس
سلوٹ کی بنا پر اس کے خدوخال مستقل طور پر تیکھے معلوم ہونے لگے تھے عمران کے دونوں
ہاتھ بدستور چہرے پر چھے رہے۔۔۔ ان دونوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف بے نبی سے
دیکھا اور چپ چاپ وہاں سے کھک گئے! عمران راہداری میں ان کے قدموں کی آوازیں سنتا
رہا۔ جو آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھیں۔

عمران نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے۔۔۔ ہونتوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ تھی اور
آنکھیں بالکل خلک تھیں۔
اس نے وہ ریکٹ چیک سے پکڑ کر اٹھایا جس سے ہاتھ کھلیں رہا تھا اور جب سے پرانا اخبار
نکال کر اسے اس میں لپیٹ لیا۔
اور پھر اس کے بعد چیو نگم چیانا بھی شاکنڈ فرائض ہی میں داخل تھا۔

(11)

دوسری صبح ناشتے کی میز پر عمران نہیں تھا اور مہماں میں سے صرف ہاتھ وہاں نظر آ رہا
تھا اور وہ شاداں کے دائیں طرف تھا۔ دائیں طرف کی کرسی خالی تھی۔ یہاں کھانے کی میز پر
کسی کا انتظار نہیں کیا جاتا تھا۔

عمران دیر سے پہنچا۔ داؤ نے سر کے اشارے سے اسے خوش آمدید کیا! بقیہ لوگ اسے
غور سے دیکھنے لگے۔ عمران کا چہرہ اتر اہوا تھا۔۔۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رات بھر جا گتا رہا ہو۔
آنکھیں پکھ رہی روئی تھیں۔ اور ان میں سرخ ذورے بہت واضح تھے۔

عمران شاداں کی دائیں جانب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس طرح اچھل پڑا جیسے بے خیال
میں اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔۔۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے شاداں کی طرف دیکھا اور اٹھ

کر دوسرا کرسی پر جا بیٹھا۔ شاداں اسے برابر گھورتی رہی۔
”کیا بات ہے؟۔۔۔“ داؤ نے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ بات یہ ہے کہ اس وقت میرا دماغ۔۔۔“ وہ اپنے سر پر ہاتھ نچاتا
ہوا بولا۔۔۔ ”یعنی کہ میرا دماغ۔۔۔ کچھ یوں یوں ہو رہا ہے۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔ رات بھر
نید نہیں آئی۔۔۔ اور۔۔۔ ارے۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ جی ہاں!۔۔۔“
اس نے احتمانہ انداز میں زبردستی ہنسنے کی کوشش کی۔۔۔ داؤ دکھانے میں مشغول ہو گیا۔
پھر عمران نے بھی ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ شاداں کبھی کبھی سکھیوں سے اسے دیکھ لیتی تھی!
ہاتھیں صرف کافی پی رہا تھا اور اس وقت اس کی توجہ کامر کر داؤ کی لڑکی شاہدہ تھی۔ وہ اسے
اپنے چکلوں اور لطیفوں سے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا اچانک وہ عمران کی طرف پلٹ پڑا۔
”آپ کل رات رونے کیوں گے تھے؟“ اس نے ہنس کر پوچھا۔

”مم۔۔۔ میں!“ عمران نے حیرت سے کہا ”نہیں تو مسٹر باتیل۔۔۔“
باتیل کی برجستگی پر سب لوگ بے تحاشہ ہنس پڑے۔ گفتگو انگریزی میں ہوئی تھی اور
ہاتھیں اردو نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ اس کو سمجھا شاکنڈ وہ لوگ اسی کی بات پر ہنس پڑے ہیں۔ لفظ
”باتیل“ اس کے پلے ہی نہیں پڑا تھا، بہر حال دوسروں کو محفوظ ہوتے دیکھ کر وہ بھی ان کی نہیں
میں شامل ہو گیا۔

پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے چھت ہی گر پڑے گی۔ عمران البتہ بالکل خاموش تھا اور اس
طرح گھر اگھر اکران کی صورتیں تک رہا تھا۔ جیسے اس کی بھی اڑڑی ہو۔ اس کی اس حرکت پر
قہقہوں کا دوسرا دور شروع ہو گیا اور اس دور میں سب کے ہاتھ بیٹھوں پر پہنچ گئے۔ داؤ کو تو اٹھ
لی جانا پڑا۔۔۔ وہ قہقہے لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا اس کے ساتھ ہی عمران بھی اٹھ گیا تھا۔
ایک راہداری میں عمران نے اسے جالیا۔

”آپ نہ جانے کیا بلائیں؟“ داؤ اس کی طرف مڑ کر مضخل آواز میں بولاتے وہ قہقہے لگاتے
لگاتے بالکل ست پڑ گیا تھا جو کہ اعصابی خلل کامر یعنی بھی تھا اس لئے اس کا چہرہ اس وقت
بالکل پقدندر ہوا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ یچھلی رات آپ کو پھر کوئی دھمکی ملی ہے؟“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوا؟“ داؤد بھی یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔

”یوں معلوم ہوا کہ آپ پچھلی رات اپنے کمرے میں ٹھیٹے رہے ہیں۔“

”جی ہاں! آپ کا خیال درست ہے!“ داؤد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”مجھے پھر دھمکی ملی ہے کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ اس عمارت میں کسی نہ کسی کو قتل کر دے گا۔ اس کا خیال ہے کہ وہ قتل اس کی چیزہ دستی کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہو گا۔ اس نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی دلیری اور لاپرواںی کی سب سے بڑی مثال یہی ہے کہ اس نے ایک آدمی کو قتل کر کے دن دہائے اس کی لاش ہوم سیکڑی سر سلطان کی کپڑوں میں پھیک دی۔“

”اچھا تو داؤد صاحب! آپ مجھے اس عمارت میں قتل ہو جانے دیجئے۔“ عمران نے بڑے بھولے پن سے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”آپ قتل کا مطلب نہیں سمجھتے!“ عمران نے اپنی گردن پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔ ”یعنی کہ ٹھیک...“

”میں نہیں سمجھا.... صاف صاف کہیے!“

”اب کہیے تو اپنے ہاتھ ہی سے اپنی گردن ریت کر آپ کو قتل کا مطلب سمجھا دوں!“ عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

”آپ کیوں قتل ہونا چاہتے ہیں؟“ داؤد نے تمہارہ سوال کیا۔... اور پھر اپنے اس حمایت آمیز سوال پر شرمندہ ہو کر سر کھجانے لگا۔ عمران کی حماقیں اکثر دوسروں کو بھی احتیمادی تھیں۔

”ویکھئے! مسٹر داؤد! مگر خیر.... اس بات کو میں ختم کر دیجئے۔“ عمران نے کہا ”میں آپ سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ آپ کو وہ کیوں بلیک میل کر رہا ہے؟ مگر یہ تو آپ کو بتانا ہی پڑے گا کہ وہ آج کل آپ سے کیا چاہتا ہے؟“

”میں کیا بتاؤں!“ داؤد اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا ”اب وہ حد سے بڑھ رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے...!“ داؤد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”آپ یہ بھی نہیں بتانا چاہتے!“

”وہ چاہتا ہے کہ اس سے شاہدہ کی شادی کر دی جائے!“

”یعنی آپ کی صاحبزادی کی!“

”جی ہاں!“

”تب تو مسٹر داؤد! آپ اسے ہر حال میں پکڑ لیں گے.... کونکہ یہ شادی ہوا سے تو ہو گی نہیں۔ شادی کے لئے اسے سامنے آتا پڑے گا۔“

”وہ سب کچھ کر سکتا ہے!“ داؤد نے مضطربانہ انداز میں کہا ”شادی ہو جانے کے بعد میں اس کا کیا بگاڑ سکوں گا۔“

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر داؤد!“

”خود میں بھی نہیں سمجھ سکتا کہ کیا چکر ہے۔ ویسے شاہدہ میری اکتوپی بیٹھی ہے۔ اور میرے بعد وہی میری وارث ہو گی.... اس طرح وہ میری الامک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر شاداں بھی تو ہے اور میں بھی زندہ ہوں.... شادی کے لئے اسے ہر حال میں سامنے آتا پڑے گا۔“

”وہاب تک آپ سے کتنی رقم وصول کر چکا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”بارہ لاکھ....“

”ارے خدا غارت کرے!“ عمران دانت چیس کر بولا۔ ”پتہ نہیں کہخت انکم نیکس ادا کرتا ہے یا نہیں۔“

”داؤد خاموش کھڑا کچھ سوچتا ہے۔“

”عمران نے پوچھا“ آپ کو ان چاروں میں سے کسی پر شبہ ہے جو کھانے کی میز پر ہمارے ساتھ ہوا کرتے ہیں۔“

”نہیں! میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”خیر ہو گا!.... ہاں تو مسٹر داؤد!....“

”شش....“ داؤد آہستہ سے بولا۔ ”کوئی ادھر آرہا ہے۔“

”عمران کی نظر اہدراہی کے موڑ کی طرف اٹھ گئی۔ لیکن آنے والا کوئی ملازم تھا.... وہ کسی کاوز یٹنگ کارڈ لایا تھا۔ داؤد نے وزیر یٹنگ کارڈ پر نظر ڈال کر کہا۔ ”کیپٹن فیاض....“

”اچھیں بھاوا!“ عمران نے ملازم سے کہا.... اور وہ چلا گیا۔ پھر عمران داؤد سے بولا ”اب بھیل بگڑنے کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ فکاروں کے فجر نے اسے بھی وہی کہاں

سنائی ہے۔ بہر حال کیپن فیاض کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں یہاں ہوں۔ درستہ وہ آپ کے پیچھے پڑ جائے گا۔

”کیوں؟“ داؤد عمران کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”آپ نے اکثر جاسوسی نادلوں میں پڑھا ہوا گا کہ سرکاری آدمی پر ایجنسیت سراغرسانوں سے اللہ واسطے کا ایر رکھتے ہیں۔“

داوود چند لمحے اسے گھور تارہ پھر بولا ”اگر مجھے تھیلما پر اعتماد نہ ہوتا تو...“

”ہاں ہاں! تو آپ مجھے شوٹ کر دیتے... چنانی پر چڑھاویتے۔“ عمران نے ہاتھ ہلاکر کہا ”جائے مجھے یقین ہے کہ اس کی رہنمائی فگارو کے فیجر ہی نے کی ہو گی... کرار کا قتل... سمجھتے ہیں نا...“

داوود آگے بڑھ گیا... اور عمران پھر اسی کمرے کی طرف لوٹ پڑا جہاں سے اٹھ کر گیا تھا۔

راہداری ہی میں شاداں سے ملاقات ہو گئی جو تھا تھی۔ عمران کو دیکھ کر وہ رک اور مسکرا کر بولی ”اباتیں والا لطیفہ تو خوب رہا۔“

”اوہ.... میں معافی چاہتا ہوں!“ عمران نے مسمی صورت بنا کر کہا۔ ”ابھی میں نے سیمھ صاحب سے لوگوں کے ہنسنے کی وجہ پوچھی تھی۔ تب انہوں نے بتایا۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے نام تھیک سے یاد نہیں رہتے۔ بہر حال میں عزازیل صاحب سے معافی مانگ لوں گا۔“

”عزازیل نہیں ہاتیل!“ شاداں پھر نہ پڑی۔

”ارے.... اوہ....“ عمران اعتماد انداز میں اپنا منہ پیش نہ کا۔

”میرے ساتھ آؤ....“ شاداں آگے بڑھتی ہوئی آہستہ سے بولی۔

یہ عمارت کافی طویل و عریض تھی۔ اس میں تقریباً چوپیں کمرے تھے.... وہ دونوں بلیڑ روم میں آئے۔ یہاں اس وقت کوئی نہیں تھا۔

”رات تم رو رہے تھے....“ شاداں نے کہا۔

عمران کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی.... وہ اپنے چہرے پر جذباتی تغیرات کے آثار پیدا کرنے کا ماہر تھا۔

اس نے سر جھکالایا... پچھے بولا نہیں....

”مجھے اپنے روئے پر شرمندگی ہے۔“ شاداں نے آہستہ سے کہا۔

عمران کی آنکھوں میں پھر آنسو امنڈ آئے۔ اور گالوں پر بہنے لگے اور ساتھ ہی وہ بڑھانے لگا ”میں غریب آدمی ہوں.... ایک نخاساچہ ہوں.... کوئی بھی مجھے بھجنے کی کوشش نہیں کر جائے.... میں مر جاؤں گا.... بس کسی دن مر جاؤں گا!“

”لیکا بات ہے....!“ شاداں نے نرم لبجھ میں کہا۔ ”مجھ سے کہو.... تمہیں کیا تکلیف ہے؟“

عمران اس کے سوال کو نظر انداز کر کے بڑھا تارہ بھا۔ ”میں نے پچھلی ہی رات کو سوچا تھا کہ خود کشی کر لوں.... کر لیتا.... مگر مجھے یاد آگیا کہ ابھی مجھے ایک آدمی کا قرض ادا کرنا ہے۔“

شاداں کی کبھی میں نہ آسکا کہ وہ اس جملے پر قہقہے لگائے.... یا اظہار ہمدردی کرے....

عمران آنسو بہا بہا کر بکتا رہا.... ”کل دوپہر...“ میں نے خواب دیکھا تھا.... میں اکثر خواب دیکھا رہتا ہوں.... میں نے دیکھا کہ میں ایک نخاساچہ ہوں.... آپ بھی ایک نصیحتی سی پنجی ہیں اور ہم دونوں ایک و سچی جنگل میں دوڑ رہے ہیں۔ آپ تھک کر گر گئیں.... میں آپ کو اٹھا کر جھیل کے کنارے لے گیا۔ وہاں چاروں طرف بزرگ ہی سبزہ تھا.... اور ایک چاندی کی پری جھیل میں نہار ہی تھی.... اس نے ہماری طرف چاندی کے پانی کے چھینٹے پھینکے.... پھر میں دوسرا خواب دیکھنے لگا۔“

عمران سر جھکائے بڑھا رہا تھا اور شاداں جیرت نے پلکن جھپکا رہی تھی۔

”رات آپ نے میرے خوابوں پر پڑوں چھڑک کر آگ لگادی۔ بخدا میرا بیہی دل چاہتا ہے کہ آدھا گلین پڑوں لپی کر دو چار انگارے نگل جاؤں!“

اس جملے پر بھی شاداں بے تحاشہ نہ پڑی ہوتی.... مگر عمران کے آنسو.... ان میں اب پہلے سے بھی زیادہ رو انی پیدا ہو گئی تھی۔

”میں ایک غریب آدمی ہوں....!“ عمران چکیاں لیتا ہوا بولا ”جان جہاں نہیں ہوں.... کہاں جیگم کے لئے متاز محل ہوا سکوں.... میں یونہی سک سک کر دم تو دوں گا.... مجھے رہ جانے دیجئے....!“

عمران بڑی تیزی سے نکل گیا اور شاداں منہ کھو لے دروازے کی طرف گھورتی رہی!۔

”ای کی اطلاع کہ آپ اس کے مطالبات پرے کرنے پر آمادہ ہیں!“

”تم نے یہ بات بہت دیر میں پوچھی۔“

”پہلے ہی پوچھتا.... مگر کیپن فیاض آگیا تھا۔“

”مجھے ایک مخصوص دیوار پر ایک مخصوص رنگ سے ایک نشان بنالا پڑے گا۔ بس اسے اس کی اطلاع ہو جائے گی۔ یہ تمہیر خود اسی نے بتائی ہے۔ یعنی یہ تمہیر اس نے اپنے خط میں تحریر کی تھی۔“

”آہا تو وہ تحریر تھی۔“

”تحریر نہیں تاثیر..... اس نے کسی اخبار سے الفاظ کاٹ کاٹ کر پورا مضمون مرتب کیا تھا۔“

”بڑی محنت کا کام ہے!“ عمران بڑے بڑا۔ پھر اس نے کہا۔ ”کیا آپ مجھے وہ مخصوص دیوار اور مخصوص رنگ نہیں بتائیں گے.... غالباً نشان بھی مخصوص ہی ہو گا۔“

”ہاں وہ بھی خاص قسم کا ہے۔“

”تو آپ کو شش یکوں نہیں کرتے۔ شاید اسی طرح ہم اسے پکڑ لیں۔“

”لیکن اگر ناکام رہے تو!“ داؤد بولا۔ ”نہیں میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔“

”تو پھر مسٹر داؤد! آخر سے پکڑنے کے لئے کون ساطریقہ اختیار کریں گے۔“

”یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں!“ داؤد نے طنزیہ لمحے میں کہا۔ ”حقیقتاً تھیما سے غلطی ہوئی ہے۔ آپ اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکیں گے۔ آپ اپنا معاوضہ بتائیے اور گھر تشریف لے جائیے.... جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میری زندگی میں تو وہ کامیاب ہو نہیں سکتا۔“

”میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا مسٹر داؤد جب تک کہ اسے پکڑنے لوں۔“

”محض.... وقت کی بر巴دی! آپ جا سکتے ہیں۔“

”میں نہیں جاؤں گا۔“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”لیکا؟“ داؤد آنکھیں نکال کر بولا۔

”ہاں نہیں جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں آپ کیا بگاڑ لیتے ہیں میرا... کیپن فیاض مجھے جھوٹا نہیں سمجھے گا۔“

داؤد اس نے شگونے پر بوكھلا گیا۔ تھوڑی دیر تک تو اس کے منہ سے آواز ہی نہیں نکل گئی۔ وہ خاموشی سے عمران کی طرف دیکھتا ہوا اور عمران اب مینٹل پیس پر رکھے ہوئے گلداں کی

(۱۲)

فیاض جا چکا تھا اور داؤد اسٹڈی میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا.... عمران کے بیڑوں کی آہٹ سن کر وہ جھونک پڑا۔

”کیا وہ چلا گیا؟“ عمران نے پوچھا۔

”آپ کا خیال درست تھا وہ کرداری والے چکر میں یہاں آیا تھا...“ داؤد نے کہا ”آج اس کی تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ اس نے مجھے تصویر دکھا کر پوچھا۔ کیا میں نے اسے بھی دیکھا ہے۔ میں نے اس کا اعتراف کیا.... اور اسے بتایا کہ میں اس شکل کے ایک آدمی کو جانتا ہوں لیکن اس کا نام کرار ہرگز نہیں ہے.... پھر اس نے نگارو کے فیجر والی بات بتائی۔..... اور اس کا خیال بھی بتایا کہ کرار کا قاتل میرے مہانوں میں سے کوئی ہے.... اس پر مجھے غصہ آگیا اور جب اس نے مہانوں سے سوالات کرنے کا رادہ ظاہر کیا تو میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔.... میرے اس رویے پر وہ کچھ نرم پڑا تو پیش نے شراب کی اسکلنگ کی داشستان دہرا دی.... پھر اور کیا کرنا کسی طرح اسے نالا ہی تھا.... بہر حال میں نے اسے مہان خانے کی طرف نہیں جانے دیا۔....“

”تو گویا آپ اسے بچانا بھی چاہتے ہیں....“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔ حالانکہ شاید پندرہ منٹ پہلے وہ اس کی بیوی کے سامنے رو تراہتا۔

”میری بات سمجھنے کی کوشش تکھے۔ میرا دعویٰ ہے کہ پولیس اسے نہیں پکڑ سکتی اور اسے پہچان ہی نہ سکے گی۔ لیکن میرا یہ اغرق ہو جائے گا۔“

”ہو جانے دیجئے!“ عمران جھونک میں بولا۔

”کیا مطلب؟“

”اے.... ہپ.... میں کچھ اور سوچ رہا تھا.... مگر مسٹر داؤد.... فرض سمجھے۔ آپ اس کے مطالبات تسلیم کر لئے....“

”قیامت تک نہیں کر سکتا۔“ داؤد سانپ کی طرح پھنس کارا۔

”میری بات تو سینے! میں فرض کر رہا ہوں۔ ہاں تو آپ اسے اس کی اطلاع کس طرح دیں گے؟“

”کیسی اطلاع؟“

جانب دیکھ رہا تھا۔

”آپ واقعی بہت چالاک ہیں!“ داؤ نے تھوڑی دیر بعد مسکرا کر کہا۔ ”میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔“

”مذاق کر رہے تھے نا...ہاہا... میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔“ عمران نے قہقہہ لگایا اور داؤ بھی اس قہقہے میں شامل ہو گیا۔ مگر اس کا قہقہہ براز ہر بیٹا تھا۔

(۱۳)

شام تک اور خونگوار تھی۔ ابھی سورج نہیں غروب ہوا تھا۔ نارنجی رنگ کی دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر بیسا لے رہی تھی۔ داؤ پیلس کے عقیل پارک میں اس وقت بڑی روشنی تھی داؤ کے بارہ مہمان اور کچھ شہری دوست جن میں عورتیں بھی شامل تھیں وہاں موجود تھے۔ شام کی چائے وہیں تھی۔ وہ سب چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بیٹے ہوئے پارک کے مختلف حصوں میں نظر آرہے تھے۔

لیکن عمران سب سے الگ تھا۔ تیلیاں پکڑتا پھر رہا تھا۔ بعض لوگ اس کی اس حرکت پر ہنس رہے تھے۔ لیکن عمران اتنا لاپرواہ نظر آرہا تھا جیسے وہاں اسے دوسروں کی موجودگی کی خبر ہی نہ ہو۔ ایک بارہہ ایک کیاری میں منہ کے بل گر بھی پڑا تھا۔ لیکن اس کا شغل جاری ہی رہا۔۔۔ شاداں اسے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

داؤ کی لڑکی شاہدہ ہاتھیل اور خلیل خاور کے ساتھ تھی۔ عبدالرحمن جو اکرم سے رنگ و نسل پر بحث کر رہا تھا۔ جو اکرم کم گو اور سمجھیدہ ضرور تھا۔ لیکن جب کس سے کوئی بحث چھڑ جاتی تھی تو اس کے نئے پھولے اور پکلنے لگتے تھے بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ علمی بحث کی بجائے کسی لڑاکا بھیارن کی نقل کر رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے اپنا مشغله بدلتا۔ وہ اب جو ہی کے سپید پھول اکٹھا کر رہا تھا۔ پھر سورج غروب ہو گیا اور وہ لوگ عمارت کی طرف جانے لگے۔ لیکن شاداں شاداں دیدہ و دانتہ پیچھے رہ گئی تھی۔

پارک میں اس کے اور عمران کے علاوہ اب اور کوئی بھی نہ رہ گیا تھا۔ عمران نے وہ سارے پھول اینے رومال میں اٹھا لئے اور واپسی کے لئے مڑا۔ فوارے۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر ڈائٹا کے بٹ کے نیچے اسے شاداں نظر آئی۔ وہ بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگا۔

”یہ کیا بچپنا ہو رہا تھا.... کیوں؟“ شاداں نے مسکرا کر پوچھا۔

”خدا کے لئے آپ تو ایسا نہ کہیے.... میں بچہ ہی سکی... مگر زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ پھول اس لئے پنچتھے!“ عمران نے سارے پھول شاداں کے پیروں پر ڈال دیئے۔

”آپ اوپیں۔“ شاداں نے ایک جھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور یک لخت دوسری طرف مڑ کر تیز تقدموں سے چل دی۔

”میں الو ہوں!“ عمران آہستہ سے بڑیا۔ ”لیکن اگر یہ لفظ تمہارے شوہرنے سن لیا تو میں اسے تین لاکھ کی رسیدنک شدے سکوں گا۔“

(۱۲)

کیپٹن فیاض آسانی سے پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔ رات کو آٹھ بجے وہ پھر آؤ ہما۔ یہ لوگ کھانے کی میز پر تھے۔ نوکرنے ڈائینگ روم میں آکر داؤ کو اس کا کارڈیا۔

”یہ کیا بد تیزی؟“ داؤ نوکر پر الٹ پڑا۔

”حضروا!“ نوکر گزر گریا۔ ”وہ دھمکیاں دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ میں پولیس آفسر ہوں۔ فوراً مٹا چاہتا ہوں۔“

”اوہ! اب یہ وقت آگیا کہ پولیس آفسر داؤ کے نوکروں کو دھمکیاں دینے لگے ہیں۔“ داؤ نے بڑے تلنے لجھے میں کہا۔ ”اس سے کہہ دو، میں کھانے پر ہوں! انتظار کرے۔“

”کیا معاملہ ہے؟“ شاداں نے پوچھا۔

”کچھ نہیں! ایک اسمگلر کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کر رہا ہے۔“

”آپ کا اس تفتیش سے کیا تعلق؟“ شاداں نے پوچھا۔

”ایک بار میں نے اس اسمگلر کو دھکے دے کر بیہاں سے نکال دیا تھا۔ وہ ہمارے لائق حاصل کرنا چاہتا تھا.... شراب کی اسمگلگ کے لئے!“

شاداں پھر کھانے میں مشغول ہو گئی۔ شاہدہ نے بھی کچھ پوچھنا چاہا۔ لیکن داؤ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

مہماںوں میں شاید کوئی بھی اردو نہیں جانتا تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے سر جھکائے ہوئے کھانے میں مشغول رہے۔

کھانے کے بعد داؤد تو کیپن فیاض سے ملنے کے لئے اسٹڈی میں چلا گیا اور وہ سب کافی کے انتظار میں وہیں بیٹھے رہے۔ ویسے عام طور پر رات کو کافی اسٹڈی ہی میں پی جاتی تھی۔

شاداں کچھ بے چین سی نظر آنے لگی تھی۔ وہ بار بار عمران کی طرف دیکھنے لگتی اور جب بھی دیکھتی اسے اپنی ہی طرف متوجہ پاتی۔

یہاں ٹھیلما بھی تھی اور وہ ان دونوں کو پر تشویش نظر وہ سے دکھ رہی تھی۔ کافی آئی اور ان کے پیالے خالی بھی ہو گئے لیکن داؤد واپس نہ آیا۔

پھر وہ ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ چونکہ آخر شام کو پارک ہی میں وہ کافی تھک گئے تھے اس لئے انہوں نے کھیل کے کمروں کا رخ نہیں کیا۔

عمران اور شاداں ساتھ ہی اٹھے۔ اور آگے پیچے کر کے سے نکل گئے شاداں تیز چڑھا دی تھی۔ لیکن اس وقت وہ آہستہ چل رہی تھی۔ عمران اس کے برا بر چلنے لگا۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“ شاداں غصیلے لمحے میں بڑا بڑا۔

”ایک ہفتہ پہلے بخار ہو گیا تھا۔ اب اچھا ہوں..... جی ہاں!.... اور جب مجھے بخار ہوتا تو میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی مجھے تھپک تھپک کر سلاتا رہے۔ مجھے مدھم سروں سے ہلکا گیت سنائے.... میں بہت جلد مر جاؤں گا.... آپ دیکھ لجئے گا۔“

”آخر تم مجھے یہ سب کچھ کیوں سناتے ہو؟“

”پھر کے سناؤ؟ آپ ہی بتا دیجئے.... دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ میں کسی یقین چکارا طرح دن بھر اپنے ذہن میں الٹا لکار ہتا ہوں۔“

”تمہاری باتیں بعض اوقات بالکل سمجھ میں نہیں آتیں۔“

”یہ میری بد نصیبی ہے!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”لیکن تم نے پارک میں وہ کیا حرکت کی تھی؟ میرے پاؤں پر پھول کیوں ڈالے تھے کوئی دیکھ لیتا تو...“

”تو کیا ہوتا؟“ عمران نے بڑے بھولے پن سے پچھا۔ پھر سنجیدگی سے کہنے لگا۔“

میں بھی کوئی براہی ہے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ کسی دن داؤد صاحب کی موجودگی میں آپ کے پیروں پر پھولوں کے انبال لگادوں گا۔“

”کہیں دماغ تو نہیں چل گیا ہے!“ شاداں بھنا کر بولی۔

”ویکھئے بس میں آپ کے اسی لمحے سے ڈرتا ہوں۔ ایسے موقع پر دل چاہتا ہے کہ خوب چیز چیز کر رہوں۔“

”کیا تم میرا نذر اڑا رہے ہو؟“ شاداں چلتے چلتے رک گئی۔

”اچھا! تواب بیہاں سے میری لاش ہی جائے گی!“ عمران نے کہا اور جھپٹ جھپٹ کر دیوار سے اپنسر مکرانے لگا۔

”ارے.... ارنے....“ شاداں بوکھلا گئی۔.... شائد وہ ڈر بھی رہی تھی کہ کہیں کوئی دوسرے آنکھ۔ حقیقتاً داؤد ہی کے آنے کے امکانات زیادہ تھے۔ کیونکہ اس کا بیٹھ روم اسی راہداری میں تھا۔ وہ جھپٹ جھپٹ کر عمران کو پکڑنے لگی۔ مگر عمران پر تو جیسے دورہ پڑ گیا تھا۔

اچانک قریب ہی کہیں سے قدموں کی آواز آئی اور شاداں بھاگ کر ایک کرے میں گھس گئی اور عمران اپنے دونوں ہاتھ پتلوں کی جیبوں میں ڈال کر صاف کرنے لگا۔ کیونکہ ان میں دیوار کا چوناگ گیا تھا۔

اور یہ حقیقت تھی کہ دیوار پر سر کی بجائے اس کے ہاتھ ہی پڑتے رہے تھے۔ مگر اس انداز میں کہ وہ شاداں کو سر مکراہاتی نظر آتا رہا تھا۔

قدموں کی آواز دور ہوتی گئی۔.... اور اس راہداری میں بدستور سنانا ہی رہا۔

عمران نے اس کرے میں جھانکا جہاں شاداں شاداں گئی تھی۔ لیکن کرہ خالی تھا اور دوسری طرف کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس طرف بھی ایک راہداری تھی اور دوسرے دروازہ اسی میں کھلتا تھا۔

عمران چند لمحے دیں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔۔۔ پھر آگے بڑھ گیا۔

(۱۵)

یہ دسری شام کی بات ہے.... شاداں اور عمران عقیل پارک میں تھا تھے.... وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں ان پر کسی اور کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی! ان کے چاروں طرف مالتی کی قد آدم جھلائیں تھی۔۔۔ لیکن یہ جگہ ایسی بھی نہیں تھی۔۔۔ کہ دیکھ لئے جانے پر انہیں کسی قسم کی

پریشانی ہوتی..... یہاں سیچائی کے لئے ایک بہت بڑا حوض بنایا گیا تھا..... اور اس میں کنول تیرتے رہتے تھے۔ نسوان کا ایک جوڑا بھی رہتا تھا جس کے پر کاث دیئے گئے تھے۔
بہر حال یہ جگہ بڑی پر فضا تھی.... مگر مالیتی کی خود رو جھاڑیوں نے اس کے گرد احاطہ کر رکھا تھا اس لئے بادی انقدر میں یہ حصہ پارک سے غیر متعلق معلوم ہوتا تھا۔

”اس حوض کی گہرائی کتنی ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتی! کیوں؟“ شاداں بولی۔

”کاش یہ اتنا گہرا ہو کہ میں ڈوب سکوں۔“

”تم بالکل گدھے ہو کیا؟“

”نہیں تو..... بالکل گدھا تو پہلی بار آپ کہہ رہی ہیں۔ ورنہ عام طور پر لوگ بالکل الوک ہیں! اور والد صاحب تو کبھی کبھار الوک پٹھا بھی کہہ دیا کرتے تھے... خیر اسے چھوڑیے۔ میرا بات کا جواب دیجئے۔ آپ مجھ سے محبت کریں گی یا نہیں؟“

”اس سے پہلے بھی..... تمہیں کسی نہ کسی سے محبت کرنے کا اتفاق ضرور ہوا ہوگا۔“

شاداں اپنا اور پری ہونٹ بچھنگ کر بولی۔

”نہیں!“ عمران نے سمجھی گی سے کہا..... ”کبھی نہیں..... پہلی بار در دروحوں کا..... وہاں کیا کہتے ہیں..... ملاپ ملاپ!..... اور کیا کہا جاتا ہے..... مجھے نہیں معلوم... میں کہیں پڑھا تھا اس وقت یاد نہیں رہا..... میرا ایک دوست کہہ رہا تھا کہ بعض لوگ جدا ہائی راتوں میں تارے گنتے گنتے کاٹا ٹنکت ہو جاتے ہیں۔“

شاداں بے ساختہ پس پڑی۔

”آپ میری لاش پر بھی نہیں گی۔“ عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

شاداں یہ بیک سمجھیدہ ہو گئی..... اس کی پیشانی کی وہ تکبر آثار شکن اس وقت نہ جا کہاں غائب ہو گئی..... جس کی بناء پر بعض لوگ اس سے مخاطب ہونے کی بھی ہمت کر سکتے تھے آخراں نے سر جھکائے ہوئے دبی آواز سے کہا ”اس کا انجام سوچ لیا ہے؟“

”ہاں! میں نے سب بچھ سوچ لیا ہے!“

شاداں خاموش ہو گئی اور عمران بڑا تارہ ”اردو کے ایک بہت بڑے شاعر کے ابا میں

رات کا شہزادہ

سے بھیں میں کہا کرتے تھے... بیٹا عشق کرو... عشق جلاتا اور عشق بناتا ہے حالانکہ میرے ذیلی نے کبھی مجھے عشق کرنے کو نہیں کہا لیکن میں اپنے بچوں سے ضرور کہوں گا۔“
شاداں بھر اسے گھوڑے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران اس کا ناق اڑا رہا ہے۔ یادہ سمجھیدہ ہے۔

”میں سمجھتا ہوں... کہ آپ کیوں گھوڑہ ہیں... میں کہنا پچھہ چاہتا ہوں... بلکہ کچھ ہے... میرا دل چاہتا ہے کہ میں اچھی اچھی... پیاری پیاری باقی کروں آبشاروں اور بزرہ زاروں کی باقیکی... چاند اور ستاروں کی باقی... نیلے و سعتوں کے آسمان پکرائیں... ہائیں“..... عمران خاموش ہو گیا پھر آہستہ سے بولا۔ ”نہیں یاد آتا کہ اور کیا کہا تھا مجھے... بس میں آپ سے محبت کرتا ہوں.....“

”خوب... شاداں مسکرائی...“ کیا لکھ کر رہنے کی کوشش کی تھی...!“

عمران نے بڑی سمجھیدگی سے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر بولا ”میرا حافظہ بہت کمزور ہے... کہنے تو پڑھ کر ستاروں۔“

جب سے ایک مراتا کاغذ نکال کر زمین پر پھیلانے لگا۔ شاداں ہنسنے ہوئی اور قریب کھک آئی... عمران پڑھنے لگا۔

”نیلے آسمان کی بیکاری و سعتوں کی باقی... دو محبت کرنے والے دلوں سے ستارے لگزتے ہیں اور بیتے دنوں کی یادیں چاندیں بن کر روح کے عظیم ویرانوں پر پھیل جاتی ہیں... اچھا آگے چلے... یہ دوسرا کتاب سے تلقی کیا تھا... صبح کا سہناء وقت تھی چلیاں پچھپہاری تھیں... یہاں دراصل گدھے نے لکھا تھا کہ طور نغمہ سرائی کر رہے تھے... لیکن آپ خود بتائیے کتنی بے تکلی بات ہے... نغمہ سرائی کے معنے ہیں گیت گانا... کیا کوئی چیزیں گیت گا سکتی ہے یعنی کہ ”مان مرا احسان ارے نادان کہ میں نے تجھ سے کیا ہے پیار... ہرگز نہیں گا کتنی... خدا اس جھوٹے کا یہ راغر ق کرے بھولی بھالی پلک کو الوبناتا ہے۔“

”کون؟...“ شاداں نے ہنس کر پوچھا۔

”وہی... مصف...“ عمران کا نغمہ کے پر زے اڑاتا ہوا بولا۔ ”ہاں تو آپ کیا کہتی ہیں؟“
جھسے محبت کریں گی یا نہیں؟“

مجھے چھانسی نہیں ہو سکتی..... میں نے کپتان صاحب کو وہی بتایا ہے جو مجھے کرار سے معلوم ہوا تھا..... ایک میں ہی نہیں..... کرار صاحب نے اپنے ایک ملازم سے بھی تذکرہ کیا تھا!

”تو پھر بتاؤنا..... وہ کون ہے؟“ داؤد غزالی۔ ”باتاڈ میرے مہماںوں میں سے کون ہے جس کا ہاتھ کرار کے قتل میں ہو سکتا ہے۔“

”یہ میں نہیں جانتا! مجھے جتنا علم تھا میں نے کپتان صاحب کو اس سے آگاہ کر دیا!“ فگارو کے نجیرنے بر اسمانہ بنا کر کہا۔

”آپ لوگ براہ کرم خاموش رہیں!“ فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ فرداً فرداً وہ سارے مہماںوں سے سوالات کر رہا تھا۔

”کرار کا قاتل میں ہوں!“ اچاک دروازے کی جانب سے آواز آئی۔ کیپن فیاض چوک کر مڑا۔ اور اس کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار نظر آنے لگے۔ ... عمران تھا نہیں تھا اس کے ساتھ پانچ آدمی اور بھی تھی اور ان کے جسموں پر فوجی وردیاں تھیں۔

”تم یہاں کیسے!“ کیپن فیاض نے عصیلی آواز میں پوچھا۔

”تم کمرے سے نکل جاؤ!“ عمران نے کہا۔ ... پھر چاروں طرف دیکھتا ہوا انگریزی میں بولا ”جواد اکرم اور داؤد کے علاوہ اور سب لوگ کمرے سے چلے جائیں!“

ساتھ ہی اس نے اپنے آدمیوں کو کچھ اشارہ کیا اور ان میں سے دو فوجی جواد اکرم کے قریب بیٹھ گئے۔ جواد اکرم.... سمجھیدہ ترین آدمی.... جو داؤد کے مہماںوں میں ایک خاص قسم کی شخصیت کا مالک تھا۔

”وہ اس طرح کھڑا تھا جیسے چند نا سمجھ پہلوں میں کوئی فلاسفہ!“

”ہمارا شکار بھی ہے!“ عمران نے ان دونوں فوجیوں سے کہا۔ ... جو جواد اکرم کے ادھر اور کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے بازو پکڑ لئے۔

”اس بیہودگی کا مطلب....؟ جواد عمران کو گھورتا ہوا بولا۔“

”دن کو نہیں سمجھ میں آئے گا مطلب“ عمران نے سر ہلا کر کہا ”تم تورات کے شہزادے ہوئے!“

”داؤد آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بھی عمران کو دیکھتا تھا اور بھی جواد اکرم کو۔ وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جواد اکرم جیسا آدمی بلیک میلر بھی ہو سکتا ہے.... اور بلیک میلر بھی کیا جس سے

”آپ باتیں کرتے ہیں یا لٹھ مارتے ہیں۔“ شاداں جھنجلا کر بولی۔

عمران نے ایک طویل سانس لی اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

شاداں اٹھ کر جانے لگی۔ عمران نے لپک کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

”میں مر جاؤں گا۔“ عمران گڑ گڑایا۔

”تم بدھو ہو!“ شاداں بھی سے دوہری ہو گئی۔

”مکل!.... ایک ہلکی سی آواز آئی۔

اور شاداں اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔

”کوئی.... یہاں کوئی تھا....“ وہ آہتہ سے بولی۔

”اوہ نہ.... ہو گا!“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔ ”وہ محبت کرنے والوں پر فرشتوں کا سایہ ہوتا ہے! اللہ مالک ہے....“

”تمہارا دماغ خراب ہے....“ شاداں نے کہا۔ ... اور ادھر ہی بڑھتی چلی گئی۔ جدھر سے

آواز آئی تھی۔

عمران بھی اٹھا اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ... مگر نزدیک و دور کوئی بھی نہیں تھا۔

”داؤد صاحب بہت شکلی آدمی ہیں!“ شاداں نے آہتہ سے کہا۔

”زیادہ گڑ بڑ کریں گے تو میں انہیں قتل کر دوں گا!“ عمران نے انہائی سمجھدی کی سے کہا۔

”اوہ.... ہو....“ شاداں اسے غور سے دیکھنے لگی۔

(۱۶)

کیپن فیاض نے داؤد کے مہماں خانے میں اودھم چار کھی تھی۔ ... اس وقت اس کے ساتھ فگارو کا نجیر بھی تھا داؤد کا چہرہ غصہ سے سرخ نظر آ رہا تھا۔ ... اس کے سارے ہی مہماں اس سے خفا نظر آ رہے تھے۔ ... داؤد پہلے بھی اپنی پوزیشن صاف کرنے کے سلسلے میں بہت کچھ کہہ چکا تھا۔ ... اور اب بھی وہ وقت اوقتنا بوتا جا رہا تھا۔

”یہ شراب کا اسٹمکر ہے!“ وہ فگارو کے نجیر کی طرف اشارہ کر کے دہاڑا۔“ اس نے اسی لئے

میرے لاخ حاصل کرنے چاہے تھے۔ میں نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ بکھیرا اٹھایا گیا ہے۔“

”میں کالا چور ہوں.... داؤد صاحب!“ فگارو کے نجیر نے کہا۔“ لیکن اسے ثابت کئے بغیر

ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی کیکڑ اپنے شکار سے چھٹ گیا ہو۔ جو ادھل بھی نہیں سکتا تھا۔ پھر وہ بیہوش ہو گیا۔ کیونکہ اس کی کپٹی پر کم و بیش ایک درجن گھونٹے پر پچھے تھے۔ گری ہوئی میز کی آڑ ہونے کی بنا پر باہر والوں کو علم نہ ہو سکا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔

دفعتہ عمران بیہوش مجرم کو فرش پر چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”سیٹھ داؤ دیرے آدمیوں کے علاوہ اور کوئی اندر نہیں آئے گا۔“ اس نے کہا۔ اس کے پانچ ساتھی اور داؤ د اندر آئے گے۔ عمران کے کہنے پر دروازہ بند کر دیا گیا۔ داؤ د کے جس مہمان کے گولی لگی تھی ٹھنڈا ہو چکا تھا اور فکارو کا نیجز خی حالت میں بیہوش پڑا تھا۔

”یہ کس کمرے میں مقیم تھا مسٹر داؤ د!“ عمران نے پوچھا۔

”یہ... اسی کا... کرہا ہے۔“ داؤ د بولا۔

”یقین ہے آپ کو؟ یعنی اس کا سارا اسلام انہی کمرے میں ہے۔

”جی ہاں! یہ کرہا ہی کے لئے تھا۔ یہ بیہاں تہارہ تھا!“

”شردع ہو جاؤ“ عمران نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا اور انہوں نے کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

اور عمران بیہوش مجرم پر جھک پڑا اس نے سب سے پہلے اس کے جسم سے دیکھ رکھ کیا۔ جسے وہ اپنے شانے سے لٹکائے ہوئے تھا۔ پھر اس کی جیکٹ کا زپ کھینچ کر سینہ نگا کر دیا اور اس طرح اس کے جسم کو ٹوٹنے لگا جیسے اس کی چیز کی تلاش ہو۔۔۔ تقریباً دو منٹ تک وہ سیکی کرتا رہا۔ پھر اسکے کپڑے اتنا نہ شروع کر دیئے۔ بنیان کے نیچے اس کے سینے پر پیاس بندھی ہوئی تھیں۔

وہ کچھ اسی قسم کی بینڈنگ تھی جیسے وہ اس کے سینے یا پسلی کی کوئی بندھی ٹوٹ جانے پر کی گئی ہو۔۔۔ جب وہ پیاس اس سے نہ کھلیں تو وہ انہیں قلم تراش چاقو سے کامنے لگا۔ داؤ د بے حس و حرکت کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کبھی اس کی بے چین اور خوفزدہ آنکھیں تلاشی لینے والوں کی طرف اٹھ جاتیں اور کبھی عمران کی طرف۔ اور پھر اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بیہوش ہو کر گر جائے گا ایسا ہو بھی جاتا، مگر اس نے بڑی پھر تی سے گری ہوئی میز کا گوشہ تمام لیا تھا۔ اس کی وجہ شاید وہ لفاف تھے، جو بیہوش مجرم کے سینے پر بندھی ہوئی پیاسوں کے نیچے سے برآمد ہوئے تھے۔ یہ واٹر پروف کپڑے کے سر بھر لفاف تھے اور ان کی تعداد پانچ تھی۔

سارا فرانس تھرا تھا۔ جس سے جنوبی افریقیت کے بڑے لوگ بری طرح خارج تھے۔ وہ اسے آج سے نہیں تقریباً پچیس سال سے جانتا تھا اور دونوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ داؤ د کسی حد تک اس کا احترام بھی کرتا تھا۔

”فیاض بیہاں سے چلے جاؤ۔“ عمران نے سخت لمحہ میں کہا۔ ”اس کیس کا تعلق براؤ راست محکمہ خارجہ سے ہے اور میں... مجھے تو تم جانتے ہی ہو کہ میں محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر ہوں۔“

اچانک جوادا کرم جست کر کے ان دونوں فوجیوں کے درمیان سے نکل گیا اور اب اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

”تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاوو۔“ وہ غرایا۔

”فیاض باہر جاؤ!“ عمران نے پھر ہاتک لگائی۔

”تم سب باہر جاؤ.... جاؤ درنہ...“ جوادا کرم نے کہا۔۔۔ اور عمران پر فائز کر دیا۔۔۔ لیکن عمران غافل نہیں تھا۔۔۔ وہ ایک طرف لڑکھ گیا۔۔۔ اور گولی فکارو کے نیجہ کی ران میں لگی۔۔۔ وہ چین مار کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔۔۔ دوسرے لوگ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے ایک ایک کر کے باہر نکلنے لگے۔۔۔ پہلی فیاض ہی نے کی تھی۔۔۔ عمران ریگنا ہوا ایک الماری کی اوٹ میں ہو گیا۔ جوادا کرم لوگوں کو باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر عمران پر نہیں پڑی۔ ایک ایک کر کے وہ سب کرے سے نکل گئے۔ آخری آدمی کے ساتھ ہی وہ دروازے تک گیا۔ آخری آدمی داؤ د کا ایک مہمان تھا۔۔۔ اچانک باہر سے کسی نے فائز کر دیا۔۔۔ کمرے میں ایک چیخ گوئی۔۔۔ داؤ د کا وہ مہمان فرش پر پڑا ایڑیاں رکھ رہا تھا۔ باہر سے پھر بیک وقت کئی فائز ہوئے۔ لیکن جواد نے اتنی دیر میں ایک میز گرا کر پوزیشن لے لی تھی۔ وہ بھی اس کی آڑ سے فائز کرنے لگا۔ لیکن وہ اس سے بے خبر تھا! کہ خود اس کی موت آہستہ آہستہ ریگنی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔

عمران بیلوں کی طرح گھنٹوں کے بل چلا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جواد کا ایک ریوالور خالی ہو چکا تھا۔ اس نے اسے فرش پر ڈال کر باسیں ہاتھ کا ریوالور داہنے میں سنبھالا ہی تھا کہ عمران نے اس پر چھلانگ لگادی۔ ریوالور جواد کے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ اور پھر اسے سنبھلنے کی مہلت نہ مل سکی۔ عمران نے اپنی باسیں کلائی اس کی گردن میں جمادی تھی اور داہنے ہاتھ سے داہنی کپٹی پر گھونٹنے مار رہا تھا۔ کمرے پہلے ہی ٹانگوں میں جھکڑی جا چکی تھی۔ بالکل

”جھکڑیاں کس کے پاس ہیں؟“ عمران نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کیا۔
”میرے پاس!“ ایک نے کہا۔

”ہتھیار لگادو... اور اسے بیاں سے لے چلو!“ عمران بولا ”اور یہ لاش... یہ زخمی... ان کے لئے کوتولی فون کر دو... تلاشی کے لئے صرف دو آدمی کافی ہیں... کیپٹن ریڈ اور لفینٹ خان... تم مشہرو گے!“

”بہتر جناب!“

(۱۷)

کمرے سے لاش، مجرم اور زخمی ہٹائے جا چکے تھے... داؤ دیوار سے لگ کھڑا تھا... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے ذہن میں کسی قسم کی کلکش سی جاری ہے! اس کے ہونٹ خنک ہو گئے تھے اور ان میں ٹیلاہٹ سی دوڑگی تھی۔

”سیٹھ داؤ!“ عمران آہستہ سے بولا ”تم ذر رہے ہو!“

”ہاں میں ڈرہا ہوں!“ داؤ نے گھٹی گھٹی نی آواز میں کہا۔ ”پہلے میرا راز ایک بلیک میلر کے قبضے میں تھا... اور اب وہ... ایسے ہاتھوں میں پنچ چکا ہے کہ اس کی پلیٹی بھی ہو سکتی ہے۔“

”میرے پاس تمہارا کوئی راز نہیں ہے۔“ عمران بولا۔

”ہے مژہ عمران... آپ نے جو لفافے برآمد کئے ہیں۔ ان میں سے یقیناً ایک میرے معاملات سے تعلق رکھتا ہے۔“

”ٹھیک ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا ”ان میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی کا نام تحریر ہے۔ لیکن مجھے تمہارا نام کہیں نظر نہیں آیا۔“

”عادل کریم... میرا مطلب ہے! کیا اس نام کا بھی کوئی لفافہ نہیں ہے؟“

”ہاں ہے تو!“ عمران اسے گھونٹنے لگا۔

”جی ہاں۔ بس وہی ہے۔“

”مگر تمہارا نام تو داؤ کے ہے۔“

”میرے چھوٹے بھائی کا نام ہے... عمران صاحب دوزندگیاں برباد ہو جائیں گی۔“ داؤ نے گھوکر آواز میں کہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ہوئے پھوٹ کر رونے لگا۔

عمران خاموشی سے کھڑا سے دیکھا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”تم یہ لفافے لے سکتے ہو... لیکن اگر اس نے عدالت میں اس کے متعلق کچھ کہا تو...؟“

”میں کچھ نہیں جانتا... کہ کیا ہو گا... مجھے بچائے عمران صاحب! مجھ سے ایک اخلاقی جرم سرزد ہوا تھا... مجھے بچائے!“

”لفافے اٹھالو...“ عمران نے لفافے اس کے سامنے ڈال دیا۔

”داو دلفافے اٹھانے کے لئے جھکا اور اسے اٹھاتا ہوا دوسرا ہاتھ عمران کے پیر پر رکھ کر بولا۔“ یہ پاکیں ہمیشہ میری گردن پر رہے گا... میں نے اس لفافے کی قیمت تین لاکھ لکھی وہ رقم ہر وقت آپ کی ہے....“

”شکریہ!“ عمران نے کہا ”اگر میں تمہارے کام کے لئے بیاں آیا ہو تو یقیناً یہ رقم میری ہوتی... مگر میں خود اس کی تلاش میں تھا... اسی دوران میں تمہیماں آنکھیں...“

”نہیں وہ تو آپ کو لینی ہی پڑے گی!“ داؤ نے کہا۔

”لیکن عمران اسے دہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا۔“

(۱۸)

”جناب!“ عمران سر سلطان سے کہہ رہا تھا ”اب میرے پاس تین لفافے اور ہیں! وہ بھی یہیں کی تین بڑی شخصیتوں سے تعلق رکھتے ہیں یعنی ان پر ان کے نام اور پتے درج ہیں۔ جس طرح میں نے آپ کے نام کا لفافہ کھولے بغیر آپ کے پرد کر دیا۔ اسی طرح انہیں بھی... مگر نہیں، بہتر یہی ہے کہ میں انہیں نذرِ آتش کر دوں۔“

”مجھے ان سے کوئی سر و کار نہیں! جو تمہارا دل چاہے کرو!“ سر سلطان بولا ”مگر عمران تم نے اسے پکڑا کیسے؟“

”یہ نہ پوچھئے جناب تو بہتر ہے مجھے اس کے لئے ایک بہت ہی ذلیل قسم کی حرکت کرنی پڑی ہے!“

”یعنی؟“

”اف! آپ پوچھ کر ہی رہیں گے! لیکن اگر کہیں والد صاحب کو اس کا علم ہو گیا تو مجھے عاق بحق کر دیں گے!“

”بناو نہیں تو مارتا ہوں چانغا!“

”مجھے داؤد کی بیوی سے وہ کرتا پڑا تھا۔“

”کیا....؟“

”وہی....!“

”کیا کہتے ہو؟“

”جی ہاں عشق....!“ عمران شرما کر بولا ”پتہ نہیں یہ ایکنگ تھی یا حقیقت!“

”کیا مطلب؟“

”بلیک میلر ہر وقت مواد کی تلاش میں رہتا ہے۔ میں نے سوچا کیوں نہ اسی لائس پر تجربہ کیا جائے۔ لہذا میں نے داؤد کی بیوی میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ ... اور ساتھ ہی اس کا جائزہ بھی لیتا رہا کہ ہم دونوں میں کون زیادہ دلچسپی لے رہا ہے۔ پنیگیں بڑھتی رہیں ... اور ایک آدمی سائے کی طرح ہم دونوں کے پیچھے لگا رہا۔ یہ جواد اکرم تھا... پھر پرسوں اس نے چھپ کر ہم دونوں کی تصوری لے ڈالی جس میں ہم دونوں ظاہر مشتبہ حالت میں نظر آتے ہیں لیکن حقیقت صرف اتنی تھی کہ میں نے اس کے ہاتھ پکڑنے لئے اور وہ ہستے ہستے دوہری ہو کر مجھ پر بھک آئی تھی۔ یہ تصوری اس کیلئے بڑی منفعت بخش تاثر ہوتی۔ وہ داؤد کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بیوی کو بھی بلیک میل کر کے بڑی بڑی رقبیں ایٹھانا شروع کر دیتا۔ بہر حال میں اس سے واقع تھا کہ تصوری لینے والا جواد اکرم ہی تھا کیونکہ وہ شروع ہی سے ہمارا تعاقب کرتا ہوا جھاڑیوں تک پہنچا تھا۔“

پھر عمران نے اپنے اس عشق کی داستان تفصیل کے ساتھ دوہرائی اور خاموش ہو گیا۔

”عمران!“ سر سلطان سخیدگی سے بولے ”واللہ تم بلا کی کھوپڑی رکھتے ہو۔ بھلا اس کے علاوہ اور کیا تدبیر ہو سکتی تھی!“

”نہیں جناب! یہ نہ کہیے۔ میں اسے ہر حال میں گرفتار کر لیتا۔ اگر وہ بلیک میلر ثابت نہ ہوتا تب بھی میں اسے نہیں کر سکتا جناب! کیونکہ بعض اوقات میر ادل چاہتا ہے کہ اپنے جنم ہی سے کل بھاگوں! خصوصاً اس وقت جب میرے ٹیلیفون کی گھنٹی بھتی ہی چلی جاتی ہے آہا! خوب یاد آیا! اس کیس کی کامیابی کا سہرا دراصل اس لڑکی کے سر ہے جو مجھے اکثر فون پر بور کیا کرتی ہے۔“

”آہا.... آہا....“ سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے ”اب معاملہ بالکل صاف ہو گیا!“

”میں نہیں سمجھا۔“

”وہ مجھ سے چند اہم دستاویزات کی نقلیں خاہتا تھا اور وہ دستاویزات میں الاقوای ہی نوعیت“

”کی ہیں!“

”اگر آپ یہ بات پہلے بتا دیتے تو مجھے داؤد کی بیوی سے عشق کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کرنی پڑتی.... ذرا سوچئے تو.... اگر اس نے اپنا عشق برادر جاری رکھا تو کیا ہو گا! میں کہاں جاؤں گا.... اللہ رحم!“

”مرت بکوا!“

عمران خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”حقیقت کرار اسے پہچانتا تھا۔ ورنہ جواد اسے قتل نہ کرتا.... اس طرح اس نے ایک تیر سے دو شکار کئے۔ ایک طرف ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو اسے پہچانتا تھا اور دوسرا طرف آپ کو خوفزدہ کر دیا۔ یعنی یہ ظاہر کرنا چاہا اگر اس کا مطالبہ پورا شکا کیا گیا تو وہ سب کچھ کر گزرے گا۔ ظاہر ہے جو آدمی دن دہازے ایک آدمی کو قتل کر کے آپ کے پاس میں باغ میں ڈال جائے۔ وہ آپ کے لئے بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس طرح اس نے آپ پر اپنار عرب بھاٹا چاہتا پھر فگارو کے مثیر کو فون کرانے کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ کرار کو تلاش کرتا ہوا آپ کے بیٹلے تک آئے۔ اتنی دیر میں لاش یقیناً دریافت کی جا بھی ہو گی اور وہ اپنے بیان میں یہ کہے کہ کرانے اسے آپ ہی کے بیٹلے سے فون کیا تھا۔ آپ بری طرح پھنس جاتے.... جناب! اور الوالی بات تو آپ کسی سے کہہ نہ سکتے۔ کیونکہ اس کے پاس آپ کے خلاف کوئی ٹھوں تھم کا مواد موجود تھا۔“

”بالکل یہی بات ہے.... عمران....“ سر سلطان ایک طویل سانش لے کر بولے ”میں ہمیشہ تمہارا شگر گزار رہوں گا.... ہاں.... اور یہ بھی سن لو کہ تم اب محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس سے بالکل بھاگنے کی کوشش نہیں کرو گے!“

”میں وعدہ نہیں کر سکتا جناب! کیونکہ بعض اوقات میر ادل چاہتا ہے کہ اپنے جنم ہی سے کل بھاگوں! خصوصاً اس وقت جب میرے ٹیلیفون کی گھنٹی بھتی ہی چلی جاتی ہے آہا! خوب یاد آیا! اس کیس کی کامیابی کا سہرا دراصل اس لڑکی کے سر ہے جو مجھے اکثر فون پر بور کیا کرتی ہے۔“

سر سلطان کے استفسار پر عمران نے وہ داستان بھی شرما شرما کر دوہرائی اور پھر کچھ در

خاموش رہ کر بولا۔۔۔ ”اس نے بار بار رگ کر کے کچھ ایسی اودھم مچائی تھی کہ آپ کے او
فگارو کے فون کا سلسلہ میرے فون سے آلا۔۔۔“
سر سلطان بڑی دنی مک ہستے اور عمران کو برا بھلا کہتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ شادی رز
کر کے اپنی زندگی برپا کر رہا ہے۔

(۱۹)

داود کو کبھی نہ معلوم ہو سکا کہ عمران نے جواد اکرم پر کس طرح قابو پایا تھا۔ اس نے بارا
عمران سے پوچھا۔ لیکن عمران ہمیشہ یہ کہہ کر مٹا لیا کہ وہ ایک سرکاری راز تھا!
اور شاداں بیچاری تو عمران کا دوسرا روپ دیکھ کر پہلے ہی سہم گئی تھی۔ اس کی ہمت ہی
نہیں پڑی کہ وہ عمران سے دوبارہ ملتی! لہذا اس مفعکہ خیز عشق کی داستان بھی جہاں تھاں رہ گئی۔
البتہ وہ نامعلوم لڑکی اب بھی عمران کو فون پر بور کرتی رہتی ہے۔۔۔ اور عمران کا خیال ہے
کہ اگر اس نے کچھ دن اور جھیٹر چھاڑ جا رکھی تو وہ پاگل ہو کر کتوں کی طرح بھوکنے لگے گا
کیونکہ اکثر وہ اس کے کاموں میں بھی حارج ہونے لگتی ہے۔
ویسے اب عمران نے بھی ایک نئی حرکت شروع کر دی ہے۔ اس نے ایک کتے کا پلاپاں!
ہے۔ جب بھی اس نامعلوم لڑکی کا فون آتا ہے وہ کتے کے پلے کامنہ ماؤنچ پیس کے سامنے
کر کے اس کی دم ایٹھ دیتا ہے۔

(ختم شد)

عمران سیریز نمبر ۹

دھوئیں کی تحریر

(مکمل ناول)

پیشہ س

اب ”دھوئیں کی تحریر“ پڑھئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ عمران کو ایک خاص ڈھب پر لے آؤں۔ آپ اس بار عمران کو نئے روپ میں دیکھیں گے اور یہ اس کا مستقل روپ ہو گا۔ عمران ابھی تک تجرباتی دور میں تھا! انگر اب وہ کسی حد تک ایک مخصوص فریم میں فٹ ہو گیا ہے! بہت جلد آپ اسے بھی کرنل فریدی ہی کی طرح ایک منفرد رنگ میں دیکھیں گے۔

آپ ہر ماہ میرے کم از کم دو مختلف ناول ضرور پڑھتے ہیں۔ وہ اچھے ہوتے ہوں یا مُرے آپ کو ان کا انتظار رہتا ہے....! اور مجھے ان پر آپ کی تنقید کا انتظار رہتا ہے۔

مجھے آپ کے خطوط ملتے ہیں اور میں آپ کے مشوروں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہر ماہ مجھے سینکڑوں خطوط موصول ہوتے ہیں۔ اب آپ ہی سوچئے اگر میں ہر ایک کو الگ الگ جواب لکھنے بیٹھوں تو پھر آپ کے لئے ناول کون لکھے۔ اس لئے اگر آپ کو ذاتی نوعیت کے خطوط کے جواب نہ ملیں تو اسے میری بد اخلاقی پر محبوں نہ کبھی! بلکہ معروف سمجھ کر معاف کر دیجئے۔

اب رہا میری تصویر کا مسئلہ یہ میرے لئے بڑا مضمکہ خیز ہے! اس سلسلے میں جو خطوط موصول ہوتے ہیں انہیں پڑھ کر بے تحاشہ ہوتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ مجھے ”تصویر ذرا اچھی کہنچوانی چاہئے تھی!“

کل آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ذرا اپنے چہرے پر سفیدی کر کے کسی آرٹسٹ سے پھول اور پیتاں بھی بنوایجھے لیکن یہ آپ اسی وقت کہ سکیں گے جب آپ مجھے قریب سے دیکھیں۔ خدا مجھے اس بُرے وقت سے محفوظ رکھے۔

بہر حال میں نے سید ہمی سادھی تصویر کیوں پیش کی اس نسلے میں ایک واقعہ سنایا کہ آپ کو بھی عبرت ”پکڑانے“ کی کوشش کروں گا! طالب علمی کے زمانے میں مجھے ایک شاعر کا جنون ہو گیا تھا۔ کلام تو تھا ہی ”غالم“ اس کی تصویریں بھی بڑے غضب کی ہوا کرتی تھیں! جہاں بھی اس کی کوئی تصویر ملتی بڑے چاؤ سے فریم کر کے دیوار کی زینت بنا دیتا!..... لیکن ایک بار اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو یقین کبھی..... اگر میں خدا نخواستہ شرابی ہوتا تو نش کی ترنگ میں اسے اٹھا کر سڑک پر ضرور پھینک دیتا!... کچھ ایسا ہی غصہ آیا تھا!...! بس جتاب کیسے کے سامنے بیٹھتے وقت مجھے یہی واقعہ یاد آگیا تھا!... اس لئے آپ کو کوئی آرٹیسٹ پوز نہ مل سکا! ایسے یہ آپ کی زبردستی ہی تھی کہ مجھے اپنی تصویر دینی پڑی ورنہ میرا خیال ہے کہ تصویریں صرف راجکپور، دلیپ، نرگس، مدھوبالا کی چھپنی چاہئے۔ جنہیں پان والے بھی بڑے احتیاط سے فریم کر کے اپنی دکان کی زینت بناتے ہیں!... اور ادیبوں کی تصاویر کا!... کسی پروویژن اسٹور سے پاؤ بھر دال لے آئیے!... جس تھی میں دال ملنے اسے الٹ پلٹ کر غور سے دیکھئے! کسی نہ کسی ادیب یا شاعر کی تصویر آپ کو اس پر ضرور مل جائے گی!

یا نہیں... اس بات کو تو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ چیف آفیسر اس سے ملنے پر مجبور نہیں ہو گا اور نہ یہی ضروری تھا کہ والثن کو اس کی مدد حاصل ہی ہو جائے۔ یہ چیف آفیسر کی اپنی مرضی پر منحصر تھا کہ وہ والثن کی مدد کرتا یانہ کرتا۔

والثن کا کہنا یہ تھا کہ کام کی نوعیت سرکاری ہی ہے لیکن وہ بخی طور پر سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کی مدد کا طالب ہے... یہ بات کیپین جعفری کی سمجھی سے باہر تھی۔ لیکن انپکڑ والثن نے اس کی وضاحت نہیں کی۔

کیپین جعفری کم گھاگ نہیں تھا۔ اسے پہلے ہی سے معلوم تھا۔ والثن ایک عادی قسم کا شرابی ہے۔ لہذا اس نے اسے ٹھراپلانے کا پروگرام بنایا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ دیسی ڈسکرٹ کہلاتی ہے اور کچھ ملائے بغیر پی جاتی ہے اور پینے والے اسے ایک گپ سے شروع کرتے ہیں اور اس کے بعد کے گپ انفرادی حیثیت سے پچھلے گپوں کی نسبت مقدار میں دو گئے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے گپ کا مطلب ہو گا دو گپ تیرے کا چھپ گپ اور چوتھے کا آٹھ گپ... لہذا چوتھے گپ پر والثن کو بار کی چھت میں ستارے نظر آنے لگے... اور اسے بے تحاشہ اپنی محبوبہ یاد آگئی جس کی ماں نہ صرف یہی تھی بلکہ اس کی ایک ناگزیر بار باد کا شکار ہو کر بیشہ کے لئے اس کے جسم سے الگ ہو گئی۔ محبوبہ کیسا تھا اس کی ماں کی کتنی ہوئی ناگزیر بھی یاد آگئی اور والثن نے رو دینے کا سامنہ بنایا۔

”کیوں ڈسکرٹ کیا بات ہے...؟“ کیپین جعفری نے پوچھا جو اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ”بیچاری...!“ والثن مختنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ کیپین جعفری چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن اس کیسی بھی کوئی بیچاری نظر نہ آئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اب اس کی کھوپڑی آؤٹ ہو رہی ہے۔!

اس نے کہا۔ ”ہاں... ہاں... بیچاری آگے کھو...!“

مگر... والثن کی کھوپڑی آؤٹ ہو کر صرف اپنی محبوبہ کی مغلوق والدہ کے گرد ہی ناچنے لگی۔ وہ اس کے متعلق بہت کچھ بک گیا۔ لیکن کیپین جعفری کے ایک بھی بیلے نہ پڑی اور پھر اسے اپنی حماقت پر غصہ آگی۔ وہ سوچنے لگا کہ اس نے خواہ خواہ مصیت مولی۔ کیونکہ اب والثن بُری طرح بیکنے لگا تھا۔ بہر حال اب کھیل تو بُری ہی پکا تھا۔ جعفری نے سوچا کیوں نہ دراواست اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے۔

”تم یہاں کیوں آئے ہو...؟“ اس نے پوچھا۔

کیپین جعفری نے انپکڑ والثن کو چوتھا گپ پیش کیا۔ کیپین جعفری کے لئے بھی چوتھے گپ مطلب تھا چوتھائی بوتل۔ اس سے پہلے ہی وہ آدمی خالی کر پکے تھے اور یہ کوئی معمولی شراب نہ تھی۔ دیسی ٹھرا تھا۔ انپکڑ والثن کے سینے اور حلق میں الو ضرور بولنے لگے تھے لیکن اسے ثاں زندگی میں پہلی ہی بار اتنی تیز شراب پینے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر وہ چونکہ ایک عادی شرابی تھا اس لئے پیتا ہی چلا گیا۔

اس کا تعلق دراصل اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تھا اور وہ یہاں ایک بہت ہی اہم کام کے سلسلے میں آیا تھا۔ محلہ خارجہ کے سیکرٹ سروس کے ایک آفیسر کیپین جعفری سے اس کی پہلے کی ملاقات تھی۔ دوسرا جنگ عظیم میں وہ دونوں ہی ایک یونٹ میں تھے اور والثن بھی کیپین ہی تھا۔ جنگ کے اختتام پر اسے اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جگہ مل گئی تھی اور کیپین جعفری اپنے یہاں محلہ خارجہ کی سیکرٹ سروس میں لے لیا گیا تھا۔

انپکڑ والثن کی آمد سرکاری نوعیت کی تھی۔ لیکن وہ جس کام کے لئے آیا تھا اس کے باہم ابھی کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم ہوا کھا تھا۔ دراصل وہ بر اور است چیف آفیسر سے گفتگو کرتا چاہتا تھا۔ لیکن چیف آفیسر تھا کون؟ کیپین جعفری کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ رہا ہو۔ اس نے اس کے متعلق اتنا ضرور سن، تھا کہ وہ کوئی معقول آدمی نہیں ہے۔ یہ بات اسے ان پانچ آفیسروں میں سے ایک نے بتائی جواب اس سمجھے میں نہیں تھے۔ انہیں دوبارہ ملٹری کی سروس میں بھیجا جا چکا تھا۔ کیپین جعفری کو اس کا علم بھی نہیں تھا کہ چیف آفیسر انپکڑ والثن سے ملنا پسند بھی کر۔

چند ہیائے چند ہیائے سے معلوم ہونے لگے... لیکن جعفری کی آنکھوں کے سامنے تاریکی کا ایک سمجھان ساداڑہ تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ کیونکہ والثن کو اس نے جس حال میں دیکھا۔ وہ اس کے خواب و خیال میں بھی آنے والی چیز نہیں تھی۔ وہ فرش پر اونڈھا پڑا تھا اور اس کی پشت میں دونوں... شانوں کے درمیان ایک بخوبی تک پیوست تھا۔

بار میں بلوچ گیا۔ والثن ٹھنڈا ہو چکا تھا تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے بھی بتایا... کیپیٹن جعفری کا یہ عالم تھا جیسے اس نے ہفتوں سے شراب ہی نہ پی ہو۔

پولیس کو پیان دیتے ہوئے اس نے بہت احتیاط سے کام لیا۔ نہ تو اس نے یہ بتایا کہ اس کا تعلق محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس سے ہے اور نہ بھی ظاہر ہونے دیا کہ مقتول اسکاٹ لینڈ یا رڈ کا کوئی سراغ رسال تھا اس کے بیان میں بھی تھا کہ اس کی اور مقتول کی دوستی بہت پرانی تھی کیونکہ وہ دونوں دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں کی طرف سے شانہ بشانہ لڑکے تھے۔ آج اتفاقاً دونوں کی ملاقات ہوئی اور جعفری نے اسے بار میں مدعا کر دیا۔ اس نے بتایا تھا کہ اسے والثن کی جائے قیام تک کام نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ کیا بتا سکتا کہ اس کی کسی سے دشمنی تھی یا نہیں۔

پولیس نے اسے تقریباً پانچ گھنٹے تک روکے رکھا۔ بہر حال جعفری کے لئے یہ ایک سنسنی خیز تجربہ تھا۔ اس نے بھوں اور گولیوں کی گونج میں بھی اپنی زندگی کا کچھ حصہ گزارا تھا۔ زخمیوں اور مرتبے ہوئے آدمیوں کی چیزوں سنی تھیں۔ خود اپنے ہی ہاتھوں سے درجنوں کو موت کے گھٹات اتارا تھا۔ مگر والثن کے اس جیرت انگیز قتل سے زیادہ وہ اور کسی چیز سے استماتہ نہیں ہوا تھا۔ رات کا بقیہ حصہ اس نے جاگ کر گزارا۔



ٹھیک پانچ بجے اس کے فون کی گھنٹی بھی۔

”سیلر!...“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کیپیٹن جعفری!“

”ہاں جعفری بول رہا ہے!“ جعفری نے جواب دیا۔

”میں ایکس ٹو بول رہا ہوں!“

”اوہ ہو چیف آفیسر صاحب... فرمائیے... جناب...!“

”اس بیماری کے لئے... مجھے اپنے بیہاں کے کسی فقیر سے ملا... ایسا فقیر جو آسمان کی طرف رہے اچھاں کر اس پر چڑھتا چلا جائے... مجھے ایک فقیر آج ملا تھا۔ میں نے اسے پانچ ایک نوٹ دیا تھا۔ لیکن وہ کثی ہوئی ناٹگ و اپس نہیں لاسکتا۔ اس نے کہا کہ میں جس فقیر کا استثنہ ہوں... وہ بڑا سور آدمی ہے!“

”اچھا بخاموش ہو جاؤ!...“ کیپیٹن جعفری نے جھنچھلا کر کہا۔ ”ورنه...!“ ”ورنه کیا...!“ والثن آنکھیں نکال کر بولا۔ ”میا میں تم سے کمزور ہوں!...“ جعفری گوہہت زیادہ ڈاؤن نہیں تھا مگر تھا نئے ہی میں لہذا سے والثن کا لہجہ بہت بُرگا اور اسے غصہ آگیا۔

”ایک ہی گھونے میں تمہارا چہرہ جڑوں سے محروم ہو جائے گا!“ ”اوه... یو... سوا میں...!“ والثن نے دانت پیس کر ہاتھ گھما دیا۔ لیکن اس کا ہاتھ جعفری کے چہرے پر نہیں پڑ سکا۔ کیونکہ دفتراہاں میں انہیں اہو گیا تھا۔ ساتھ ہی ایک چیخ تاریکی میں ہبرائی اور کیپیٹن جعفری کا نشہ ہرلن ہو گیا۔ پھر اس نے قریب ہی کسی کے گرنے کی آواز سنی۔

چیخ سونی صد والثن ہی کی تھی اور وہ اس کے کانوں کے قریب پیچا تھا۔ انہیں میں شورا غل کی آواز ایک دوسرے سے نکلتی بھیلتی اور بڑھتی رہیں۔

اچانک کسی نے چیخ کر کہا۔ ”پوری لائن آف ہے!“ پھر کوئی دوڑتا ہوا آدمی جعفری کی کرسی سے نکلایا۔ اور وہ دونوں کریسی سمیت فرش؛ نیسیں بولتا تھا... لیکن انتہائی غصے کے باوجود بھی اس نے نکلنے والے کو نکل جانے دیا۔ اگر“ اجائے میں نکلیا ہوتا اور اچھی حیثیت کا آدمی ہوتا تو جعفری کے ہاتھوں پہنچنے کے بعد جعفری کم رتبہ آدمیوں پر ہاتھ انھا ناکرشان سمجھتا تھا۔

نشے میں بھی اسے اس بات کا خیال رہتا تھا۔ اسے اس بات پر بڑا فخر تھا۔ کہ وہ ایک ایجٹ خاندان کا آدمی ہے۔ اس وقت تو وہ اور زیادہ خوش تھا کیونکہ ابھی ابھی اس نے انگلینڈ کے ایک خاندانی آدمی کے ساتھ شراب پی تھی۔ انگلستان کا پوتا تھا اور موسویہ سرگر لیں والثن کا بھیجا تھا۔

یک بیک ہاں پھر روشن ہو گیا... اور لوگ اجائے میں بھلک آنے والی چپگا درڑوں کی طرف

”میا پچھلی رات تم اور والٹن تھاہی تھے...؟“
”جی ہاں جناب...!“ جعفری اپنا سر کھجانے لگا... اور اس کی پیشانی پر دو تین موئی موئی
ٹکنیں ابھر آئیں۔

”میا تمہارا اپیان جو تم نے پولیس کو دیا ہے صحیح تھا۔!“

”نہیں جناب... بھلایہ کیے ممکن تھا کہ میں اسے اپنی موجودہ حیثیت کے متعلق پوچھتا تھا۔!“

”خیر... اس کے علاوہ...!“

”اور سب کچھ درست تھا۔!“ جعفری نے جواب دیا۔

”مگر تم پچھلی رات نے میں نہ ہوتے تو میں اسے تسلیم کر لیتا۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”وہ دیکھئے... بخ... جناب...!“

”اور ہڑاپی رہے تھے۔ لعنت ہے تم دونوں پر... اگر پوست مارٹم کرنے والوں نے معدے
میں پنج کچھی شراب کی شاخت کر لی تو تم بڑی مشکلات میں پھنس جاؤ گے۔“

”اوہ...!“ جعفری کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

”خیر یہ تم نے اچھا کیا کہ والٹن کی اصلاحیت بھی چھاپے گئے۔!“

”آپ جانتے ہیں۔“ جعفری نے تحریر انداز میں کہا۔

”اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے ملتا چاہتا تھا۔!“

”میرے خدا...؟“ جعفری نے حیرت سے کہا۔ ”پھر آپ اس سے نہ کیوں نہیں۔!“

”ایکس ٹو سے کوئی نہیں مل سکتا۔!“ جواب ملا۔

”تو پھر آپ بھی یہ جانتے ہوں گے کہ وہ آپ سے کیوں ملتا چاہتا تھا۔!“ جعفری نے پوچھا۔
”ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں... اچھا دیکھو... اب تم پولیس کے ہاتھ نہیں آؤ گے ورنہ کھیل
گز جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ملکہ کا کوئی آدمی عوام کی نظر وں پر چڑھے کیا سمجھے۔
تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ پولیس تمہارے چاروں طرف جال بن رہی ہے۔ بار کے نیجے
نے اپنے بیان میں بھی لکھ دیا ہے کہ تم گو کہ اس کے پرانے گاہک ہو۔ مگر کل تم نے بارے
شراب نہیں طلب کی تھی۔ اگر میزیں وغیرہ نہ الٹی ہوتیں تو پولیس تمہاری میز پر ٹھرے کی
بوتل ضرور پاپی اور پھر تمہیں گھر تک پہنچانا فیسب نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات حیرت انگیز تھی۔

تم ایک انگریز کو دیسی ہٹراپلار ہے تھے۔ گرائب پوست مارٹم کی روپورٹ جسے ہی پولیس کے ہاتھوں
میں پہنچی... تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا ہوگا۔ لہذا الجلا پھیلنے سے پہلے ہی اپنی قیام گاہ چھوڑ دو۔ لیکن
اگر تمہارے کاغذات میں سے ایک بھی دہان رہ گیا تو... آبا... ٹھہرو میں تمہیں بتاتا ہوں۔!“

”ٹھاکیں...!“ اچاک ایک فائر ہوا... اور گولی سامنے والی دیوار سے نکل رہی۔ ریسیور جعفری
کے ہاتھ سے چھوٹ گیا... اور اس نے بے تحاشہ کھڑکی سے باہر چلا گئ لگادی۔ کھڑکی کی زمین
سے زیادہ اوپنی نہیں تھی۔ پھر بھی اس کے دابنے پیر میں کافی چوت آئی۔ اب وہ سڑک پر تھا۔
کھڑکی سے پھر ایک فائر ہوا۔ اس پار بھی جعفری بال بال بچا۔ سر دیوں کے دن تھے۔ سڑک
سنان پڑی تھی۔ جعفری نے ایک گلی میں گھس کر دوڑنا شروع کر دیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا
جیسے وہ خواب میں دوڑ رہا ہو۔ جعفری بزدل نہیں تھا۔ لیکن وہ اندر ہیرے میں چلانی جانے والی
گولیوں سے بہت ڈر تھا۔



کیپٹن خاور گھری نیزد میں تھا... ٹھیک پاخ بچے اس کے سرہانے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بھی
اور خاور اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا یعنی اس کا انتظار ہی رہا ہو... اس کی نیزد کچھ ایسی ہی
ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ گھری نیزد سوتا تھا۔ لیکن کوئی معمولی سی آواز بھی اسے جھاکتی تھی۔

”بیلو...!“ وہ ناؤ تھے پیس میں حلق چھاڑ کر چینا۔

”ایکس ٹو سپلائکنگ...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”اوہ... لیں سر... گڈ مورنگ سر...!“ کیپٹن خاور بول کھلا گیا۔

”مورنگ...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”دیکھو... کیپٹن خاور... کیپٹن جعفری
خڑتے میں ہے۔ اس کے مکان پر فوراً پہنچو... اس کے کاغذات کی حفاظت ضروری ہے۔ میں
نہیں چاہتا کہ وہ پولیس کے قبضے میں جائیں۔ جلدی کرو۔ اجلا ہونے سے پہلے ہی تمہیں دہان
سے واپس آ جانا ہے۔!“

دوسری طرف سے سلسہ منقطع کر دیا گیا۔ خاور نے تیزی سے کپڑے پہنے اور میز کی دراز
سے ریو اور نکال کر جیب میں ڈالتا ہوا باہر نکل آیا مونٹر سائکل سامنگان کے بیچے موجود تھی۔
پس پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح کیپٹن جعفری کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سڑکیں

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاو...!“ خاور نے آہتھ سے کہا۔

یہ کھلی ہوئی حماقت تھی۔ اندر ہیرے میں اس قسم کے اقدامات فضول ہی ہوتے ہیں بہر حال وہ گھونسہ خاور کی پیشانی ہی پڑا تھا جس نے اس کی آنکھوں میں ستارے بھردیے اور اسے چاروں طرف اجلاہی اجلاہی نظر آنے لگا۔ مگر اس کے اوسان سلامت تھے۔ اس نے جوابی حملہ روپا اور کے دستے سے کیا... دیے یہ اور بات ہے کہ وہ دیوار پر پڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چوٹ بھی آئی اور روپا اور بھی ایک کھٹا کے ساتھ فرش پر جاگرا۔ بہر حال وہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن رہا تھا جو لحظہ بے لحظہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ پھر شناٹا چھا گیا۔

اب خاور نے جیپ سے ٹارچ نکالی... اور سارے کمرے روشن کرتا چلا گیا۔ صدر دروازہ مقفل کرنے کے بعد وہ پھر ان کمروں کی طرف واپس آگیا۔ شاید ہی کوئی کہراہا ہو جس میں اپری نہ نظر آئی ہو۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے بہت جلدی میں کوئی چیز تلاش کرنے کی کوشش کی ہو۔

خاور نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا کیونکہ وہ اس جگہ سے واقف تھا جہاں کیپن جعفری اپنے کاغذات رکھا کرتا تھا۔ سیکٹ سروس کے آٹھوں آدمی ایک دوسرے سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان رازوں میں بھی ایک دوسرے کے شریک تھے جن کا تعین مجھے سے تھا۔ وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں کیپن جعفری اپنے کاغذات رکھتا تھا۔

مگر... دوسرے ہی لمحے میں اس کی روح تک لرزائی۔ کیونکہ کاغذات وہاں نہیں تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اس کا پُر اسرار آفسر ایکس ٹو... بڑی سختی سے جواب طلب کرے گا۔ ایکس ٹو جس کی شکل اس کے آٹھوں ماتحتوں نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ اس کے پیغامات انہیں فون پر ملا کرتے تھے۔ کبھی اوقات تو انہیں ایسا محسوس ہونے لگتا تھا جیسے وہ کوئی روح ہو۔ اکیپن خاور نے ایک بھر جھری سی لی... وہ سب ایکس ٹو سے بہت ہی ڈرتے تھے۔

اچاک اس کی نظر میز پر پڑی جس پر صرف ایک کاغذ کا ٹکڑا پیپر ویٹ سے دبار کھا تھا۔ اس کے علاوہ اس میز پر اور کچھ نہیں تھا۔ خاور نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا اور پھر ایک گھری سائنس لے کر کمروں کے بلب بھانے میں مشغول ہو گیا۔ کاغذ کے اس ٹکڑے پر تحریر تھا۔

سنستان پڑی تھیں۔ اس لئے چورا ہوں پر روک لئے جانے کا بھی خدشہ نہیں تھا۔ موڑ سائکل گویا فضا میں تیرتی چلی جا رہی تھی۔

پھر اس کا انجمن جعفری کے مکان کے سامنے ہی پہنچ کر بند ہوا۔ موڑ سائکل ایک طرف کھڑی کر کے کیپن خاور دروازہ اندر گھستا چلا گیا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔

”خبردار!“ اچاک ایک کمرے سے آواز آئی۔ ”جو جہاں ہے وہیں پڑھنے پو لیں۔“ لیکن خاور اتنا حقن نہ تھا کہ ایسے فقروں میں آ جاتا۔ اگر پو لیں اندر موجود تھی تو باہر بھی کسی نہ کسی کو ہونا چاہئے تھا اور کوئی نہیں تو ایک کا نیسلیں ہی صدر دروازہ پر نظر آگیا ہوتا۔

کیپن خاور نے جیب سے روپا اور نیکل کر اس کا رخ بند دروازے کی طرف کر دیا۔ اسی دروازے کی دوسری طرف کسی نے اسے مخاطب کیا تھا دروازہ اس دروازے کے شیشوں میں روشنی بھی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ لہذا جو کوئی بھی اندر تھا اندر ہیرے ہی میں تھا کیپن خاور نے آگے بڑھ کر ایک زور دار ٹھوک دروازے پر رسید کی۔ دروازہ کھل گیا ساتھ ہی ایک شعلہ سا سننا تا ہوا اس کے دائیں کان کے قریب سے گذر گیا۔ وہ بڑی پھر تی سے ایک طرف ہٹا اور دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ اندر گھری تاریکی تھی اور سنائی کا یہ عالم تھا جیسے چند لمحات پیشتر نہ تو کوئی فائز ہوا اور نہ کسی کے قدموں کی چاپ ہی سنائی دی ہو۔

تقریباً تین یا چار منٹ تک تھی کیفیت رہی۔ کیپن خاور چپ چاپ دیوار سے چپکا کھڑا رہا وہ اس مکان کے نقشے سے اچھی طرح واقف تھا خاور جانتا تھا کہ جو کوئی بھی اس کمرے کے اندر ہے اس کے لئے فرار کی رہا اس دروازے کے علاوہ اور کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔

ورنہ وہ اتنا گاؤڈی نہیں تھا کہ اس طرح وقت بر باد کرتا۔

اچاک اندر سے روشنی کی ایک باریک سی لکیر باہر رینگ آئی۔ کیپن خاور اب بھی بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اس نے اپنی سائنس سکن روک رکھی تھی لیکن روپا اور کارخ دروازے ہی کی طرف تھا۔ روشنی کی لکیر جلد ہی غائب ہو گئی شاہد وہ کسی بخشی سی ٹارچ کی روشنی تھی جس کی شعاعیں پھیلتی نہیں تھیں۔

دوسرے ہی لمحے میں کوئی دبے پاؤں کمرے سے نکلا اور ساتھ ہی خاور کے روپا اور کی نالی اس کے جسم کے کسی حصے سے جاگی۔

پہلے لمحے فیاض کو نیم باز آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ پھر سجیدگی سے بولا۔ ”یہ پہلا اتفاق ہے کہ اتنی دیر تک طبلہ بجانے کے باوجود بھی کچھ نہیں سوچ سکا۔ تم خود سوچنے کی کوشش کرو۔ ان دونوں نے بار سے شراب نہیں لی تھی لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہتی ہے کہ انگریز بحالتِ نشہ قتل ہوا تھا۔ معدے میں بھی شراب کی کچھ مقدار موجود تھی اور وہ تقریباً تین گھنٹے تک باز میں بیٹھے تھے۔ کیپشن جعفری غائب ہو گیا پولیس کواس کے گھر کا سارا اسماں اور اور بکھرا ہوا ملا۔ ایک دیوار سے رویا اور کی گولی برآمد ہوئی۔ خبر کے دستے پر انگلیوں کے نشانات نہیں ملے۔ وغیرہ وغیرہ... بلکہ تین بار وغیرہ... اب بتاؤ میں اس سلسلے میں تھماری کیا مدد کر سکتا ہو۔ اگر موقع پر موجود ہوتا تو قاتل کو وہ کون سے دیتا کہ اس کی دادی بھی بلباٹی ہوئی اپنی قبر سے نکل آتی؟“ ”اچھا... تو میں جا رہا ہوں... لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس سلسلے میں کچھ کرتے پھر رہے ہو۔“

”میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس بار تم مجھے چڑھے تو قبر تک تھمارے ساتھ جاؤں گا۔!“ ”بہتر یہ ہے کہ تم قبر ہی میں میرا منتظر کرنا۔!“ عمران دوبارہ اپنا شغل شروع کرتا ہوا بولا۔ ”میرے ساتھ کہاں تک دوڑے پھر دے گے۔ ار... ہا...!“

اس نے ہاتھ روک کر میلی فون کو گھونسہ دکھایا۔ جس کی انھنی نیچ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہو گی جس کے لئے عمران نے کئے کا پالا کھچھوڑا تھا۔ جب سے اسے کئے کے پلے کی آواز سنائی دینے لگی تھی تب سے اس نے بھی بلی کاروپ دھار لیا تھا۔

اس وقت بھی جیسے ہی عمران نے ماذھ بیس میں پہلو کہا۔ دوسری طرف سے ”میاؤں“ سنائی دی۔ ”تمہارا فون ہے۔!“ عمران نے بڑی سجیدگی سے رسیور فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ فیاض بھی اتنی ہی سجیدگی کے ساتھ انھے کر میز کے قریب آیا۔ رسیور ہاتھ میں لیتے وقت الہ کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ کسی کو کیا معلوم کہ وہ اس وقت عمران کے فلیٹ میں موجود ہے۔ اس نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ عمران کی طرف جا رہا ہے۔ ”بیلے...!“

”میاؤں...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ایامطلب کون ہے...؟“ فیاض غریا۔

”تم لوگ بالکل گاؤ دی ہو... اگر میں بھی تمہارے ساتھ نہ لگا رہوں تو تم بیڑہ ہی غرق کر دو۔ کاغذات میں لئے جا رہوں۔ تم پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی یہاں سے چلے جاؤ۔ اگر پکڑے گئے تو میں بہت بڑی طرح پیش آؤں گا۔ ایکس ٹو...!“

کیپشن خاور بڑی بد حواسی کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا۔



عمران بڑے جوش و خروش کے ساتھ میز پر طبلہ بجا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسے انہاک کے تاثرات تھے جیسے وہ کوئی بہت ہی اہم فریضہ انجام دے رہا ہو۔ محکم سراغرانی کا سپرنڈنڈنٹ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا ہوا اسے غصیل نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سپرنڈنڈنٹ کیپشن فیاض کے علاوہ اور کوئی نہ رہا ہو گا۔ آج کل اسے عمران سے اللہ واسطے کا یہ ہو گیا تھا۔ بنائے فساد دراصل رات کے شہزادے کا کیس تھا۔

فیاض کا کہنا تھا کہ آخر کار وہ سرکاری اداروں کی آڑے کر اپنا کام کیوں نکالتا ہے... اب تک وہ دوبار اسی قسم کی حرکتیں کر چکا تھا۔ نیلے پرندوں والے کیس میں اس نے خود کو وزارت خارجہ کا نمائندہ بنایا کر پیش کیا تھا۔ حالانکہ اس کا یہ دعویٰ فیاض کی تفتیش کی روشنی میں غلط ہی ثابت ہوا تھا۔ پھر رات کے شہزادے والے کیس میں اس نے اپنا تعلق محکم خارجہ کی سیکرٹ سروس سے ظاہر کر کے کام نکالا... فیاض اس کے اس دعویٰ کی تقدیق بھی نہ کر سکا مگر چونکہ اسے علم تھا کہ اس کیس میں وزارتِ داخلہ کے سیکرٹری سر سلطان بھی ملوث تھے اس لئے اس نے عمران کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی بہت نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ عمران نے جو کچھ بھی کیا ہو گا سر سلطان کے اشارے ہی پر کیا ہو گا۔ یہ بات بھی اسے معلوم تھی کہ سر سلطان عمران کی صلاحیتوں سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔

فیاض اس وقت عمران کے فلیٹ میں کیا کر رہا تھا؟ اس چیز کے اظہار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی جب کہ پچھلی رات شہر میں ایک عجیب و غریب واردات ہو چکی تھی۔

”تم نے کیا سوچا...؟“ فیاض نے جھنجڑائے ہوئے لجھ میں کہا۔

”سوپر فیاض...!“ عمران نے میز پر طبلہ بجانے کا شغل ترک کر کے ایک مولیں سانس لی۔

"میاؤں... میاؤں... میاؤں...!"
فیاض نے رسیور ٹھک کر عمران کے سر پر دھندر سید کر دیا لیکن پھر اپنے ہی ہاتھ سہلانے پڑے
کیونکہ عمران نے وار خالی دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ بھر پور جملہ میز ہی پر جا پڑا ہو گا۔
"واقعی اس فون میں کوئی آسمی خلل واقع ہو گیا ہے۔!" عمران فیاض کو متینہ نظر وہ سے
دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ کون تھی...؟" فیاض غریباً۔
"غالباً یہ کوئی نبڑی روح ہے۔!"
"ہاں... آں...!" فیاض برا سامنہ بنائے ہوئے بولا۔ "تم یہاں دن رات عبادت توڑ
کرتے ہو گے... گھر والوں سے علیحدہ رہنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے۔"
"اکثر یہ بھی سوچتا ہوں۔!" عمران نے اس بات پر دھیان نہ دے کر کہا۔ "شائد کوئی
صاحب اپنی ملی کو فون کرنا سکھا رہے ہوں۔!"

"تم ہمیشہ مجھے لغو قسم کی بکواس میں الجھائیتے ہو۔!" فیاض بھر گیا۔
"راستہ ادھر ہے۔!" عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔
فیاض اس وقت کچھ مودہ میں نہیں تھا۔ وہ بات بھی نہیں بڑھانا چاہتا اور پھر غرض بھی اپنی
ہی تھی... وہ جانتا تھا کہ عمران ابتداء میں پریشان تو ضرور کرتا ہے لیکن پھر کسی نہ کسی طرح کام
نکل، ہی جاتا ہے۔

وہ عمران کو دھمکیاں دیتا ہوا باہر چلا گیا۔



کیپشن خاور کی موڑ سائکل گرانٹ ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ وہ اسے پورچ سک دھکیتا ہو
لے گیا۔ پھر ایک کنارے کھڑی کر کے ہوٹل میں داخل ہوں۔
اس کے چیف آفسر ایکس ٹونے اسے اطلاع دی تھی کہ کیپشن جعفری گرانٹ ہوٹل کے کرد
نمبر ۱۶ میں مقام ہے اس نے اسے ہدایت دی تھی کہ وہ ہر حال میں جعفری سے رابطہ قائم
رکھے۔ سولہویں کمرے کے سامنے پہنچ کر اس نے بند دروازے پر دستک دی۔
"کون...؟" اندر آواز آئی۔

"خاور...!"

دوسرے ہی لمحے میں اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ جعفری
مانے کھڑا تھا لیکن خاور اسے پہلی نظر میں نہیں پہچان سکا کیونکہ اس نے اپنی گھنی موچھیں
ساف کر دی تھیں اور پہلے کی نسبت کم عمر نظر آنے لگا تھا۔
"تم یہاں کیسے...؟" جعفری نے جرأت ظاہر کی۔

"ایکس ٹو... کی عنایت...!" خاور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر تاہو بولا۔
وہ چند لمحے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر جعفری نے کہا۔ "ایکس ٹو یقیناً کوئی
ہوتا ہے۔!"

"یہ جملہ ہم اتنی بار دھرا پکھے ہیں کہ اب اس میں کوئی جاذبیت نہیں رہ گئی۔!" کیپشن خاور
نے خلک لجھ میں کہا۔ "وہ بھوت ہو یا نہ ہو! لیکن اسے اس کی خبر بھی رہتی ہے کہ ہم نے دن
بھر میں بکتنے سافن لئے... اب تم یہ بتاؤ کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!"

"بیکھو...!" جعفری نے کری کی طرف اشارہ کیا۔

جعفری نری طرح بھرا بیٹھا تھا۔ اس نے سب کچھ اگلنا شروع کر دیا۔ جب وہ کہہ چکا تو خاور
نے اس کے مکان میں اپنی کار گزاریوں کا تذکرہ چھیڑ دیا اور یہ بھی پوچھا آخر والٹن ایکس ٹو سے
کیوں ملننا چاہتا تھا۔

"خدا جانے...!" جعفری برا سامنہ بناتا کر بولا۔ "میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے یہ پھند اپنی
لردن میں ڈالا ہے۔!"

دفعتاً میر پر رکھ ہوئے فون کا بزر جیخ اٹھا۔

"دیکھو...! کون ہے...؟" جعفری نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
کیپشن خاور نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی ہوٹل کے ایکچھے
کی لڑکی تھی۔

"کیا سولہویں کمرے میں کوئی صاحب مسٹر خاور ہیں۔؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں خاور ہی بول رہا ہوں۔!"

"دیکھئے ہو ٹوڈ آن سیکھے... آپ کی کاں ہے۔!"

خادر جعفری کے چہرے پر نظر بھائے ہوئے پلکیں جھپکاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کون ہے...؟“

”خاور...!“

”ایکس ٹو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم وہاں پہنچ گئے تا...!“

”جی ہاں...! جتاب...!“

”کوئی خاص بات؟“ ایکس ٹو نے پوچھا۔

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ کیپشن جعفری نے اپنی موچھیں صاف کرادی ہیں۔!“

”ہوں...!“ ایکس ٹو کی آواز میں غصیلی پن تھا۔ ”کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ وہ آدمی

تمہارا تعاقب کرتے ہوئے گرانٹ ہوٹل تک آئے ہیں۔!“

”ادغ...!“ کیپشن خادر کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

”اور وہ دونوں اس وقت بھی ڈائینگ ہال میں تمہارے متعلق ہیں۔ کچھ دیر قبل ان میں سے

ایک سولہویں کمرے کے دروازے پر بھی کھڑا رہا تھا۔ سنو کیپشن جعفری کی زندگی خطرے میں

ہے۔ چند نامعلوم آدمیوں کو شہر ہے کہ والش نے اسے کوئی خاص بات بتائی ہے وہ بات جس کا

اعلان وہ پسند نہیں کرتے۔!“

”پھر میرے لئے کیا حکم ہے۔!“ کیپشن خادر نے پوچھا۔

”تم اس وقت تک کرے سے باہر نہیں نکلو گے جب تک کہ میں تمہیں دوبارہ فون نہ کروں

دروازہ اندر سے بند رکھنا...!“

”بہت بہتر جناب ایسا ہی ہو گا۔!“ کیپشن خادر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

دوسری طرف سے سلسہ منقطع کر دیا گیا۔ خادر بھی رسیور کھ کر جعفری کی طرف مڑا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”تم واقعی مصیبت میں پھنس گئے ہو۔!“

”کیوں...؟“

خادر نے اپنی اور ایکس ٹو کی گفتگو دھرائی۔

”اے کپتان صاحب۔!“ جعفری نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔ ”میا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اُن

لوگوں کے ذریعے بیہاں چھپا بیٹھا ہوں۔!“

خادر نے کوئی جواب نہ دی۔ جعفری بولتا رہا۔ ”میں یہ سب کچھ ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق کر رہا ہوں۔ وہ نہیں چاہتا کہ پولیس مجھ تک پہنچے اور یہ بات تو مجھے ابھی معلوم ہوئی ہے کہ وہ مجھے پولیس کے علاوہ کسی دوسری پارٹی سے بھی بچانا چاہتا ہے۔!“

”بھی۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم ڈرپوک ہو۔!“ خادر بولا۔ ”میں نے تو تمہیں ایک نئی بات بتائی ہے اور تمہیں خود اعتراف ہے کہ یہ اطلاع تمہارے لئے بالکل نئی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ والش ایکس ٹو سے کیوں ملتا چاہتا ہے اور ایکس ٹو اس سے واقف ہونے کے باوجود بھی کیوں نہ ملا۔!“ جعفری نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔۔۔ کرنے پر سکوت طاری ہو گیا تھا۔

۴

عمران اور اس کی دوست روشنی گرانٹ ہوٹل کی ایک میز پر بیٹھے بحث میں الجھے ہوئے تھے۔

روشنی کہہ رہی تھی کہ سب سے پہلے دور میں گلیوں نے بنائی تھی اور عمران کہہ رہا تھا۔ ”

نہیں دنیا کی سب سے پہلی دور میں گوردا سپور کے شیخ چھٹانی نے بنائی تھی۔!“

بات بڑھ گئی۔۔۔ روشنی میز پر گھونسہ مار کر بولی۔ ”تم ہمیشہ کے تک نظر ہو۔ جہاں مغرب

نے کوئی نئی چیز ایجاد کی تم نے نزہہ لگایا کہ واہ یہ تو صدیوں پہلے کسی مسلمان نے بغداد میں بنائی

تھی۔ یہ کیا نفویت ہے۔!“

”میں گوردا سپور کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ جہاں بہت اچھا گڑ بنا لیا جاتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے

اگلیندیا مریکہ والے اتنا اچھا گڑ نہیں بنا سکتے۔!“

”مت بکواس کرو۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ گڑ کسے کہتے ہیں۔!“

”یہ لو جب تم نہیں جانتی تو یہ پارے اگلیندیا مریکہ والے کیا جانتے ہوں گے اگر انہوں

نے دو چارہ بوسال بعد گڑ بنا لیا تو یہی سمجھیں گے کہ گڑ ہماری ایجاد ہے۔ بھی اور اگر اس وقت

کوئی یہ کہے گا کہ چار سو سال پہلے ہی گوردا سپور والے گڑ بنا لیا جانتے تھے تو تم جیسی کسی نکل نظر

ورت کو تاؤ آجائے گا۔!“

”گڑ کیا چیز ہے۔۔۔!“ روشنی چھپھلا کر بولی۔

”بہت بڑی چیز ہے۔۔۔!“ عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔

یہ گفتگو اونچی آواز میں ہو رہی تھی دونوں سمجھیدے تھے... اس لئے قرب و جوار کی میز دل کر لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"باتا نا کیا چیز ہے...!" روشنی نے جملائے ہوئے لمحے میں کہا۔

"ارے چھوڑو بھی اسے... کوئی دوسرا بات کرو!"

"نہیں دوسرا بات نہیں... تمہیں بتانا پڑے گا!"

"گڑ...!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کس طرح سمجھاؤں... کسی دن دکھادوں گا!..."

ساتھ ہی عمران نے روشنی کو کچھ اشارہ بھی کیا اور روشنی لیکن خاموش ہو گئی۔

"اچھا تم یہیں انتظار کرو... میں ابھی گڑ لارہا ہوں!..." اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر

ڈائینک ہال سے باہر نکل گیا۔ روشنی و پہلی بیٹھی رہی۔



پچھے دیر بعد کمرہ نمبر سولہ کے فون کا بزر پھر چینا۔ اس بار جعفری نے رسیور الٹھیا۔

"ہیلو... کمرہ نمبر سولہ...!" ایکس چینج کی لڑکی کی آواز تھی۔ "میں پلیز...!"

"ہولڈ آن سکھنے!..."

پھر دوسرے ہی لمحے میں جعفری نے ایکس ٹوکی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "جعفری تم فوراً کر نمبر ستائیں میں چلے جاؤ... وہ خالی ہے اور اس کی بیکن مسٹر طاہر کے نام سے ہو گئی ہے۔ خالی سے کہو وہ دیں ٹھہرے... جلدی کرو!" سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"تم یہیں ٹھہر و گے... میں کمرہ نمبر ستائیں میں جا رہا ہوں!..."

"کیوں...؟ کیا ایکس ٹو...!"

"ہاں وہی... کیا مصیبت ہے!..."

"یاد... ہمیں ایسے آفیسر پر فخر کرنا چاہئے جو چوبیں گھٹنے جاگ کر ہماری حفاظت کرتا رہتا ہے!"

"اچھا میں چلا...!" جعفری نے کہا اور باہر نکل گیا۔ سنسان راہداری میں اس کے قد مول

کی آواز گو نجتی رہی۔!

کیپٹن خاور نے دروازہ نہیں بند کیا... اس نے اپنے پاپ میں تمباکو بھری اور آرام کر رہی۔

نہیں دروازہ کر پاپ کے ہلکے کش لینے گا۔

بہنکل تمام دس منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک اجنبی کمرے میں دران گھستا چلا آیا اور اس نے خاور کو اتنی مہلت بھی نہیں دی کہ وہ اس حرکت کے خلاف احتیاج کر سکتا۔ خاور کی نظر اپنی طرف اٹھتے ہوئے ریو اور کی طرف تھی۔ پھر ایک دوسرے آدمی نے بھی کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"جعفری کہاں ہے۔!" ریو اور والے نے غرا کر پوچھا۔

"جعفری!" کیپٹن خاور نے حیرت ظاہر کی پھر جلدی سے بولا۔ "اوہ تو آپ لوگ بھی کیپٹن جعفری کی تلاش میں ہیں۔!"

"ہاں... لیکن تم کون ہو... اور کل صبح اس کے مکان میں کیا کر رہے تھے۔!"

"تم پوچھنے والے کون ہو۔!" خاور نے برافر و خلکی کا مظاہرہ کیا۔ "اور یہ تم ریو اور والے ہوئے کے دھمکا رہے ہو اسے تو جیب ہی میں رکھو میں ان چیزوں کی ذرا کم ہی پرواہ کرتا ہوں۔!"

"جعفری کہاں ہے؟ کچھ دیر پہلے وہ اسی کمرے میں تھا۔!" ریو اور والے نے آہتہ سے پوچھا

"مجھے بھی یہی اطلاع می تھی کہ جعفری یہاں ہے... لیکن...!"

"کیا... کیا...!"

"لیکن یہی کہ وہ یہاں نہیں ہے...?" خاور نے لاپرواٹی سے کہا۔

"پھر یہاں کون تھا جس نے اندر سے دروازہ کھولا تھا۔!"

"میرے دوست تمہیں غلط ہمی ہوئی ہے...!" خاور نے نرم آواز میں کہا۔ "میں نے یہی کچھ کر دروازے پر دسک دی تھی کہ جعفری یہاں موجود ہے۔ لیکن اندر سے جواب نہ ملنے پر میں نے دروازے کو دھکا دیا اور وہ کھل گیا۔!"

"پھر تم اتنی دیر سے یہاں کیا کر رہے تھے۔!"

"انتظار اس کی واپسی کا انتظار... مگر پھر سوچتا ہوں کہ وہ آخر دروازے کو مغل کر کے کیوں نہیں گیا۔!"

"ریو اور والے کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔" اس نے پوچھا۔

"تمہیں جعفری کی تلاش کیوں ہے...!"

”وہ میرا دوست ہے... اس نے مجھے فون پر مطلع کیا تھا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے میں کل صبح اس کے گھر پہنچا۔ مگر وہاں اس کے علاوہ اور کوئی تھا جس نے مجھ پر فائز کر دیا۔ دنوں میں زبردست تکر ہوئی لیکن وہ بچتے تھے میں کامیاب ہو گیا۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ میں نبی سے کوئی رہا ہو گا۔ میں پوچھتا ہوں آخر تم اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو یا تو مجھے اسی قصور بتاؤ یا اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے!“

”ہم باز آگئے اپنی حرکتوں سے...!“ اجنبی نے ریوالر کو جیب میں ڈالتے ہوئے مکار کہا۔ ”آؤ ہم سب مل کر اسے تلاش کریں... اسی میں اس کی بھلاکی ہے۔ لیکن تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم لوگوں میں سے کسی نے اس پر یا تم پر فائز کیا ہو گا۔“

”میرے پاس اب اتنا وقت نہیں ہے۔!“ خاور نے تباہ سامنہ بنا کر کہا۔ ”وہ خود ہی حقیقت کر رہا ہے۔ اگر اسے کسی قسم کا خطہ محسوس ہوا تھا تو اسے سیدھے میرا آنا چاہئے تھا۔ وہ جانتا ہے کہ میں کس مقام کا آدمی ہوں۔ اسے میری صلاحیتوں کا بھی علم ہے۔“

”اچھا فرض کرو... وہ آجاتا تمہارے پاس تو تم کیا کرتے!“

”اسی صورت میں تمہیں قدر و عافیت معلوم ہوتی جب وہ میرے گھر میں پناہ لیتا۔“

”تم کیا کام کرتے ہو...!“

”میں بھی فوج کا ایک پیشان یافتہ آفیسر ہوں۔“ خاور نے لاپرواںی سے کہا۔ ”میں اور جنم بہت دنوں تک ساتھ رہے ہیں۔!“

”تب تو تم پر لعنت بھینج کو دل چاہتا ہے۔!“ ریوالر والا لٹک لجھے میں بولا۔

”کیوں...!“ دفعتا خاور غریبا۔ ”تم حد سے بڑھ رہے ہو۔!“

”میں نے لعنت یوں بھیجی ہے کہ تم پیشان یافتہ ہوتے ہوئے بھی سرکاری کام میں روکنے کا رہے ہو۔!“ ریوالر والے نے کہا۔

”سرکاری کام...!“ خاور نے چوک کر پوچھا اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظرًا لگے جو سو فیصد بناوائی تھے۔

ریوالر والے نے اپنے کوٹ کی اندر ونی جیب سے ایک وزینگ کارڈ نکال کر خاور کی ٹریڈ حادیا۔ کارڈ لیتے وقت خاور کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

کارڈ پر تحریر تھا۔ ”ایسی بھٹی... انپکٹ آف سی آئی ڈی!“

”انپکٹ صاحب...!“ خاور نے کپکاپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”کیا آپ کو یقین ہے کہ جعفری ہی نے اس انگریز کو قتل کیا ہو گا۔!“

”ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔!“ ریوالر والے نے لاپرواںی سے کہا۔ چند لمحے خاور کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ”کیپشن خاور... تم مجھے کی مدد کر سکتے ہو۔!“

”انپکٹ صاحب... میں ہر طرح سے تیار ہوں۔ جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکے گا۔!“

”فی الحال مجھے جعفری کا پتہ بتاو...!“

”اب... شہریے میں بتاتا ہوں....!“ خاور کچھ سوچتا ہوا بڑا نہ لگا۔ ”نہیں وہاں بھی نہیں۔ ارشاد ڈرپوک آدمی ہے... وہ وہاں بھی نہ ہو گا اور ہو... جوں!“

خاور دفتہ اچھل پڑا اور ریوالر والے کی طرف شرات آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔!“

”تو بتاؤ تا...!“ ریوالر والے نے جھنجلا کر کہا۔

”دیکھئے! اب وہ جوں کے علاوہ اور کسی کے یہاں نہ مل سکے گا۔ جوں اس کی داشت ہے۔ ڈیکن اٹریٹ کے گیارہ ہوں مکان میں رہتی ہے۔!“

”یا تم وہاں تک ہمارے ساتھ چل سکو گے۔!“

”کیوں نہیں... مسٹر بھٹی... ضرور بالضرور... اگر جعفری ہی اس انگریز کا قاتل ہے۔ تو میں جعفری کو چھانٹی کے تختے ہی پر دیکھنا پسند کروں گا۔ مجھے ایسے لوگوں سے بڑی نفرت ہے جو قانون کا احترام کرننا نہ جانتے ہوں...!“

”اچھا تو آو...!“ ریوالر والے نے ہاتھ ہلا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ تینوں کرے سے راہداری میں آگئے خاور سب سے پہلے باہر نکلا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ایک سایہ وہاں سے ہٹ کر برابر والے کمرے میں چلا گیا ہو۔! لیکن اس نے اسے وہم سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ کوئی آدمی تھا تو اس سے اتنے پھر تیلے پن کی توقع نہیں کیا جا سکتی۔

بہر حال راہداری طے کر کے زینوں کی طرف جاتے وقت خاور یہ سوچ رہا تھا کہ اسے جوں کے گھر پہنچ کر کیا کرنا ہو گا۔ جو لیانا فشر والہ دراصل کیپشن جعفری ہی کی طرح ملکہ خارجہ کی سیکرت

جواب میں کچھ نہیں کہا گیا۔ لیکن ریوال اور کی تال بدمستور اس کی گردن سے لگی رہی۔ خاور بھی خاموش ہو گیا۔ وہ بکواس کر کے اپنی زبان نہیں تھکانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ اسے کیوں لے جائے ہے ہیں۔

کار شہر سے باہر نکل آئی... بڑی بڑی عمارتیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں اور اب سر بزر میدان اور لہلاتے ہوئے کھنکوں کے سلسلے میں شروع ہو گئے تھے۔ بلا آخر کار ایک جگہ رک گئی اور خاور سے اتنے کو کہا گیا ریوال اور اب بھی اس کی گردن پر موجود تھا خاور نے کسی حمل و جلت کے بغیر تعیل کی۔ اب وہ ایک عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ جس کی چمنی سے خاور نے اندازہ کر لیا کہ وہ کسی قسم کی فیکٹری ہے۔ قریب پیچنے پر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ حقیقتاً شیشے کے برتوں کا کار خانہ تھا۔ جیسے ہی وہ پھانک میں داخل ہوئے ایک کار فرانٹ ہترتی ہوئی سڑک سے گذر گئی اور خاور نے دل ہی دل میں ایکس ٹو کافرہ لگایا۔ لیکن پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور نہ ان دونوں ہی نے دیکھنے کی زحمت گوارہ کی۔



جو لیانا فٹر واٹر جو نسانا سوئیں تھی ہمیشہ اطاولوی گیت گایا کرتی تھی۔ اسے اطاولوی مو سقی بہت پسند تھی۔ لیکن جب بھی اسے اپنے پر اسپر ایکس ٹو کافون ریسیو کرنا پڑتا تو اسے گھنٹوں اطاولوی کیا سوئیں گیت بھی یاد نہیں آتے تھے۔

مکمل خارجہ کی سیکرٹ سروں کے آٹھ ممبروں میں سے وہ بھی ایک تھی۔

اس وقت وہ ایک اطاولوی گیت گنگنار ہی تھی اور ہاتھ سویٹر بننے میں مصروف تھے کہ اچانک فون کی گھنٹی بھی۔

اس نے سویٹر ایک طرف رکھ دیا... اور اٹھ کر ایک طویل انگڑائی می۔ گھنٹی برادر بھتی رہی۔

”بل...لو...!“ اُس نے ماٹھ پیس میں کہا۔

”مس جولیا...!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”لیں جولیا اسپیلینگ...!“

”میں ایکس ٹوبول رہا ہوں...!“

”لیں سر... لیں سر...!“ جولیا بوكھال گئی اس کا سر ہوا میں اڑنے لگا۔

سر وس کی ایک رکن تھی۔

خاور نے یہ سب کچھ کر ڈالا تھا مگر اب سوچ رہا تھا کہ ایکس ٹو اسے پسند بھی کرے گایا نہیں۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اس وقت بھی ایکس ٹوبہ رار آن گھموں سے اس کی مگر انی کر رہا ہو گا۔“

گرانڈ ہوٹل سے باہر آ کر ایک کار کی طرف بڑھے۔

”یہاں میری موٹر سائیکل موجود ہے۔!“ خاور بولا۔

”اے یہیں رہنے دو...!“ ریوال اور والا مسکرا یا۔ ”میں تمہیں میہیں پہنچا دوں گا۔!“

”غیر کوئی بات نہیں ہے۔!“

خاور اگلی سیٹ پر ریوال اور والے کے برابر بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی پیچلی سیٹ پر پہلے ہی بیٹھ پکا تھا۔ ریوال اور والے نے کار اسٹارٹ کر دی۔

”ٹھوڑی دیر بعد خاور نے کہا۔“ یہ کدر جارہے ہو۔ ذمکن اسٹریٹ کی طرف چلوتا۔“

”نہیں پہلے میں تمہیں ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔!“

”کیوں...!“

”تمہارے بیان کے لئے...?“

”میرا وقت نہ بر باد کرو...!“ کیپشن خاور نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔ ”میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا جتنا تمہیں بتا چکا ہوں۔!“

”بس اتنے ہی کی ہمیں ضرورت بھی ہے۔!“ ریوال اور والے نے کہا۔ ”ہمارا چیف باضابطہ کارروائی چاہتا ہے۔ خواہ نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے۔!“

”تمہاری مرضی...!“ خاور نے بے دل سے کہا اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ وہ آنے والے لمحات کے متعلق سوپنے لگا تھا۔ ٹھوڑی دیر بعد اسے پھر بولنا پڑا۔

”ہمہ کسن روڑ جا رہے ہیں۔ کیا لمبا چکر لگا کر ہیڈ کوارٹر تک پہنچنے کا رادا ہے۔!“

”چپ چاپ بیٹھے رہو...!“ دفعٹا پیچھے بیٹھا ہوا آدمی فریا اور اس کے ریوال اور کی تالی خاور کے گردن سے جا گئی۔

”یارو کیا چیخ پاگل ہو گئے ہو۔!“ خاور جنم جلا کر بولا۔ ”میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ چلتی کا

سے چلا گک لگا دوں۔!“

"تم جعفری کے حالات سے واقعہ ہی ہو...!"

"جی بہاں... مجھے معلوم ہوا ہے! "

"تمہارے پاس جعفری کی کوئی تصویر ہے؟"

"جی بہاں ہے! "

"اچھا تو تمہارے ڈرائینگ روم میں جو نیل فریم ہے اور جس میں ایمیلی بردنی کی تصویر گلی ہوئی ہے... کیوں ہے نا... میں غلط تو نہیں کہہ رہا! "

"آپ تھیک فرمائے ہیں...!" جولیا نے متیر انداز میں کہا۔

"اچھا تو اس فریم میں ایمیلی بردنی کی تصویر نکال کر جعفری کی تصویر لگادو...!"

"بہت بہتر جناب...!" جولیا نے کہا لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔

"تمہیں حیرت ہو گی! " ایکسو نے کہا۔ "لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں وہ آدمی جعفری کی سلاش میں ہیں۔ تم انہیں ڈرائینگ روم میں بھانا... وہ جعفری کے متعلق پوچھ گچھ کریں تو تم

کہنا کہ تم پہلی بار وہ نام سن رہی ہو۔ جب وہ تصویر کی طرف اشارہ کریں تو اس طرح چونکا جیسے تمہیں وہاں اس کی موجودگی کا دھیان ہی نہ رہا ہو۔ پھر خوفزدہ نظر آنے لگنا۔ ظاہر ہے کہ پھر

تمہیں جعفری کے متعلق کچھ نہ کچھ بتانا ہی پڑے گا۔ شاید وہ دونوں خود کو محکمہ سراغ رسانی کے آفسر ظاہر کریں لہذا تم انہیں وہ مقام بتا دیا جاہاں جعفری چھپا ہوا ہے! "

"مجھے اس کا علم نہیں ہے جناب...!" جولیا نے جواب دیا۔

"اوہ! تم ان دونوں کو داشت منزل لے جانا۔ عمارت خالی ہے! "

"میں نے سارے انتظامات مکمل کر دیئے ہیں۔ بس تم انہیں یہ کہہ کر وہاں لے جانا کہ جعفری وہیں چھپا ہوا ہے! "

"بیتیہ معاملات کو میں دیکھ لوں گا! "

"بہت بہتر جناب... ایسا ہی ہو گا! "

"مجھے تمہاری ذہانت پر فخر ہے! " ایکس نو نے کہا اور جولیا خوشی سے پھول گئی۔ دوسرا طرف سے سلمہ منقطع کر دیا گیا۔

کمپنی خاور کو زبردستی ایک کمرے میں دھکیل دیا گیا۔ اس وقت کار خانے کی مشینیں بند تھیں اور وہاں سنائی کی حکمرانی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہاں ان چار آدمیوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہ ہو۔ وہ دونوں جو خاور کو وہاں نکل لائے تھے جا پکے تھے۔ ان کی جگہ دوسرے تین آدمیوں نے لے لی تھی۔ لیکن ان تینوں کے چہرے نقابوں میں پوشیدہ تھے۔

"مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ... ہیڈ کوارٹر...!" خاور نے احتاجا کہا۔

"اے بھی وہی سمجھو...!" ایک نقاب پوش بولا۔ "ہاں اب بتاؤ کہ والٹن نے جعفری سے کیا گفتگو کی تھی! "

"کیا میں ان دونوں کے پاس موجود تھا...?" خاور نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا...!" نقاب پوش بولا۔ "جعفری نے تم سے اس کا تذکرہ ضرور کیا ہو گا! "

"نہیں میں کچھ نہیں جانتا...!"

"اچھا...!" نقاب پوش اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف منہ موڑ کر بولا۔

"اے ٹھیک کرو...!"

خاور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کا ریو اور تو پہلے ہی چھین لیا گیا تھا۔ ویسے وہ خالی ہاتھ ہونے کے باوجود بھی لڑ مرنے کے لئے تیار تھا۔

وہ تینوں بیک وقت اس پر نوٹ پڑے۔ مگر خاور پر قابو پاتا آسان کام نہیں تھا۔ اس نے دوہی چار ہاتھوں میں ان کے مزاج درست کر دیئے۔ لیکن آخر کار اس کا ستارہ گردش میں آئی گیا۔

جب وہ پیٹریتے بدلتے بدلتے ان پر گھونے بر سارہ تھا ایک نے زمین پر گر کر اس کی دوہی نانگیں پکڑ لیں اور وہ منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا اور پھر خاور کو ہوش نہیں کہ وہ کیسے اور کتنی دیر میں بے ہوش ہوا۔

ویسے جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی کمرے میں نہیں ہے۔ سر پر کھلا بوانیلا آسمان تھا اور چاروں طرف قد آدم جہازیاں لہرا رہی تھیں۔ جنگل بیڑا لینے والے

"اوہو۔" تنویر نے ایک بھی سانس لی۔ "تب تو تمہیں یہاں پہنچانے والا ایکس نوہی ہو گا!"
"تنویر تم نے آبھی خواب میں بھی ایسا آفیسر دیکھا ہے!"
"ند کی قسم... دنیا کے پردے میں ایسا آدمی نہیں ملتے گا۔ آفیسر کی شان تو یہ ہوتی ہے میز
کے پیچے بیٹھا ہم چالایا کرے۔"
"مگر وہ سامنے کیوں نہیں آتا؟!"
"یہ بڑا اچھا ہے کہ ہم اس کی شخصیت سے ناواقف ہیں۔ ورنہ ہم اتنے پھر تیلے پن کے ساتھ
کام نہ کر سکتے۔ یہ بہت اچھا ہے خاور...!"

وہ دونوں جہاڑیوں سے نکل کر سڑک پر آئے۔ ہاں خاور کی موڑ سائیکل موجود تھی۔
سورج غروب ہوا تھا۔

"اب کیاراۓ ہے!" خاور نے پوچھا۔ "گلاس فیکٹری کی طرف سے واپس چلیں!"
"نہیں...!" تنویر سر بلکر بولا۔ "اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں ہے!"
"خیر...!" خاور کراہ کر مردہ سی آواز میں بولا۔ "ورنہ میں اس طرح تو واپس نہیں جانا چاہتا
تھا۔ اچھا۔ آئندہ کے لئے بھی کوئی ہدایت۔!"

"نہیں کچھ بھی نہیں...!" تنویر بولا۔

بنگل کے ساتھ میں موڑ سائیکل کی کرخت آواز تمہون پیدا کرنے لگی۔



جو لیانا فنر و اڑ ان دو آدمیوں کے ساتھ داشت منزل میں داخل ہوئی اس نے ابھی تک
سب کچھ ایکس نوکی مر بھی کے مطابق ہی کیا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ششد رہ گئی تھی کہ ابھی تک
ایکس نوکی پیشیں گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی تھیں۔ جو لیا نے بھی اوکاری کی حد
کر دی ہو گی۔ ورنہ وہ دونوں اس کے ساتھ داشت منزل تک کیوں آتے۔

جو لیا نے اپنی زندگی میں پہلی بار داشت منزل کی کپاؤڈ میں قدم رکھا تھا۔ ویسے وہ جانتی
خاور تھی کہ وہ عمارت محکمہ ہی کے کاموں کے لئے وقف ہے۔

جیسے ہی وہ پورچ میں داخل ہوئے اندر سے ایک بیرا باہر آیا جس کی وردی بڑی شفاف تھی۔
جو نہیں وہ کون تھا۔ جو لیا نے اسے پہلی دیکھا تھا۔ البتہ وہ صورت ہی سے بالکل احمد معلوم

پرندوں کے شور سے گونجا ہوا تھا۔ دھوپ میں سرفی کی پیدا ہو چکی تھی اور خاور کا جسم سرداڑی
سے کانپ رہا تھا۔ اس کے بدن پر ایسے کپڑے نہیں تھے جوں سبھر کی ایک سرداڑی شام کا مقابلہ
کر سکتے۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ اسے جیرت تھی کہ وہ یہاں کیسے پہنچا! حالانکہ ابھی اس کا سر نبڑی طرح
چکرا رہا تھا۔ لیکن وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایسے حالات میں جسم کے دردیاں کے چکر کی طرف تو
دھیان دینا بڑی غیر فطری بات ہوتی۔

اچانک جہاڑیوں میں سرراہٹ ہوئی اور اسے جہاڑیوں کے اوپر کسی کا سرداڑی کھائی دیا اور پھر
دوسرے ہی لمحہ میں وہ آدمی اس کے سامنے تھا۔

"اوہ... تنویر...!" خاور کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "تم کہاں...!"

"تمہاری موڑ سائیکل باہر موجود ہے۔" تنویر بولا۔ "ایکسو کی ہدایت پر میں اسے گراٹ
ہوٹل سے یہاں لا یا تھا اسی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تم ان جہاڑیوں میں بے ہوش پڑے ہو۔"
"فون پر گفتگو ہوئی۔" خاور نے پوچھا۔

"ظاہر ہے...!" تنویر نے کہا۔

"اس نے تمہیں اور کچھ نہیں بتایا تھا...!"

"نہیں... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"تم یہاں لکھ دی رہے ہو...!" خاور نے پوچھا۔

"تریبا آدھے گھنٹے سے... میں نے تمہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی۔ مگر ناکام رہا ب
پانی کی تلاش میں گیا تھا۔ مگر یہاں کوئی تلاab بھی نہیں ہے۔ تمہرے لیکن آج کل خنک پڑی ہے۔"
"میں نہیں کچھ سکتا کہ میں یہاں کیسے پہنچا...!" خاور بڑا ہوا۔

"مگر بات کیا تھی؟" تنویر نے پوچھا۔

"وہی جعفری والا تھا...!" خاور بولا۔

"لیکن وہ قسم کیا ہے؟"

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔" خاور نے کہا۔ "جتنا تم جانتے ہو اس سے زیادہ میرا
معلومات نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس معاملے میں میرے روں سے تم بے خبر ہو۔"
خاور نے وہ سب کچھ دہرایا جو اس پر اب تک گزرا تھا۔

بُر بات تھا۔

لکپشن جعفری سے کہہ دو کہ جولیا ہے۔ جولیا آگے بڑھ کر بولی۔ بیر خاموش پلکیں جھپکاتا رہا۔

”کیا تم بہرے ہوں؟“ جولیا نے جھنجڑائے ہوئے سے انداز میں پوچھا۔

”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔!“ بیرے نے احمقوں کی طرح اپنے کانِ جھاڑتے ہوئے کہا۔

پھر دونوں مردوں سے پوچھا۔ ”آپ حضرات کیا چاہتے ہیں۔!“

”یہ میرے ساتھ ہیں۔ تم فضول بکواس کیوں کر رہے ہو۔!“ جولیا بولی۔

”اگر یہ آپ کے ساتھ ہیں تب صاحب آپ سے مل بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی مل سکتے۔!“ بیر ابوالا۔

”لیا بک رہے ہو۔!“

”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں میم صاحب... صاحب کا حکم ہے مردوں سے کہہ دو صاحب نہیں ہیں۔ عورتوں کو آنے دو۔!“

پھر اچانک وہ اس طرح سنانا چاہا گیا جیسے چینخ والوں کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو۔ لک آئے تھے۔ پھر اس طرح مارنے لگا جیسے یہ بات بے خیال میں اس کے منہ سے نکل گئی اور اب اسے نہ صرف اس پر افسوس ہو بلکہ اپنی حماقت پر غصہ بھی آرہا ہو۔ دونوں مرد ہنرنے لگے... اور جولیا اسے ایک طرف دھکلایتی ہوئی آگے بڑھ گئی دونوں مرد بھی آگے بڑھے۔ مگر بیر اسست روک کر کھڑا ہو گیا۔

”نہیں جناب! آپ نہیں انتظار کریں گے۔!“

”الگ ہو۔!“

دونوں نے دونوں طرف سے اُبے گھونے رسید کئے اور وہ خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

”اسے نہیں روکے رکھئے۔!“ جولیا نے پلٹ کر ان دونوں سے کہا اور اندر چل گئی۔ وہ اسِ حق بیرے کو ڈر انگ ردم میں کھینچ لائے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ”تم دروازے بند کر دو۔!“

بیرا چپ چاپ کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ دوسری طرف جولیا بڑی تیزی سے اندر پہنچی اور عمارت کے عقبی دروازے سے باہر نکل گئی۔

باہر گھری تاریکی تھی... اور کپاونڈ سائنسیں سائنسیں کر رہی تھیں۔

اس وقت اسے اندر ہیرے میں چاروں طرف ایکس ٹوکا جلوہ نظر آرہا تھا۔ اس نے سوچا کیوں

نہ آج ایکس ٹوکا دیدار ہی کر لیا جائے۔ پھر وہ اسِ حق بیرے کے متعلق سوچنے لگی۔ بڑا خوبصورت اور پیارا ہاں جوان تھا۔ یقیناً وہ بیر ان رہا ہو گا۔ حالانکہ اس کے چہرے پر حماقت برس رہی تھی مگر پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ایسا آدمی جو بیر اپنا کبھی پسند نہیں کر سکتا۔ کیا وہی ایکس ٹوکا تھا...؟ مگر یہ خیال جولیا کو فضول معلوم ہوں وہ ایکس ٹوکر گز نہیں ہو سکتا۔ اس کے ذہن میں ایکس ٹوکا تصویر برا بھیاک تھا۔ وہ سوچنے لگی اس وقت ایکس ٹوکر ٹیکنی طور پر بہاں موجود ہے۔ وہ عمارت کی پشت سے پھر پائیں باغ میں آگئی۔ پورچ کی روشنی گل ہو چکی تھی اور اب کوئی کھڑکی بھی روشن نہیں نظر آرہی تھی۔

جو لیا کر انکی باڑھ کے پیچے چھپ کر بیٹھ گئی۔ اس کا فاصلہ عمارت نے زیادہ دور نہیں تھا اور وہ پورچ والی روشنی کے قریب تھی۔

اچانک اسے دو چینیں سنائی دیں اور سو فیصدی اٹھیں دونوں کی تھیں جو اس کے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔ پھر اس طرح سنانا چاہا گیا جیسے چینخ والوں کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو۔ سردی بہت شدید تھی۔ جولیا کے دانت بخ رہے تھے۔ لیکن وہاں سے نہیں ہٹی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے زمین نے اس کے پیر کپڑے لئے ہوں۔ اسی حالت میں ایک گھنٹہ گزر گیا۔ پھر شاند کوئی دروازہ کٹ کر کھلا اور کچھ اس قسم کی آوازیں آنے لگیں جیسے دو آدمی آپس میں جو تم پیڑا کر رہے ہوں۔ وہ ایک دوسرے کو گالیاں بھی دے رہے تھے۔

پورچ سے نکل کر وہ روشن پر آگئے... یہاں تک تو وہ الگ الگ آئے تھے لیکن اچانک ان میں سے ایک نے پھر دوسرے کو گالی دی... اور وہ پھر لپٹ پڑے۔ دونوں میں زور ہونے لگا۔

ان کی باتیں بے سر و پا تھیں۔ گالیاں بے تکلی جو کچھ بھی منہ میں آرہا تھا بک رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ یا تو نئے میں ہوں یا پھر پاگل ہو گے ہوں۔ اندر ہیرا ہونے کی وجہ سے وہ ان کی شکلیں تو نہ دیکھ سکی۔ لیکن انہیں پہچان لینے میں دشواری پیش نہ آئی کیونکہ وہ اپنی آوازوں سے پہچانے جاسکتے تھے۔ یہ وہی دونوں تھے ان میں سے ایک خود کو چھڑا کر پھانک کی طرف بھاگا... اور دوسرہ اتفاق ہے لگاتا تھا جو اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔

جو لیا کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اتنی تیزی سے کہ جولیا ڈر نے لگی کہ کہیں ہاڑت فلک نہ ہو جائے۔

وہ دونوں پھانک سے نکل کر سڑک پر غائب ہو چکے تھے۔ جو لیا کچھ خائن ہو گئی تھی کہ ایکٹھوں کے دیکھنے کا شوق زہنی بیجان کے بھنور میں ڈوب گیا۔ وہ بھی بے تحاشاد و ذلتی ہوئی پھانک کے باہر آگئی۔ سڑک پر پہنچ کر وہ کافی دور تک بیدل ہی چلتی رہی دراصل ائے یہاں ہی نہیں تھا کہ یہاں سے اس کی قیام گاہ بہت ہی دور ہے۔ سڑک پر ایک جگہ اسے اتنا جمع نظر آیا کہ مریقہ قریب قریب رک گئی تھی۔ شور و غل کی آوازیں فضائیں انتشار برپا کر رہی تھیں۔

جو لیا بھی اس بھیڑ سے دور ہی تھی کہ نیکایک مجمع پھٹا اور تین چار کا نشیلوں کی سرخ ٹوبیاں دکھائی دیں۔ وہ آدمیوں کو دھکے دے دے کر آگے بڑھا رہے تھے۔

یہ دونوں آدمی... جو لیا نہیں پہچان لیا۔ یہ وہی تھے جنہیں وہ داش منزل میں پر اسرار ایکس ٹو کے حوالے کر آئی تھی۔ ان کے لباس تار تار ہو کر جسموں سے جھوول رہے تھے اور چہروں پر خون کی لکیریں بہرہ رہی تھیں۔ آنکھوں سے وحشت بر سر ہی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گونگے بہرے اور اندھے ہوں۔

"ہپ... ہپ... ہپیہ... ہپیہ پی...!" ایک نے ہانک لگائی اور دوسرا کے کی طرح بھونکنے لگا دنوں کی گرد نیں دبوچ کر انہیں پھر دھکا دیا گیا۔ دو کا نشیلوں نے پیچھے مڑ کر اپنے ڈنٹے کھمائے اور ان میں سے ایک چینا۔ "پیچھے... ہٹو... جاؤ... کوئی پیچھے نہیں آئے گا!" لیکن اس کے باوجود بھی مجمع کا نشیلوں کے پیچھے چلتا رہا۔ سب سے آگے وہ دونوں دھکے کھا رہے تھے۔

جو لیا اس وقت تک وہیں کھڑی رہی۔ جب تک مجمع دوسرے موڑ پر نظروں سے او جھل نہیں ہو گیا۔ جو لیا کے پیڑی طرح کانپ رہے تھے اور وہ محسوس کر رہی تھی۔ جیسے وہ ایک قدم بھی آگے نہ چل سکے گی۔ اب یہاں روشنی میں بھی اسے چاروں طرف ایکس ٹو کے پھوٹ نظر آنے لگے تھے۔

اس نے ایک نیکی رکوائی اور پچھلی سیٹ پر ایک لاش کی طرح ڈھیر ہو گئی۔



وہاں سے وہ سیدھی خاور کے مکان پر پہنچی۔ اسے خاور کو پیش آئے ہوئے جادویات کا علم نہیں

خدا۔ ان کی طرف رخ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ خاور اپنا زیادہ تر وقت گھر ہی پر گزارتا تھا۔ دوسروں کے متعلق یعنی طور پر یہ کہا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ لوگ اپنی قیام گاہوں پر ہی مل جائیں گے! خاور نے جو لیا نافذ و اثر کو جرت سے دیکھا۔ کیونکہ اس نے آج تک اسے اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بال پر بیشان تھے۔ غازہ اڑا اڑا ساختا... لپ اسٹک ہوتیوں کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔ شاید اس نے بے خیال میں اپنے ہوت مسئلے تھے۔

"خبریت...! خاور اٹھتا ہوا بولا۔

"ہاں... آں... بیٹھو... بیٹھو... سب سے پہلے مجھے پانی چاہئے۔ میرا طنخ خشک ہو رہا ہے! پانی آیا اور وہ ایک ہی سانس میں پو را گلاس چڑھا گئی۔ حالانکہ وہ سمبر کے اوآخر کا پانی تھا۔ بر قاب۔ پھر وہ تقریباً اس منٹ تک آنکھیں بند کئے آرام کریں میں پڑی رہی۔ وفتخار نے کہا۔ "مجھے الجھن ہو رہی ہے... بتاؤ کیا بات ہے۔ کیا تم آئینہ دیکھنا پسند کرو گی!—" آہا... ضرور...! جو لیا نے اپنے پرس سے چھوٹا سا آئینہ نکالا اور پھر بے تعاشرہ ہٹنے لگی۔ "نہیں بتاؤ گی تم...! خاور نے پھر کہا۔

"پہلے تم بتاؤ گے کہ چہرے پر درم کیوں ہے!—" جو لیا نے پوچھا۔

"میں نے مار دکھائی تھی۔!" خاور جھنجھلا کر بولا۔

"اور میں نے مار دکھلوائی تھی۔!" جو لیا کھلکھلا کر نہن پڑی۔

"میں اب نہیں پوچھوں گا۔!" خاور نے کہا اور پاپ میں تماکو بھرنے لگا۔

جو لیا کچھ دیر تک اس کے کارٹوں چہرے کا مضمکہ اڑاتی رہی۔ پھر اپنی داستان دہرانے لگی۔ خاور بڑے غور سے سن رہا تھا۔

"میرے خدا...! اس نے لمی سانس لے کر کہا۔" ایکس ٹونے میر انتقام لے لیا۔!

"کیوں...؟ تمہارا انتقام میں نہیں سمجھی...!"

"اپنی داستان ایسی نہیں ہے جسے نہ فہر کر بیان کیا جائے۔!" خاور نے نہ راسمنہ بنا کر کہا اور اپنی پیشانی ٹوٹنے لگا جو درم کی وجہ سے کئی ناہموار حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ اسے بھی اپنی داستان دہرانی ہی پڑی۔

مگر تم جھاڑیوں میں کیسے پہنچے تھے۔! جو لیا نے پوچھا۔

گری شروع ہونے پر حالت سدھ جائے گی۔ تم پوچھو گی میں نے ایسا کیا؟ وہ بھی بتائے دے رہا ہوں تاکہ تم لوگ بھی محتاط رہو۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملات اس اتنی میں پولیس کے علم میں آئیں۔ اس سے کھلیل بگز جانے کا اندیشہ ہے۔ مجھے جو کچھ بھی معلوم کرتا تھا ان لوگوں نے معلوم کر کے انہیں خلل دماغی میں پٹلا کر دیا تاکہ وہ کسی کو بتاہی نہ سکیں۔ اس کے علاوہ دوسری صورت یہ ہوتی کہ انہیں پولیس کے حوالے کر دیا جاتا۔ مگر میں ابھی نہیں چاہتا

غائب اب کچھ گئی ہو گئی۔!

”جی پاں کچھ گئی۔!

”بس اب آرام کرو۔!“ ایکس ٹو نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیکن جو لیا کافی دیر تک رسیور کاں ہی سے لگائے رہی۔ اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا اپسے چھوٹ پڑا تھا۔ ایکسو وہ سوچ رہی تھی کتنا خطرناک آدمی ہے!



دسمبر کی آخری تاریخوں کی ایک سر درات تھی۔ تاروں کا غبار بکراں نیلوں و سعوں میں گھمراہوا تھا۔ وقتاً مغربی افق سے سرخ رنگ کے چمکدار بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ وہ بڑی تیزی سے پرواز کر رہا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کا جم بھی کم ہوتا جا رہا تھا۔ شہر کے وسط میں پہنچتے ہو صرف ایک نحشا ناظر رہ گیا۔ سرخ اور چمک دار نقطہ جس سے شعاعیں سی لکن معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ خلا میں ایک جگہ تھم گیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ستارہ دیکھتے ہوئے انگارے میں تبدیل ہو گیا ہو۔ پھر اچاک وہ بڑی تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ اور اس بار کی حرکتیں سرخ رنگ کی چمکدار لکیروں میں تبدیل ہوئی جا رہی تھیں مگر... وہ لکریں۔ لوگ چلتے چلتے رک گئے۔ ہر جگہ آدمیوں کے جم غیر نظر آنے لگے۔ ٹریک بند ہو گیا۔ وہ لکریں نہیں تھیں... بلکہ ایک تحریر تھی۔

”وٹوریا اسٹریٹ کے لوگو... تم پر جاہی آرہی ہے۔ صرف ایک گھنٹہ بعد قیامت سے تمہارا سامنا ہو گا۔ جھاگو...!“

چمکدار نقطہ اس تحریر سے بالکل الگ تھا اور ایک جگہ پر جم سا گیا تھا۔ شہر میں ہکھڑ رج گئی۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر کی سرچ لاکٹیں اندر ہرے کا سینہ چیرنے لگیں۔ روشنی کی بے شمار آڑی

”ایکس ٹو کا مجرہ... اس کے علاوہ اور کیا کہوں۔ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے فون کیا تھا وہ تین آدمی تو فرار ہی ہو گئے تھے۔ تو یہ کوپوری فیکٹری میں صرف میں ہی ملا تھا اور وہ یہ بے ہوشی کے عالم میں میری موڑ سائکل بھی وہیں بھجوادی تھی۔ جسے میں گرانٹ ہوٹل میں چھوڑ آیا تھا۔ مگر تمہارا معاملہ بھی میں نہیں آتا۔!“

”مجھے خود بھی حیرت ہے۔ آخر وہ دونوں آپس میں کیوں لڑ مرے تھے۔ میں بچ کر تھیں ہوں بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے انہیں اپنے سر پر کا ہوش ہی نہ ہو۔!“

”تب تو حق تعالیٰ کہنا ہی پڑے گا کہ ایکس ٹو کوئی آدمی نہیں بلکہ بھوت ہے۔ مگر تم تھوڑی ہبہ کر کے ابے آج دیکھ لکھی تھیں۔“

”نہیں میرا خیال ہے کہ میری جگہ جو بھی ہوتا ہمہت ہار دیتا۔“ جو لیانے بڑی خود اعتماد کے ساتھ کہا۔

”خیر... ہاں...!“ خاور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔ ”بیلو... اوہ... آپ ہیں۔ جی ہاں... مس جو لیا تھیں ہیں... خدا کی قسم... آپ ہمیں وقت حیرت میں ڈالے رہتے ہیں۔!“ خاور نے خاموش ہو کر رسیور جو لیا کو دے دیا۔ وہ کچھ گئی تھی کہ دوسری طرف سے بو۔ والا کون ہو سکتا ہے۔

”یہ سر...!“ اس نے کپکاتی ہوئی آواز میں ماڈ تھہ پیس میں کہا۔ ”کہو کیسی ہو...!“ دوسری طرف سے ایک ہلکے سے قلبے کے ساتھ پوچھا گیا۔

”ٹھپک ہوں... جناب...!“ ”تم شاید ذرگی ہو...!“ جو لیا جھپنی ہوئی سی بھی کے ساتھ بولی۔ ”جی ہاں حالات ہی ایسے تھے۔ ان دونوں کو جانے کیا ہو گیا تھا۔!“

”اوہ... وہ...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ایکس ٹو نے ان لوگوں کے خلاف سانٹیفیک جنگ شروع کر دی ہے۔ یہ ایکس ٹو کی ایک تازہ ترین ایجاد پاگل کر دینے والے انجمن کا اثر تھا۔ جو دو ماہ سے پہلے نہیں زائل ہو سکتا ہے یعنی سردی کے موسم میں پاگل ہی رہیں گے۔

تر بھی لکھیں زمین سے آسمان تک نظر آئے گیں۔
مختلف اشیائیوں کے رنائس میز رجی خرہتے تھے۔

"کچھ پڑھنیں چلتا... وہ بہت بلندی پر ہے۔ سرخ لائٹ کی دسٹرکس سے بہت دور۔"
تقریباً ایک درجن جھٹ طیارے شہر پر چھکھاڑنے لگے۔ آسمان پر سرخ تحریر آہستہ آہستہ
اپنا جنم بڑھائی جا رہی تھی۔ لیکن وہ چمکدار نقطہ غالب ہو چکا تھا۔ سرخ لائٹ کے آڑے تریخی
منارے اب بھی زمین و آسمان ایک کرو رہے تھے۔ طیارے گرج رہے تھے۔ رنائس میزروں پر پل
پل کی خبریں نشر ہو رہی تھیں۔

لیکن سب بے نو... اس تحریر کا عقدہ نہ کھل سکا۔ اب وہ تحریر نہیں رہ گئی تھی۔ اس کا جم
بڑھتے بڑھتے سرخ رنگ کے بادلوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔
ڈزاہی سی دیر میں سڑکیں ویران ہو گئیں وکوریا اسٹریٹ کی تو حالت ہی بیجی تھی۔ لوگ
بے تھاشہ گھروں سے نکل کر شہر کے دوسرے حصوں کی طرف ھاگ رہے تھے۔ کچھ ایسی بھی
تھے جنہیں اس کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ مگر یہ ہرے آدمیوں کے سایہ عاطفت میں رہنے والے
چھوٹے لوگ تھے۔

وکوریا اسٹریٹ میں دراصل زیادہ تر بڑے بڑے تاجر اور کارخانوں کے مالک آباد تھے۔ اس
طقہ کے لوگ عموماً ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو دوسروں کی چھیکیں اور ڈکریں
مشقیں سے مایوس کر دیتی ہوں۔ ان کی بدحواسی کا کیا پوچھنا۔ جو ذرا اسی بات پر "شگون" اور
"ساعت" کے چکر میں پڑ جاتے ہوں۔ ان کیلئے یہ کھلا ہوا آسمانی اعلان قرب قیامت ہی کی دلیل تھا
ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہی سرخ نقطہ پھر آسمان میں دکھائی دی۔ ابھی وکوریا اسٹریٹ میں
افر افری، ہی پچی ہوئی تھی وہ نقطہ وکوریا اسٹریٹ پر مسلط ہو گیا اور پھر اپنا معلوم ہوا جیسے اس
میں سے ایک دوسرانقطہ نکل کر یخی کی طرف آرہا ہو۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ اتنی تیز کہ
اس پر نظر کا نہیں ناچال معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اب وہ کوئی نہما سا نقطہ نہیں تھا بلکہ سرخ رنگ کا
ایک بڑا ساغبار معلوم ہونے لگا تھا۔

اچانک وہ ایک چار منزلہ عمارت کی چھت سے نکلا کر پھٹ گیا وہ عمارت کثیف اور بد بو دار
دھوکیں میں چھپ گئی۔ پھر یہ دھوکا پھیلنے لگا۔ پھیلاو کے ساتھ ہی ساتھ اس میں کشافت بھر

بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اتنا گہرہ ہو گیا تھا کہ اس کی پیٹ میں آئے ہوئے دو آدمی ایک دوسرے کو
نہیں دیکھ سکتے تھے۔ خواہ ان کا در میانی فاصلہ ایک گز سے کم رہا ہو۔

لوگ شہد کی نکھیوں کی طرح اپنی قیام کا ہوں سے نکل کر اُدھر اُدھر منتشر ہونے لگے۔ شور
کا یہ عالم تھا جیسے بیچھے صور اسرائیل پھوک دیا گیا ہو۔ بہر حال وہ قیامت ہی کا منظر تھا۔ نہ جانے
کتنے دم گھٹ جانے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ دوالا شیں وکوریا اسٹریٹ سے برآمد ہو گئیں۔ یہ خبر
دوسرے دن کے اخبارات میں نظر آئی۔ یہی نہیں بلکہ تقریباً پنج کروڑ روپے اور کروڑوں کے
بواہرات بھی غائب ہو گئے تھے۔

شہر کے صرف ایک حصے پر یہ مصیبت نازل ہوئی تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پورا شہر
ویران ہو جائے گا۔ لوگ بُری طرح بھاگ رہے تھے اندیشہ تھا کہ مضافات کی آبادی کے لئے یہ
لوگ قیامت بن جائیں گے۔

شہر مٹری کی ٹگرانی میں دے دیا گیا تھا... اور چاروں طرف فوجی دستے گشت کر رہے تھے
جب فوجیوں نے دیکھا کہ لوگ اُسی طرح رکتے ہی نہیں تو انہوں نے تشدد شروع کر دیا۔ شہر
کے بعض حصوں میں انہیں فائز بھی کرنے پڑے اس کا نتیجہ اچھا ہی نکلا۔ لوگ گھروں میں بند
ہو کر بیٹھ گئے لیکن ان کی زبانیں بڑی تیز رفتاری سے چلتی رہیں۔ وہ حلقت چھاڑ چھاڑ حکومت وقت
کو گالیاں دے رہے تھے۔ ایسے لوگوں میں صرف شیخ نعمیا میر جمن ہی نہیں تھے بلکہ پروفیسر
فلال اور ڈائٹر فال میسے لوگ بھی عام آدمیوں کی سطح پر آنگے تھے۔ اس وقت نہ انہیں "میں
الاً قوائی سیاست" سوچ رہی تھی اور نہ وہ بولٹ ہی یاد آرہے تھے جہاں بیٹھ کر وہ چائے کے ساتھ
سی ساتھ چھٹ بھیوں کو سوسائٹی کے نظم و ضبط کے متعلق لکھر بھی پلا پیا کرتے تھے۔



حالات کو اعتدال پر آنے میں تقریباً ایک بفتہ لگ گیا۔ اس کے بعد شہر میں بھر سکوں
ہو گیا۔ لیکن مٹری کا ہیند کوارٹ اور محلہ سراغ رسانی بدستور انتشار میں مبتلا رہا۔ یہ دونوں ہی
اسے کوئی آسان بلا سمجھنے پر تیار نہیں تھے۔

کیپشن فیاض کی بکھلاہٹ قابل دید تھی۔ پریشانی کی بات بھی تھی۔ محلہ سراغ رسانی ہوتا
ہے اس کا ایک بُری چیزیں سازشوں کو بے نقاب کرتا رہے بلکہ سازشوں کو اس بات کا موقع

سی نہ دے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بردئے کار لا سکیں۔ فیاض پر حکام بالا کی اتنی بوچھائیں پڑی تھیں کہ اس کی عقل نہ کھانے آئی تھی۔

عقل نہ کھانے آنے کا یہ مطلب تھا کہ اب اسے ایک بے عقل کو تلاش کرنا چاہئے۔ لہذا اس شہر کے سب سے بڑے بے عقل کو تلاش کرنے کی فکر ہوئی۔ وہ تو ویسے بھی اسے کئی دنوں سے تلاش کر رہا تھا۔ مگر جب ادھر حکام بالا کی جھٹکیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں تو اسے ہر قیمت پر اسے ڈھونڈنے کا لانا تھا۔ اس نے تقریباً بیڑہ درجن سادہ بس والوں کو عمران کا سراغ لگانے پر مامور کر دیا۔ آخر اسے ایک دن اطلاع ملی کہ عمران دلیری کے شراب خانے میں بیٹھا ہوا شرایبوں کی اخلاقیات کا درس دے رہا ہے۔

فیاض جھپٹا ہوا دہاں پہنچا اور اس وقت پہنچا جب عمران اور دلیری میں ٹھن گئی تھی۔ دلیری ایک عیاسی عورت تھی عمر پچاس سال کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ رنگت سیاہ تھی اور جسم بھاری بھر کم تھا۔ پاٹ دار آواز رکھتی تھی۔ یہ شراب خانہ اسی کا تھا اور کاؤنٹر پر وہ خود رہا کرتی تھی۔ اس کی وجہ اس کی کنجوںی بیان کی جاتی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ شراب خانے کی آمدی سے اپنی ذات ہے اسنتے ہی روپے خرچ کرتی ہے جتنا کی ایک بار میں کی تجوہ ہو سکتی ہے۔

فیاض کو حیرت تھی کہ عمران اس سے کیوں الجھ پڑا ہے۔ وہ چپ چاپ الگ گوشے میں جا بیٹھا۔ عمران بالکل عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر اس سے تو تو میں میں کر رہا تھا اور کمرے میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بے تحاشا نہیں رہے تھے حتیٰ کہ دیش بھی اپنا کام چھوڑ کر ایک گوشے میں کھڑا قیقبہ لگا رہا تھا۔

اس لڑائی کا سر پر فیاض کی سمجھ میں نہ آسکا۔ البتہ دلیری بار بار پولیس کو بلا لینے کی دھمک دے رہی تھی۔

فیاض نے سوچا یوں کام نہ چلے گا پتہ نہیں یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے۔ لہذا وہ اٹھ کر سیدھا کوئی کی طرف چلا گیا۔ عمران نے اسے دیکھا لیکن اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے وہ اسے پہچانتا ہی نہ ہو۔ ”کیا بات ہے...؟“ فیاض نے دلیری سے پوچھا۔

”کیا بات ہے...!“ دلیری دھماڑی۔ ”یہ سالا ہمارا گاہک کو کھرا ب کرتا ہے۔!“

”کیا خراب کرتا ہے۔!“

”بُوتا ہے ادھر شراب میں پائی ملایا جاتا ہے۔!“

”نہیں ملایا جاتا۔!“ عمران دانت پیس کر بولا۔

”ترے باپ سے مطلب...!“ دلیری کلکاتی۔

”میرے وادے سے بھی مطلب ہے۔!“ عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”تم جو لے جا لے آدمیوں کو دھوکا دیتی ہو۔!“

”پولیس... پولیس...!“ دلیری اپناسر پیٹ کر چیختی۔

”باہر سے بھی کئی آدمی اندر آگئے تھے۔ عمران بار بار فیاض کو گھورے جا رہا تھا۔ غالباً اس کا

مطلب تھا کہ فیاض دہاں سے چلا جائے۔ مگر فیاض اسے ساتھ لئے بغیر داپس نہیں جانا چاہتا

تھا۔ اچانک عمران بڑبراتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا۔

فیاض نے دلیری سے کہا۔ ”میں اسے سمجھاؤں گا۔!“

اور پھر وہ عمران کے پیچے پیچے چلنے لگا۔ عمران ایک گلی میں مڑ گیا۔ مگر فیاض کب پہنچا

چھوڑنے والا تھا۔ وہ بھی گلی میں گھس گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد عمران پلنا۔ وہ خون خوار

نذردوں سے فیاض کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کیوں کیا ہے... تم یہاں کیوں آئے تھے۔!“

”تم سے ملنے کے لئے پیدا۔!“ فیاض آگے بڑھ کر اس کے بازو پر رہا تھا پھیرنے لگا۔

”کیوں...؟“

”کیا بھی بتانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ اب تمہاری مدد کے بغیر میرا بیڑا غرق

ہو جائے گا۔!“

اچانک عمران کی پیشانی کی سلوٹیں غائب ہو گئیں۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

”میں خود ہی سوچ رہا تھا کہ تم سے ملوں...!“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”کوئی خاص بات۔!“ فیاض چک کر بولا۔ ”اگر میرے لائق کوئی کام ہو تو ضرور بتاؤ۔!“

”اواً طیناں سے باشیں ہوں گی۔!“ عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ دوسرا بڑک پر پہنچ کر

اک نے ایک ٹیکی کر کے ڈرائیور کو اپنے فلیٹ کا پتہ بتایا راستے بھر دہ خاموش رہے۔ فیاض سوچتا

نہا کہ ضرور عمران کسی پکڑ میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے اس معاملے میں اپنی ناگز اڑا

چکا ہو۔ فلیٹ میں پہنچ کر عمران نے بڑی اختیارات سے دروازہ بند کیا۔

”ہاں اب کہو...!“ وہ ایک کسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

”فیاض بیٹھ گیا...“ اس نے جیب سے روپال نکال کر اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔
تمہیں حالات کا علم نہیں ہے۔!

”آسمانی تحریر...!“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ظاہر ہے کہ اس سے براوائے ان دونوں اور کوئی نہیں ہوا...!“

”تمہارا کیا خیال ہے۔!

”میرا خیال...!“ فیاض ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس شعبدے
ہمارا لے کر کسی گروہ نے دکوریا اسٹریٹ میں لوٹ مار کی ہے۔!

”تم اس تحریر کو شعبدہ سمجھتے ہو۔!

”پھر اور کیا سمجھوں...!“

”شعبدہ نام ہے ہاتھ کی صفائی کا... غالباً ان تمام بھی جانتے ہو گے۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں جانتا ہوں...!
”کیا وہ ہاتھ کی صفائی تھی۔ میرا مطلب ہے وہ تحریر... اور وہ حرکت کرتا ہوا سرخ نہ
جس کی مخصوص قسم کی جنتشوں کے ذریعہ وہ تحریر عالم وجود میں آئی تھی۔ مگر خیر ا
چھوڑو... تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!

”مدود... میری مدد کرو... مجھے کی بخت بدنای ہو رہی ہے۔ اس کا اثر تمہارے والد کی?
نامی پر بھی پڑ سکتا ہے۔!

”ان کی بدنای کے لئے میں ہی کیا کم ہوں۔!“ عمران نے نہ اسمنہ بناؤ کر کہا۔

”اس تحریر کے متعلق تمہارا کیا نظر ہے۔!

”عذاب اُنہیں...!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”قرب قیامت کی ایک نشانی... جب لو
اپنی بیویوں کو آزاد کر کے دوسروں کی بیویوں پر ڈورے ڈالنے لگتے ہیں تو یہی سب کچھ
ہے۔ کیا تم آج کل یقینی نہ یاد رکھ سکتے۔!

”عمران سنجیدگی... مذاق پھر ہوتا رہے گا۔!

دھوئیں کی تحریر

”میں بالکل سمجھیہ ہوں... مگر اسے بھی چھوڑو... تم چاہتے ہو کہ اس تحریر کے متعلق کچھ
معلوم کرو۔!

فیاض صرف سر ہلا کر رہا گیا۔

”معلوم ہو جائے گا... لیکن تمہیں بھی میرا ایک کام کرنا پڑے گا۔!
” بتاؤ بھی تو...!“ فیاض نے آہستہ سے نرم لمحہ میں کہا۔ ویسے اس کا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ

عمران کو مرغابا کر کم از کم ایک من کا وزن اس کی کمر پر رکھ دے۔

”مجھے ایک آدمی کی قبر کھونے کا اجازت نامہ لادو...!
”

”کیا مطلب ایسا کیوں بور کرتے ہو۔ آج کل میں کسی مذاق سے محفوظ ہونے کی صلاحیت
کی کوہ بیٹھا ہوں۔!
”

”میں مذاق نہیں کر رہا... قطعی سمجھیہ ہوں۔!
”

”کس کی قبر کھونا چاہتے ہو۔!
”

”ڈاکٹر اسمبلر کی...!
”

”کون ڈاکٹر اسمبلر...!
”

”یونورسٹی کے شعبہ سائنس کا صدر جو دو ماہ گزرے قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ
سے مزگیا تھا۔!
”

”تو اس کی قبر...!“ فیاض پلکیں جھپکانے لگا۔

”ہاں وہ تحریر میں دفن کیا گیا تھا۔ تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔!
”

”مجھے بتاؤ کہ تم اس کی قبر کیوں کھونا چاہتے ہو۔!
”

”اس کی لاش پر ماتم کروں گا۔!
”

”عمران تم پھر بیکنے لگے۔!
”

”یار فیاض میرا وقت بر بادنہ کرو... یہ کام کر سکتے ہو تو کر دو... ورنہ قبر تو کھو دی ہی جائے
گا... اجازت نہ ملی تب بھی۔!
”

”کیا بک رہے ہو تم... جانتے ہو اس کی کیا سزا ہوگی۔!
”

”عمران کو سزا دینے والا بھی پیدا نہیں ہوا۔ اگر کبھی پیدا بھی ہوا تو اسے یتیم خانے میں

داخل کر کے اس کا کیریئر چوپٹ کر دیا جائے گا۔ تم مطمئن رہو!“
فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا۔ ”اجازت نامہ آسانی سے تو نہیں ملے گا۔ ہمیں
اس کے لئے کوئی معقول جواز پیش کرنا پڑے گا!“

”یہ کام حقیقتاً بہت مشکل ہے۔“ عمران بڑھ لیا اس کے چہرے پر بھی تفکر کے آثار تھے۔
توہڑی دیر خاموشی رہی پھر فیاض نے کہا۔

”تم دلیری کے شراب خانے میں کیا کر رہے تھے!“

”آہا... وہ...!“ عمران احتکون کی طرح نہیں پڑا۔ پھر بولا۔ ”تم جانتے ہو کہ میں آج کل
بے روزگار ہوں۔ خرچ اسی طرح چلتا ہے۔ اب کچھ دنوں کے بعد وہ مستقل طور پر مجھے ایک
معقول رقم دینے لگے گی!“

”تم کیوں... اپنی زندگی رہباد کر رہے ہو... اگر اس نے قریبی تھانے میں شکایت کر دی تو
بڑی ذلت ہو گی تمہاری!“

”اچھا ب تم بیہاں سے کھٹک جاؤ... جس دن مجھے نصیحتوں کی ضرورت محسوس ہوئی شادی
کروں گا!“

”ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر تم کیوں کھو دنا چاہتے ہو۔“

”وقت بر بادنہ کرو... آج رات اس کی قبر کھو دی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وہاں
موجود رہو!“

”میں یہ نہیں کہتا کہ تم وہاں دوست ہی کی حیثیت سے سے آنا! بحیثیت دشمن ہمیں آئنے
ہو۔ ہتھ کڑیاں لے کر آتا کیونکہ وہ ایک غیر قانونی حرکت ہو گی!“

”یا تم اس معاملے میں سنجیدہ ہو!“

”قطعی... بن آج رات کو دیکھ لینا۔ قبر کھو دی جائے گی!“

”اور اس کے ذمہ دار تم ہو گے!“

”نہیں ذمہ دار تو تم ہی ہو گے!“ عمران بولا۔ ”اگر تم ہی اس کی قبر کھو دتے تو فائدہ براہ
راست تھیں ہوتا۔ اب کوئی دوسرے ایسی فائدہ اٹھانے والا ہے!“

”میں سمجھا...!“ فیاض نے سر ہلا کر کہا۔ ”تمہیں اطلاع ملی ہے کہ آج کوئی ڈاکٹر اسٹپلر کی

”قبر کھو دیے گا!“
”سبھی گئے نا...!“ عمران نے قہقہہ لگایا۔ ”میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ تم سمجھ جاؤ گے۔ آخر
ملکہ سراغ رسانی کے آفیسر ہو...!“
”کون ہے... وہ...!“
”یہ مجھے نہیں معلوم...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اطلاع ملی ہے۔!
”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں کے قبرستان کی نگرانی کی جائے۔!
”ضرور... قلعی یہ بہت ضروری ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تم ان لوگوں کو پکڑ نہیں سکو گے۔!
”کیا تم ہمارے ساتھ نہیں ہو گے؟!
”اگر تم استدعا کرو... تو یہ ممکن بھی ہے۔!“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔
”میں استدعا کرتا ہوں۔!“ فیاض ہنسنے لگا۔

◆◆◆◆◆

سر شام ہی سادہ لباس والے عیسائیوں کے قبرستان کے گرد منڈلانے لگے۔ فیاض اور عمران
قبرستان کے اندر چل قدمی کر رہے تھے۔ بیہاں سازی قبریں پختہ تھیں اور کچھ نئی قبریں ابھی
زیر تعمیر تھیں جن پر اس وقت کام نہیں ہوا رہا تھا۔
فیاض چاروں طرف قبروں کے کتبے پر ہتھ پھر رہا تھا۔ توہڑی دیر خاموشی رہی تھی اور بعد اس نے عمران سے
کہا۔ ”بیہاں... ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر تو نہیں ہے۔!
”کیوں... تم نے یہ کیسے معلوم کر لیا!“
”کسی قبر پر بھی اس کا نام دکھائی نہیں دیتا!“
”تم بھی رہے وہی گھوٹے... ابھی نام کہاں سے لگ جائے گا وہ تو ابھی زیر تعمیر ہے۔ بلا
شاندار مقبرہ بنے گا اس کا بڑا اونچا سائندنڈاں تھا!“

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کی قبر کون سی ہے۔ بیہاں تو کمی زیر تعمیر ہیں۔!
”وہ چونکہ بہت بڑا آدمی تھا۔ اس نے اس کی قبر سب سے الگ تھلک بن رہی ہے۔ وہاں
رو سے کی جھاڑیوں کے درمیان... وہ اور ہر دیکھو...!
سامنے دور تک رو سے کی اوچی اوچی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں... اور ان کے اوپر ایک جگہ

تھوڑی دیر بعد ان جہاڑیوں میں عمران اور فیاض کے علاوہ اور کوئی نہ رہ گیا۔ سامنے والی جہاڑیوں میں اب بھی روشنی نظر آرہی تھی!؟

فیاض بربادانے لگا۔ ”تم مجھے کبھی پوری بات نہیں بتاتے اور اس لئے بعض اوقات مجھے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے!“

”پوچھو میری جان کیا پوچھتا ہے!؟“

”یہ قبر کیوں کھودی جا رہی ہے!؟“

”ڈاکٹر اسٹپر کے متعلق تم کیا جانتے ہو!؟“ عمران نے سوال کیا۔

”وہ ایک بڑا سائنس دان تھا!“

”بس اتنا ہی... یا کچھ اور بھی۔ میرا مطلب ہے تمہیں اس کی مصروفیات کا علم تھا یا نہیں!؟“

”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!“

”خیر... میں تمہیں بتاتا ہوں...“ عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ وہ بھی دنیا کے انہیں مدد و دعے چند سائنداؤں میں سے تھا جو خاند پر جانے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اسے ایک ایسا اکٹ بنانے کی قدر تھی جو سیدھا پرواز کرنے کی بجائے فضا میں دایمیں باشیں اور اوپر پیچے مڑ بھی سکے!“

”اچھا تو پھر...!“

”آسمانی تحریر... اسے اگر تم کسی انسان ہی کا کارنامہ سمجھتے ہو تو تمہیں یہ بھی تشکیم کرنا پڑے گا کہ وہ کسی پرواز کرنے والی مشین کے ذریعہ عالم وجود میں آئی ہو گی!“

”ہاں میں یہی سمجھتا ہوں...!“ فیاض نے کہا۔

”لیکن وہ کوئی ہوائی جہاڑ نہیں ہو سکتا!“ عمران بولا۔

”کیوں...!“

”ہوائی جہاڑ کی پرواز جتنی اوپنجی بھی ہو سکتی ہے۔ اسی کی مناسبت سے ہمارے بیان سرچ لاکٹیں بھی موجود ہیں۔ لیکن کیا تمہیں یاد نہیں کہ وہ پرواز کرنے والی مشین ہماری سرچ لاکٹوں کے دائرہ عمل سے باہر تھی۔ یعنی ان کی روشنی اس تک پہنچ سکی تھی!“

”ہاں مجھے یاد ہے!“

کسی ناکمل غمارت کے آثار نظر آرہے تھے۔ فیاض بڑی تیزی سے اس طرف بڑھا۔ عمران کی آنکھوں میں شرات آمیز چک لہرانے لگی۔ لیکن اس کے ہونت بند ہی رہے۔ وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔

تقریباً پانچ منٹ بعد فیاض واپس آگیا۔

”دیکھو مائی ڈییر سوپر فیاض...!“ عمران نے کہا۔ ”اب اپنے آدمیوں کو چھپانے کی کوشش کرو۔ اگر قبر کھونے والوں میں سے ایک بھی ہمارے ہاتھ آگیا تو کام بن جائے گا!“

”کہاں چھپاؤں... تم ہی بتاؤ۔ بلکہ جو تمہارا دل چاہے کرو۔ میں تمہیں پورا پورا اختیار دیتا ہوں!“ فیاض بولا۔

عمران نے پدرہ منٹ کے اندر ہی اندر فیاض کے ساتھیوں کو اکٹھا کر لیا۔ اب اچھی طرح انہیں ہر ایک گیا تھا اور جھیگروں کی جھائیں جھائیں قبرستان پر مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ سردی آج بھی بہت شدید تھی۔

عمران انہیں مختلف سمت کی جہاڑیوں میں لے گیا۔ فیاض بھی ساتھ تھا۔

”سامنے والی جہاڑیوں پر نظر رکھنا۔“ عمران کہہ رہا تھا۔ ”ظاہر ہے کہ وہ انہیں میں تو کام کریں گے نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان میں سے ایک بھی نکل کر نہ جانے پائے۔ اس کے لئے بھی طریقہ بہتر ہو گا کہ ہم موقع پر ان جہاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں!“ وہ سب اس کی اس تجویز پر متفق ہو گئے۔ تقریباً دس بجے انہیں آہمیں نئائی دیں اور سامنے والی جہاڑیوں میں مدھم سی روشنی نظر آئی۔

فیاض نے بڑی گرم جوشی سے عمران کا شاندار بیا اور اس کی پیچے ٹھپکتا ہوا آہستہ سے بولا۔

”تمہارا خیال غلط نہیں ہوتا!“

”اب اپنے آدمیوں سے کہو!“ عمران نے کہا۔ ”یعنی کے بل زمین پر ریختے ہوئے باہر نکلیں اور ان جہاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور پھر اس وقت تک خاموش رہیں جب تک وہ لوگ اپنا کام مکمل نہ کر لیں۔ ہمیں یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ وہ قبر کیوں کھوندا چاہتے ہیں؟ کیوں کیا خیال ہے؟“

”ٹھیک ہے...؟“ فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت دینے لگا۔

”لہذا وہ ہوئی جہاز نہیں ہو سکتا... لیکن راکٹ...!“
”ہاں راکٹ...!“ فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ ”لیکن ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر کیوں کھودی
جاری ہے...!“

”ماں... کیوں چاٹ رہے ہو میرا دماغ...!“ عمران جھنجھلا گیا۔ یہ تواب دیکھیں گے کہ قبر
کیوں کھودی جا رہی ہے۔ تھوڑی دیر صبر کرو... اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتاتا!“
فیاض خاموش ہو گیا۔ اسے اسی میں بہتری نظر آئی۔ معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش
کرنے لگا۔ ڈاکٹر اسٹپلر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ تھوڑا پڑھا لکھا آدمی بھی اس کے متعلق بہت
کچھ جانتا تھا۔ پچھلے سال وہ برطانیہ میں مقیم تھا۔ اور ان سائنس دانوں کے ساتھ کام کر رہا تھا
جہنوں نے چاند تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ پھر اچانک وہ عارضہ قلب میں بٹلا ہو کر برطانیہ سے
واپس آگیا۔ اس کے بعد شام کا ایک ہی ہفتہ زندہ رہ کر موت کی گود میں جاسویا تھا۔ اسے مرے
ہوئے آج ٹھیک دہمینے ہوئے تھے۔

فیاض نے اس کے متعلق اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اور یاد داشت بھولے برے
واقعات کی کڑیاں ملانے لگی تھیں۔ عمران کے خیال دلانے پر وہ بھی اس آسانی تحریر کے سلے
میں کسی راکٹ ہی کے امکانات پر غور کرنے لگا تھا۔ مگر اس کے ذہن میں وہ سوالیہ نشان اب
بھی باقی تھا۔ یعنی ان واقعات اور ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر کھونے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ کیا اس کا
کوئی راز اس کی قبر ہی میں موجود ہے؟ لیکن اس سکتے پر وہ زیادہ دیر تک غور نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ
خیال ہی مختکل نہیں تھا۔ جاسوسی ناولوں کی ہی بات۔ فلاں کی قبر کھودی گئی اور اس میں سے اس کی
لاش کی بجائے بندریا بجو برآمد ہوا؟ مکملہ سراغ رسائل کے لئے لمحہ فکریہ... اور سب سے زیادہ
ذین سراغ رسائل معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا۔ یعنی وہ بندریا بجو سرنے والے کا دودھ شریک
بھائی تھا جو مر نے والے کا بھیں بدلت کر اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔ قبر میں فرشتوں نے چہرے پر ہاتھ
پھیرا تو رنگ و روغن غیری کا اڑ گیا اور بندریا بجو کی شکل نکل آئی... اور فرشتے اپنے اس بلند رپ
بہت خفیف ہوئے۔

فیاض ایسی ہی اوٹ پنگ باتیں سوچتا رہا۔ حقیقت یہ تھی کہ سردی اس کی برداشت سے باہر
ہوئی جا رہی تھی... اور وہ اپنے ذہن کو جسم سے الگ رکھنے کے لئے اوٹ پنگ باتیں سوچ رہا

تھا۔ اچانک عمران نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کھل۔
”چلو... اب ہمیں دیر نہ کرنی چاہئے!“
”چلو!...“ فیاض نے چوک کر کھل۔

”یوں نہیں... بلکہ اسی طرح ہی سے دوسرے گئے ہیں!“ عمران زمین پر گرتا ہوا بولا۔ فیاض
نے بھی اس کی تقلید کی... اور وہ دونوں سینے کے بل آگے کی طرف کھکھنے لگے۔
وہ ان جھاڑیوں تک تین منٹ کے اندر ہی اندر پہنچ گئے۔ یہاں اب بھی مدھم ہی روشنی نظر
آرہی تھی وہ زمین سے چپک گئے۔ جھاڑیوں کے اندر سے رابر کھر کھڑاہٹ کی آواز چلی آرہی
تھی۔ پھر اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے دھڑا دھڑا اینٹیں گرنے لگی ہوں۔
”لیٹا!...“ عمران نے نعروہ لگایا۔

فیاض کے ساتھی چاروں طرف سے اندر گھس پڑے۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں ان سب کی
کھوپڑیاں ہوا سے باتیں کرنے لگیں۔ زیر تعمیر قبر پر ایک پرانی سی لائٹن روشن تھی اور اس کی
روشنی میں انہیں ایک کتا اچھلتا کو دتا ہوا نظر آ رہا تھا جس کے جسم پر چاروں طرف چھوٹے
چھوٹے ٹین کے ڈبے بندھے ہوئے تھے۔ اور یہ آوازیں دراصل انہیں ڈبوں کے زمین سے
کلرا نے کی بنا پر پیدا ہو رہی تھیں۔ اس کے علاوہ وہاں اور کچھ بھی نہیں تھا۔
یہ کیا صیبت ہے!“ عمران بڑا بڑا۔
فیاض اس قبر کی طرف دیکھ رہا تھا جس کی ایک اینٹ بھی کھکی ہوئی نظر نہیں آرہی تھی۔
اکن میں شام کی بنے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

پھر ان کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو گئی جواب بھی پہلے ہی کی طرح اچھلے کو دے جا رہا
تھا۔ انہوں نے اس کی گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی جو ایک ایسے دوشاختے والے
درخت کے درمیان سے گزر کر دوسری طرف نکل گئی تھی جس سے کتنے کا جسم ان ڈبوں سمیت
دوسری طرف نہیں نکل سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کتاب بھی اسی جگہ موجود تھا وہ اسی سمت
نکل گیا ہوتا چدھر لگے میں پڑی ہوئی رسی کا رخ تھا۔

”چلو اور ھر چلو!...“ اچانک عمران نے کتنے کی رسی کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ دوسروں
نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ رسی پر نارچ کی روشنی پڑ رہی تھی اور وہ سرپت دوڑتے چلے جا رہے

تھے۔ ایک جگہ اس کا دوسرا سر ایک درخت کے تنے سے بندھا ہوا نظر آیا۔ اور ساتھ ہی فیاض کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ اس کی نارچ کی روشنی کا دائرہ ایک ٹوٹی پھوٹی سی قبر پر جم گیا تھا عمران بھی رک کر ادھر ہی دیکھنے لگا۔ اس کا صندوق کھلا پڑا تھا۔ شائد اسے گڑھ سے سے نکال کر باہر پڑا رہنے دیا گیا تھا۔

”چوتھ ہو گئی پیارے...!“ عمران بڑا بڑا۔ ”ہم دھوکا کھانے۔ اسٹپلر کی قبر دراصل بھی تھی۔!“ پھر وہ بڑی تیزی سے لاش والے صندوق کی طرف بڑھا۔

”ہائیں... لاش بھی غائب...!“ فیاض نے اسے کہتے سن۔ حقیقتاً لاش صندوق میں نہیں تھی۔ وہ اوزار بھی قریب ہی پڑے ہوئے ملے جن کی مدد سے قبر کھو دی گئی تھی۔

وہ کافی دیر تک لاش ڈھونڈتے رہے۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر فیاض نے جملائے ہوئے لمحے میں کہا۔ ”تم نے مجھے دھوکے میں رکھا۔!“

”میں خود بھی دھوکے ہی میں ہوں سوپر فیاض...!“ ”تم کو اس کرتے ہو...!“ فیاض کا غصہ تیز ہو رہا تھا۔

”ذر اتیز سے...!“ عمران غریا۔ ”تم یہ بھول رہے ہو کہ یہاں تمہارے کچھ ماتحت بھی موجود ہیں۔!“

فیاض خاموش ہو گیا۔ بہر حال وہاں سے بے نسل و مرام واپس آئے۔ فیاض نے اپنے ساتھیوں کو رخصت کر دیا اور وہ دونوں ایک کینے میں آبیٹھے۔ فیاض کا ماؤ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔

”عمران خیریت اسی میں ہے کہ حقیقت ظاہر کر دو رونہ خدارے میں رہو گے۔!“ اس نے عمران کو گھوڑتے ہوئے کہا۔ اور کہہ چکنے کے بعد بھی گھورتا رہا۔

”یار تم بڑے احسان فراموش ہو۔ اتنی دیر تمہارے ساتھ جھک مارتا رہا اور تم...!“ ”میں اور کچھ نہیں سننا چاہتا۔ اور نہ اسی پر یقین کرنے کو تیار ہوں کہ تم اس کی قبر کے متعلق دھوکے میں تھے۔!“

”کیوں یقین کیوں نہ کرو گے۔!“

”تم نے جس قبر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اسی قبر پر انہوں نے اپنا جال کیوں پھیلایا تھا۔!“ ”ہاں... اب یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ اپنی حماقت کو اڑاکنے نہ دو گے کہ اتنے آدمیوں کی بھیڑ لے کر سر شام ہی وہاں پہنچ گئے تھے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پہلے ہی سے تاز گئے ہوں... اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا ہو کہ کسی قبر کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یار ذرا کھوپڑی استعمال کرو۔ سوپر فیاض۔!“

”تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتے۔!“

”کوئی میں نے مطمئن کرنے کا ٹھیک لے رکھا ہے۔ جہنم میں جاؤ۔!“ عمران جملائے ہوئے۔ اس سے کام نہ چلے گا۔ میں اسی وقت تمہارے ہتھ کڑیاں لگا سکتا ہوں۔!“ فیاض غریا۔ ”راجہ ہو شہر کے...!“ عمران بے بس سے بولا۔

فیاض اسے بدستور گھورتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران یقیناً کوئی چال چل رہا ہے۔ مگر اس چال تک پہنچنا کم از کم فیاض کے ذہن کے بس کاروگ نہیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ عمران اسے بچھنے بتائے گا۔ خواہ وہ اسے چھانی ہی پر کیوں نہ لٹکا دے۔

عمران نے یہرے کو طلب کر کے چائے کے لئے کہا اور خود او گھنٹے گا۔ پتہ نہیں فیاض کو بڑا چاہتا تھا یا بچ چاہیج چاہے نہیں آرہی تھی۔

”فیاض دیسے ہی بھرا بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے چونک کر کہا۔

”ایک تدبیر بچھ آرہی ہے۔ اس واقعہ کو اخبارات میں اشاعت کے لئے دے دو۔ تمہارا نام دگا اور کام بھی چل جائے گا۔!“

”میں کچھ گیا۔“ فیاض غریا۔ ”اس وقت تم نے مجھے دھوکے میں رکھا اپنا اللہ سید حاکیا ہے۔!

”وہ تو اب بھی ٹیڑھا ہے سوپر فیاض...!“ دیسے اس واقعہ کی پبلیشی سے تم کافی فائدہ اٹھا سکتے۔ کوئی نہ کوئی تمہیں یہ ضرور بتائے گا کہ ڈاکٹر اسٹپلر کی لاش کیوں چ رائی گئی ہے۔!

”اچھا۔!“ فیاض اسے تیز نظر وہ سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”اس سے کیا فائدہ ہو گا۔!“

”بل، اس آسمانی تحریر سے اسٹپلر کی لاش کی کڑیاں مل جائیں گی۔!“

”کس طرح وہ بھی تو بتاؤ۔!“

”مجھے معلوم ہوتا تو میں تمہاری جھٹکیاں کیوں نہیں۔!“ عمران نے مسمی سی صورت بنا کر کہا۔

”پوچھو... اگر مناسب سمجھوں گا تو جواب ضرور ملے گا!“
 ”یہ قسم واثن کی لاش سے شروع ہوا تھا۔ ذاکر اسٹپر کی قبر سے اس کا کیا تعلق!“
 ”یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ تم لوگ بہت جلد ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔
 مجھے یقین ہے۔ لیکن کیپٹن خاور کو بھی جعفری ہی کی طرح روپوش ہو جانا چاہئے!“
 ”آپ اُسے براہ راست ہدایت دیں گے یا میں مطلع کر دوں!“ جولیا نے پوچھا۔
 ”میں اسے مطلع کر دوں گا۔ لیکن تم لوگ نہ صرف اسے بلکہ جعفری کو بھی نظر میں رکھو گے!“
 ”بہت بہتر... ایک بات اور قبرستان میں پولیس موجود تھی۔ ہم سمجھتے تھے شاید ہمیں
 مجرموں کو دھوکا دیتا ہے!“

”ہم نے در حقیقت مجرموں کو دھوکہ دیا ہے!“ ایکس ٹوبولا۔ ”اب وہ ہمیں سو فیصد کسی
 دوسرا پارٹی کے بد معاش سمجھنے لگیں گے۔ پہلے بھی سمجھتے تھے۔ اب یقین آجائے گا!“
 ”غیر... ہاں تو... بن کل کا اخبار ہی دیکھ کر تم حالات کا اندازہ کرلو گی!“
 ”کیپٹن فیاض کے ساتھ وہ لفڑا عمران بھی موجود تھا۔ آپ اسے جانتے ہی ہوں گے!“
 ”ہاں میں اسے جانتا ہوں... ہے کام کا آدمی... لیکن اتنا بھی نہیں کہ ایکس ٹو کے کسی کام
 میں رکھ اندازی کر سکے!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور جولیا بھی رسیور رکھ کر دو ماہہ سونے کی
 کوشش کرنے لگی۔



اخبارات میں دو خبریں بڑی اہم تھیں۔ پہلی خبر تو یہ تھی کہ قریمی شہر شاداب نگر میں بھی
 آسمان پر سرخ تحریر دیکھی گئی اور اس کے بعد وہاں کا ایک محلہ دھوئیں کے بادلوں میں گھر
 گیا۔ اور پھر وہی سب کچھ ہوا جو کچھ پہلے یہاں ہو چکا تھا۔ افراتفری کے دوران کروڑوں
 روپے لٹ کے چونکہ اس سے پہلے ایک جگہ اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا اس لئے آسمان پر تحریر
 نہوار ہوتے تھیں فوج طلب کر لی گئی تھی اور اس نے مذکورہ محلے کا حصارہ کر لیا تھا۔ لیکن اس کے
 باوجود بھی جو کچھ ہوتا تھا ہو گیا۔ جہاں ایک اخبار نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر فوجیوں کے پاس
 بگیں ماسک بھی ہوتے تو شائد لوگوں کا مال و اسباب محفوظ رہتا۔ دھوئیں کی کثرت نے فوجیوں

فیاض سمجھ گیا کہ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ لیکن ابھی بتانا نہیں چاہتا۔ بارہا ایسا ہو
 تھا... اور پھر عمران اس کی دانست میں ایک غیر سرکاری آدمی تھا۔ لہذا وہ کامیابی کے قریب پہنچ
 کر کسی سرکاری آدمی کا سہارا ضرور ملاش کرے گا اور وہ سرکاری آدمی خود فیاض کے علاوہ اور
 کون ہو سکتا ہے۔ لہذا فیاض نے سوچا کہ اسے اپنا موڈ ٹھیک کر لینا چاہئے۔ اس سے پہلے بھی
 عمران کی بارہ کامیابی کا سہرا اس کے سر باندھ چکا تھا۔

”اچھا چلو... میں اس کی پہلی کرادوں گا... پھر کیا ہو گا!“
 ”جو کچھ بھی ہو گا بہت جلد دیکھ لو گے... چائے پیو!...“ عمران بڑا بولیا۔



جولیا نافٹر واٹر تو بہت تحکم گئی تھی۔ سلپنگ سوٹ پہن کر اس نے ایک طویل انگڑائی اور
 چھوٹی میز مسہری کے قریب سر کا کر اس پر فون رکھ دیا۔ سیکرٹ سروس کے آٹھوں افراد بہیش
 اپنے سر پانے فون رکھ کر سویا کرتے تھے۔ پہنچنے کے پس اسراز آفیس ایکس ٹو کا فنا
 آجائے جونہ سونا جانتا ہے اور نہ آرام کرنا۔

جولیا مسہری پر لیٹ گئی اور لیٹتھی ہی ذہن پر غونڈگی کا غبار چھا گیا۔ لیکن وہ بھی ہی نیزہ
 تھی کہ فون کی گھنٹی بھی۔ گھنٹی کی آواز اس وقت اسے اتنی گریزی کہ اس کا چہرہ کافی حد تک
 مصکھے خیز نظر آنے لگا۔ لیکن ہاتھ کی مشین کی طرح رسیور پر جا پڑے۔
 ”لیں سر...!“

”اوہ... اب تو تم میری آواز پہچانے لگی ہو!“
 ”لیں سر...!“
 ”کیوں کیا رہا...!“

”آپ کی ہدایت کے مطابق قبر کھو دی گئی۔ لیکن آپ کو یہ سن کر جرت ہو گی تابوت
 لاش کی بجائے پتھر بھرے ہوئے تھے!“

”مجھے بالکل جرت نہیں ہوئی۔ جولیا نافٹر واٹر اگر مجھے یقین ہوتا کہ لاش قبر میں موجود
 تو میں بھی اسے کھو دنکانے کی زحمت نہ دیتا!“

”کیا آپ مجھے کچھ پوچھنے کی اجازت دیں گے!“

کو محلہ کے اندر گھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

دوسری خبر ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر کے متعلق تھی۔ پولیس کا خیال تھا کہ اس کی لاش وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کی گئی ہے۔ لیکن اس کا مقصد کوئی نہیں جانتا۔ لاش وہاں سے کیوں ہٹائی گئی؟ یہ ایک راز ہے ملکہ سراغ رسانی کے پرنسپل نیاض کو باوقوع ذراع سے اس کا علم قبل از وقت ہو گیا تھا۔ لیکن وہ ایک دوسری ہی قبر کو ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر سمجھ بیٹھے۔ تجھے یہ ہوا کہ دونا معلوم آدمی اسٹپلر کی لاش لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ خیر میں وہ طریقہ بھی درج تھا جو مجرموں نے ملکہ سراغ رسانی کے آدمیوں کو دھوکا دینے کے لئے اختیار کیا تھا۔

عمران نے یہ خبریں مورنگ نیوز میں پڑھیں۔ وہ اس وقت دلیری کے شراب خانہ میں موجود تھا... دلیری ابھی کاؤنٹر پر نہیں آئی تھی۔ وہ زیادہ تر اسی وقت آیا کرتی تھی جب کاکوں کے آنے کا وقت ہوتا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں شراب خانے کا واحد بیرابرینی کے فرانچ بھی انجام دیتا تھا اور گاکوں کی میزوں پر شراب بھی پہنچادیا کرتا تھا۔

ابھی صحیح تھی اور عمران کے علاوہ شراب خانے میں اور کوئی نہیں تھا۔ بیرا مکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

”صاحب کیوں خواہ خواہ پریشان کرتے ہو!“ اس نے کہا۔
”ہائی...!“ عمران آنکھیں چھاڑ کر بولا۔ ”مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کب تمہیں پریشان کیا تھا!“

”مجھے... میرا مطلب ہے میم صاحب کو...!“
”میم صاحب...!“ عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ چند لمحے بڑی حرست سے بیرے کو دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”بیٹھ جاؤ... بیٹھو... تنکف کی ضرورت نہیں۔ یہاں میرے علاوہ اور کوئی ہے!“

بیرا اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران اسے چند لمحے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ ”کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟“

”محبت... ہی... ہی... ہی...!“ بیرا منہ دبا کر بہنے لگا۔
”نہیں کی...!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”وزیر اس طرح ہننے کی بجائے بھٹھ

پھون کر رہتے!“
”بیرا بدستور ہنستارہا!“

آخر عمران نے کہا۔ ”مجھے تمہاری نیم صاحب سے محبت ہو گئی ہے!“

”کیا...!“ دفتار بیرا سمجھیدہ ہو کرتے زور سے اچھلاکہ کر کی اٹ گئی۔

وہ اس طرح آنکھیں چھاٹے عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے عمران نے اسے قیامت کی آمد کی اطلاع دی ہو۔

”کرنسی سید ہی کرو...!“ عمران نے ورد باتک لجھ میں کہا۔ ”وزیر دلیری ڈار لگ تھیں کپا

چائے گی!“ بیرے نے چپ چاپ کر سی سید ہی کی اور کاؤنٹر کے پیچھے چلا گیا۔ وہ محیر ہونے میں قسمی حق بجانب تھا۔ وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران جیسا کوئی بانکا بھیلا نوجوان

دلیری جیسی سیاہ فام بوڑھیا پر عاشق بھی ہو سکتا ہے۔

عمران پھر اخبار پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ بیرا تھوڑی دیر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر کاؤنٹر کے

پیچے سے نکل کر دوبارہ عمران کے قریب آیا۔

”مگر صاحب...!“ اس نے پوچھا۔ ”آپ میم صاحب کے دھنے میں کیوں گھپا کرتے ہیں!“

”ہمے تم نہیں سمجھ سکتے...!“ عمران نے سینے پر ہاتھ مار کر شعر پڑھا۔

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نک حقيقة ہے کہ سمجھائی نہیں جاتی

”میں دلیری کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں... اور تم لوگ کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھتے ہو۔“

حالت میری ہے۔ جب معنی والالفاظ میں لائی ہی نہیں جاسکتی تو پھر میں سمجھانے کی کوشش

کیوں کرتا ہوں۔ ویسے کیا تم لا شعور کی نفیات سے واقف ہو...!“

بیرے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”تب پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ تم نے فرائد کو نہیں پڑھا!“

”میں پڑھا لکھا نہیں ہوں جتاب...!“

”پڑھ لکھے نہیں ہو جتاب! تب بھی تمہیں فرائد کو ضرور پڑھنا چاہئے تھا۔ خیر اب پڑھ

میں تو میں کیا کہہ رہا تھا!“

”فرائی پان...!“

”ہاں تو فرائی پان میں ایک انٹا توڑ کر ڈال دو... تھوڑی سی امرود کی جیلی... دو قلے انبار
مربہ! دانہ الچھی خورد سائیدہ...!“

اچانک دلیری ناوقت شراب خانے میں آگئی۔ عمران کو بیٹھا دیکھ کر اس کی بھنوں تن گنگر
”میں آج آخری فیصلہ کرنے آیا ہوں!“

”کامیسا پھسلنا...!“ دلیری دہاڑی۔

”چیخو مت... ورنہ پاس پڑوس والے بھی اس راز سے آگاہ ہو جائیں گے!“

”تم سالا ہمارا اٹھی کھراب کر دیں گا!“

”دلیری ڈار لنگ...!“ عمران نے آہستہ سے کہا اور اس کی آنکھوں سے شراب ابلجھ لگی۔
”کیا...؟“ دلیری کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

”پیرے کو باہر بھج دو... پھر میں بتاؤں گا!“ عمران نے بڑے دردناک لبجھ میں کہا۔
دلیری جواب کافی سنجیدہ اور پر سکون نظر آنے لگی تھی کنکھوں سے پیرے کی طرف دیکھی۔ پیر اکاؤنٹر کے پیچے لگی ہوئی بو تکوں پر جھاڑاں پھیرنے لگا تھا۔

”یا پھر میرے ساتھ چلو...!“ عمران نے دوسری تجویز پیش کی۔ اب اس کی آنکھوں
آنسو بھی آگئے تھے۔!

دلیری کچھ کہے بغیر اپنے نشت کے کمرے میں چلی گئی۔ عمران بھی آگے بڑھا۔ دو
آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے۔ دلیری عمران کی طرف مڑی۔

وہ اس وقت اور زیادہ کریہہ المنظر معلوم ہونے لگی تھی۔ موٹے موٹے ہونٹ خفیہ۔
کھل گئے تھے آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ دھندا لگی تھیں۔

”کیا بولتے چھو کرے!“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”بس ایک بار میری طرف دیکھ کر مسکراوو... اس کے بعد میں خود ہی اپنا گلا گھونٹ
مر جاؤں گا!“

وہ کھڑی پلکیں جھپکا رہی تھیں۔

”مسکراوو...!“ عمران پھر گھٹھا سیا۔

دلیری نے بے اختیار دانت نکال دیئے اور عمران فرش پر گر کر لوٹنے لگا۔ وہ ہائے دادا

ر دلیری بوکھلا گئی۔

”چلو... یہاں سے اٹھو... اٹھو...!“ وہ اس کاہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی ہوئی۔

”نہیں مجھے تینیں مر جانے دو...!“

”کیا کرتا بابا...!“ دلیری عجیب سی بھی کے ساتھ ہوئی۔

”میں تینیں مر جاؤں گا... ورنہ مجھے اپنے گھر لے چلو...!“

”تم پاگل ہے... بالکل پاگل... پہلے دھندا کھراب کرتا تھا... اب یہ...!“

”نہ یہ نہ دو... میں تم سے پر یہ کرتا ہوں!“

”ہٹ... ادھر... چھو کرے...!“ وہ عمران کو پرے جھٹک کر شرمائی۔

عمران اور زیادہ زور شور کے ساتھ سینہ کوبی کرنے لگا۔

”تم کیوں میرے پیچھے پڑے ہو!“ دلیری نے انگریزی میں کہا۔

”دل سے مجبور ہوں!“ عمران ابھی کچھ اور بھی کہتا۔ انداز سے یہ ہی معلوم ہو رہا تھا مگر

ٹھیک اسی وقت دشتر بوکھلا یا ہوا اندر آیا۔

”میم صاحب... گلیاں...!“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا اور اٹھے پاؤں واپس چلا گیا۔

”گلیاں...!“ دلیری نے پھٹی پھٹی سی آواز میں دھرایا۔ اور عمران کو جھنجورتی ہوئی ہوئی۔

”بھاگو!“

عمران ابھی فرش سے اٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور

درکرے ہی لمحے میں ایک کھم شکم اور سیاہ فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں بڑی

وہنگاں تھیں۔ سرخ سرخ... انگاروں کی طرح دھکتی ہوئی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے!“ وہ پانی سے بھرے ہوئے بادل کی طرح گر جا۔

دلیری تو ایک گوشے میں منہ ڈال کر بُری طرح کاپنے لگی۔ لیکن عمران احمقوں کی طرح ادھر

دھر دیکھا رہا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے اس سوال کا اس کی ذات سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

”یہ کون ہے دلیری...؟“ آنے والا پھر دہاڑا۔ وہ انگریزی ہی میں گفتگو کر رہا تھا۔

”تم... میں... نہیں جانتی!“

”تم کون ہو...!“ اس نے عمران کو مخاطب کیا۔

”ایسا بک رہے ہو... تم نے نہیں سنا... یہ ایکس ٹوکا حکم ہے!“

”جو لیا یہ عشق تو کاموسم ہے۔ خدا غارت کرے ایکس ٹوکو... اس نے ہمیں مشین بنانے کر رکھ دیا ہے۔ پہ نہیں خود کس وحات کا بنانا ہوا ہے۔ آج... چھا... جولیا... میں جا رہا ہوں۔ مگر...!“

”مگر کیا...?“

”آج رات کا کھانا...!“

”تمہارے ساتھ کھاؤں گی!۔“ جولیا نے جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”جلدی کرو... اگر وہ

دلیری کے شراب خانے سے رخصت ہو گیا تو ایکس ٹوہبہت بُری طرح پیش آئے گا!“

”اچھا... اچھا...!“ تنویر نے ناخوش گوار لبجھ میں کھا اور جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا وہ اس وقت باہر جانا چاہتی تھی۔ مگر اسے تنویر کی روپورٹ کا انتظار کرنا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ایکس ٹوکی مرضی کے مطابق کام نہ کرنے کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔ اسے ایسے بہترے موقع یاد تھے جب ایکسوں نے اپنے ماتھوں کو سزا میں دیں تھیں۔ ان دونوں کا آخری واقعہ سار جنت ناشاد کا تھا۔ ناشاد ایک مشرب شاعر بھی تھا۔ ہر وقت مست رہنے والا... پیتا بھی بہت بُری طرح تھا۔ لیکن کچھ اسی پر مختصر نہیں تھا۔ ایکس ٹوکا حکم تھا کہ اس کے ماتحت کبھی ایسی صورت میں کسی پیلک مقام پر شراب نہ پیں جب ان کے ساتھ عورتیں بھی ہوں۔ ناشاد نے اس کے حکم کی پرواہ نہ کر کے ایک رات ایک مقامی شراب خانے میں دو بازاری عورتوں کے ساتھ شراب پی کر خاصی ہڑبوگ چالی وہ اتنی پی گیا تھا کہ اسے کسی بات کا ہوش ہی نہ رہا۔ دوسرا صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو شہر کے ایک فٹ پاٹھ پر پڑا۔ اس کے گرد کافی بھیڑ موجود تھی اور لوگ بے تباہ قیچیے لگا رہے تھے۔ وہ اٹھا اور بد حواسی میں ایک طرف چل پڑا۔ راہ میں جو بھی اسے دیکھتا ہوں پڑتا۔ اس اثناء میں ایک بار اس کا ہاتھ چہرے پر چکا اور اس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا۔ اس کی گھنی موچھیں غائب تھیں پھر گالوں پر بیچپا ہٹ کی محسوس ہوئی اور ساتھ ہی اسے اس عجیب کی بدبو کا بھی احساس ہوا جو پہلے بھی محسوس ہوتی رہی تھی۔ لیکن اس نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ یہ بدبو کو تار کی تھی۔ اب جو اس نے ہاتھ کی طرف دیکھا تو انگلوں میں کو تار پھرا ہوا نظر آیا۔ بس پھر کیا تھا اس نے بد حواسی میں گھر کی طرف سر پت دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر یہ بات آئینے ہی نے اسے ہتائی کہ اس کے سارے چہرے پر کو تار کا غازہ موجود ہے اور بہترین

”میں عاشت ہوں...!“ عمران نے لاپرواٹی سے کہا۔

”آج... چھا... تو تم... دلیری کی دولت ہتھیانے کی فکر میں ہو... دلیری...؟“ دلیری اس کی طرف مڑی... لیکن اس کے چہرے کی سیاہی میں ہلکی سی پیلاہٹ بھی نظر آنے لگی تھی۔

”اپنے سینڈل اتار دو...!“ نوار دغیریا۔ ”اور اس سے سر پر مارنی ہوئی اسے باہر بڑک بکر لے جاؤ... چاؤ...!“

”ٹھہر و...!“ عمران دونوں ہاتھ اٹھا کر چینا۔ ”پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارا نام گلیاں کیوں ہے؟“ ”کیا مطلب...!“ نوار دبڑا۔

”بانکل اچھا نہیں لگتا... تمہارے تن و تو شپ پر یہ نام بالکل ایسا ہی لگتا ہے جیسے کہ ہاتھی چپکی کہہ دیا جائے... تمہارا نام تو ڈمبا سڑ ہونا چاہئے تھا۔“

”مذاق ازاتا ہے... میرا...!“ گلیاں گھونسہ تان کر عمران کی طرف بچھتا۔ ”مران حقیقتاً چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح دروازے کے سامنے سے ہٹ جائے کیونکہ اس وقت وہی ایک دروازہ کو ہوا تھا۔

عمران نے اس کا دار خالی دے کر اپنی ٹانگ لگائی اور وہ وہیں کسی تاواز درخت کی طرح ڈھون گیا۔ اکیلے نہیں بلکہ ایک کرسی بھی اپنے ساتھ ہی لیتا چلا گیا۔ جس کے ٹوٹنے کی آواز کرے گئی۔ دوسرے ہی لمحہ میں عمران نہ صرف اس کرے بلکہ شراب خانے ہی سے باہر تھا۔



جو لیا فٹر واٹر نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر سیکرٹ سروس کے ایک رکن مسٹر تنویر نمبر ڈائل کئے۔

”چیلو تنویر...!“ اس نے کہا۔ ”دلیری کے شراب خانے میں ایک آدمی گلیاں ہی مو؟“ اس کا تعاقب کرو... ایکس ٹوکا حکم ہے۔ اسے ان دونوں اسی آدمی کی تلاش تھی۔ یہ ایک لمبا تر نگاہ اور سیاہ فام آدمی ہے۔ آنکھیں سرخ ہیں... ابھی کچھ دیر قبل ہی اس کی پیشانی پر خود چوت آئی ہے تو قع ہے کہ سر پر پئی بھی بند ہی ہوئی ملے گی!“

”جولیا...! موسم براخوش گوار ہے!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

قسم کی چڑھی ہوئی مونچیں غائب ہیں۔ جیب سے ایک پرچہ برآمدہ واجس پر تائپ کے حروف میں درج تھا۔ ”دوسری غلطی پر اس سے زیادہ سخت سزادوں گا۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہو گے!“ اور نیچے تحریر تھا ”ایکسلو“

جو لیتا تویر کے متعلق سوچنے لگی جو اسے اکثر چھیڑتا رہتا تھا۔ بعض اوقات ذہنے چھپے الفاظ میں شادی کی درخواست بھی پیش کر بیٹھتا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیون نہ اسے بھی ایکس ٹو سکوی معقول سزادلوائی جائے۔ ایسی سزا جو اسے زندگی بھریا رہے۔

جو لیتا تقریباً تین گھنٹے تک تویر کی رپورٹ کا انتظار کرتی رہی... اس دوران میں وہ دوبار ایکس ٹو کافون رسیو کر چکی تھی جو گلیاں کے متعلق تویر کی رپورٹ کا منتظر تھا۔ آخر ڈھانی بیٹھنے کا فون آیا۔

”ہیلو... جوی...!“ وہ یوکھائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ”کسی نے اسے گولی مار دی۔ گرانٹ ہوٹل کے غسل خانے میں۔ فائز کی آواز نہیں سنی گئی۔ خیال ہے کہ وہ کوئی سائیلنسر لگا ہو رہا۔ اور تھامیں نے بھی صرف اس کی جیج سنی تھی۔ گولی داہمی کپٹی میں لگی ہے!“

”تم اس کی قیام گاہ تک نہیں پہنچ سکے!“

”نہیں... وہ دلیری کے شراب خانے سے نکل کر... گرانٹ ہوٹل تک گیا تھا... اور شاند دلیری سے اس کا جگڑا بھی ہوا تھا کیونکہ شراب خانے میں وہ دونوں بہت بُری طرح جیخ رہے تھے۔“

”اچھا تویر ایک بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔!“ جو لیا نے کہا۔ ”اب تم بھی خطرے میں ہو۔ میرا خیال ہے کہ اسے اس لئے گولی ماری گئی ہے کہ تم اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ لہذا اب تم کہیں چھپنے کی کوشش کرو۔ ایکس ٹو کا حکم ہے ہم میں سے جو بھی مجرموں کی نظر میں آجائے اسے چاہئے کہ بقیدہ آدمیوں سے دور ہی دور رہے۔ خیر تم اس وقت کہاں ہو۔“

”گرانٹ ہوٹل میں...!“ تویر نے جواب دیا۔

”اچھا تو وہیں بھرپور... لیکن کسی الیکٹریکی طرف نہ جانا جہاں تھا۔ ہو میں ایکس ٹو کو تمہارے حالات سے باخبر کئے دیتی ہوں۔ اسی صورت میں تم محفوظ رہ سکتے ہو۔!“

”اب جو لیا نے سلسلہ منقطع کر کے ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کئے۔ یہ نمبر ٹیلی فون ڈائریکٹر میں نہیں تھے اور انہیں بہت ہی خاص موقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔“

ایکس ٹو سے فون پر ابطحہ قائم کرنے میں درج نہیں لگی۔ جو لیا نے اسے رپورٹ دی اور یہ بھی بتایا کہ اس نے تویر کو کیا مشورہ دیا ہے۔

”جو لیا ناٹھر واٹر...!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”تم واقعی بہت ذہین ہو۔ تم نے اسے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ اب مطمئن رہو۔ سب کچھ کروں گا۔ تمہارا خیال صحیح ہے۔ گلیاں حقیقتاً ایسا ہی آدمی تھا جس کے ذریعے ہم مجرموں کے پہنچ کتے تھے۔ خیر...! بھی دوسرا زیادہ بھی موجود ہیں جنہیں میں نے آزمایا نہیں ہے۔!“

”مگر جناب... وہ گلاس فیکٹری جہاں کیپٹن خاور پر حملے ہوئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہاں سے بھی مجرموں تک رسائی ہو سکتی ہے۔!“

”نہیں وہ راستہ فضول ہے۔ میں نے دیدہ و داشتہ اسے ترک کر دیا ہے۔ ویسے تو وہ دونوں آدمی بھی بظاہر کام کے تھے جنہیں میں نے نجکشن دیے تھے۔ مگر یقین کرو کہ وہ محض کراچے کے آدمی تھے... اور انہیں بھی اس کا علم نہیں تھا کہ اصل مجرم کون ہے۔!“

”تویر کا کیا بنے گا۔!“ جو لیا نے پوچھا۔

”تم بے فکر رہو... میں اسے بحفاظت تمام... گرانٹ ہوٹل سے نکلاؤں گا۔!“

جو لیا نے سلسلہ منقطع ہونے کے بعد رسیو رکھ دیا۔ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل کرنے لگی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اپنی چھوٹی نی آشن کار میں بیٹھی ہوئی بازار کی طرف جا رہی تھی۔ اسے دراصل کچھ کپڑے خریدنے تھے۔ بازار میں پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اس کا بھی تعاقب ہو رہا ہے۔ وہ اس وقت اپنی کار ایک جگہ کھڑی کر کے مختلف دو کافنوں پر کپڑے دیکھتی پھر رہی تھی۔ ایک بار تعاقب کرنے والا بالکل اس کے قریب آگیا اور اسے دیکھ کر بڑی حرمت ہوئی کہ تعاقب کرنے والا عمران ہے۔ وہ اس وقت سے جانتی تھی جب وہ ملکہ سراغ رسائی میں آفیسر آن اپیشل ڈیوٹیز تھا... اور اب اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ آج کل بیکار ہے اور آئے دن ملکہ سراغ رسائی والوں کے معاملات میں ناگز اڑائے رہتا ہے۔

”مس جو لیا ناٹھر واٹر...!“ عمران اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”میرے پاس آپ کے لئے ایک دلچسپ اطلاع ہے۔!“

”میں نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں۔!“ جو لیا نے بے رنجی کا مظاہرہ کیا۔

”آپ خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہیں میں اسے پسند نہیں کرتی!“
 ”کسی حد تک میں آپ کی ناپسندیدگی کو بھی پسند کر سکتا ہوں۔ مگر مس جو لیا میں آپ کے مجھے
 کے آٹھوں آدمیوں سے واقف ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آج کل ان میں سے دو حضرات
 قطعی نظر نہیں آئے اور تیسرے نے آج ایک حماقت کردا ہے۔ لہذا وہ بھی غائب ہو جائے گا!“
 ”بے پر کی نہ اڑاؤ...!“ جو لیا مسکرا کر بولی۔ ”مقصد کی طرف آؤ... کیا تم کسی یہہ کمپنی کے
 اجنبیت ہو!“

”صورت سے تو وہی معلوم ہوتا ہوں گا!“ عمران نے سمجھ دی گئی سے کہا۔ ”لیکن آپ مجھے
 کسی دن صحیح دیکھئے پھر اگر اس دن آپ کو دوپہر کا کھانا نصیب ہو جائے تو میرے منہ پر
 ٹھوک دیجئے گا!“

جو لیا اسے چند منٹ تک خاموشی سے گھورتی رہی۔ پھر بولی ”آپ کی باتیں بُر لطف ہیں۔
 لیکن اب اصل موضوع پر آجائیے۔ کیا آپ مجھے سے جان پیچان پیدا کرنا چاہتے تھے؟“
 ”میں بھی پیدا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جان پیچان تو بہت بڑی چیز ہے۔ اچھا مس
 جو لیا کوئی بات نہیں۔ آپ کو پچھتا پڑے گا۔ میں لاش کا قصہ کیجیں فیاض کو سنادوں گا۔ مگر اس
 سے پہلے میں آپ کو دو گھنٹے کی مہلت اور دے سکتا ہوں۔ آپ اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ
 کر لیجئے۔ یہ رہا میرا کارڈ... اس پر فون نمبر بھی درج ہے۔ آپ دو گھنٹے کے اندر اندر مفاہمت
 کے لئے مجھے فون کر سکتی ہیں۔ دو گھنٹوں سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں دوں گا... اچھا نہیں!“

عمران اپناؤ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر باہر نکل گیا۔ جو لیا نے جیب سے روپاں نکال
 کر چہرے کا پسینہ خٹک کیا۔ وہ ظاہر عمران سے دلوں کی گفتگو کرتی رہی۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ
 اسے چکر آرہے تھے... اور اس کی وجہ ایکس ٹوکا خوف تھا۔ ایکس ٹوکا کہنا تھا کہ اس کے آٹھوں
 ماتحت خود کو دوسروں سے چھپائے رکھیں کوئی ایسا نمایاں کام نہ کریں جو ان کی شخصیات پر روشی
 ڈالنے کا موجب بنے۔ لیکن عمران آٹھوں کو نہ صرف جانتا تھا بلکہ اسے ان کی مشغولیات کا بھی
 علم تھا۔ جو لیا سوچ رہی ہو سکتا ہے کہ وہ ایکس ٹوکی شخصیت سے بھی واقف ہو!“

”دوسرا ہی لمحے میں وہ اس طرح اٹھی جیسے اس کا یہ فعل مشینی نو عیت کارہا ہو۔
 تھوڑی دیر بعد اس کی کارگھر کی طرف واپس جا رہی تھی۔ فلیٹ کے دروازے تک پہنچتے

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہر حال وہ اطلاع بہت اہم ہے۔ اگر آپ اطمینان سے کہیں
 مل بیٹھنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا!“

”میرے پاس وقت نہیں ہے آپ ہیں کون...؟“
 ”میں بھنی کلر میں بغداد کا چور ہوں۔ آپ اس کی پرواہ نہ کیجیے لیکن وہ اطلاع ڈاکٹر اسٹپر کی
 قبر سے متعلق ہے!“

”میں آپ کی الٹی سیدھی ہی باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکتی!“ جو لیا مسکرا کر بولی۔ ”ویے
 آپ سونپیدی مکنی کلر میں ہیں۔ سبز کوٹ، نیلا پتوں، زرد قمیض، گلابی نائی اور سفید جوتے۔ اگر
 آپ بغداد کا چور نہ ہوتے تو بھی میں آپ کو مداری ہی سمجھتی!“

”سمجھتی نا... ہاہا... بس اب آئیے... کیفے دکشا میں چائے بھی پین گے اور باتیں بھی
 ہوں گی۔ بہت سی باتیں... ورنہ اگر میں ہالی وڈا پس چلا گیا تو آپ کو افسوس ہو گا!“

”آپ اعلیٰ قسم کے سخنے معلوم ہوتے ہیں خبر چلے!“ جو لیا نہتی ہوئی اس کے ساتھ
 ہوں۔ ویے اسے حرمت ضرور تھی کہ وہ اس طرح اس سے کیوں آنکھ ریا کیفے میں پہنچ کر تھوڑی
 دیر تک وہ خاموشی سے ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر عمران نے کہا۔

”جس رات ڈاکٹر اسٹپر کی لاش غائب ہوئی تھی آپ کہاں تھیں!“

”دیکھئے... اگر آپ زیادہ بیکھیں گے تو آپ کو مزہ چکھا دوں گی!“

”چلنے میں چکھنے سے پہلے ہی اب سے میٹھا تسلیم کئے لیتا ہوں۔ مگر مس جو لیا یہ بہت اہم بات
 ہے کہ ڈاکٹر اسٹپر کے تابوت پر آپ کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں!“
 ”میں جا رہی ہوں مسٹر...!“ جو لیا اٹھتی ہوئی بولی۔

”شوک سے جائیے...!“ عمران لاپرواٹی سے بولا۔ ”لیکن سیکنڈ سروس والوں اور حکمہ
 سراغ رسانی کا یہ انکرازا میں پسند نہیں کرتا۔ آخر آپ لوگ یہ سب کچھ کس کے حکم سے کر رہے
 ہیں حکمہ سراغ رسانی کو ڈاکٹر اسٹپر کی لاش چاہئے سمجھیں اور اس کے لئے میرا صرف ایک
 اشارہ کافی ہے آپ سمجھتی ہیں تا اور آپ کا یہ خیال بھی فضول ہے کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے۔
 میں شیطان کا خالہ زاد بھائی عمران ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں انجان بننے سے کام اور زیادہ
 بگڑ جائے گا مس جو لیا... جی ہاں!“

پہنچتے اس کی سانس پھول گئی۔ اس نے قفل میں کنجی گھمائی اور دروازے کو دھکا دے کر جیسے ہی اندر داخل ہوئی کسی نے اس کی گردان پکڑ لی اور قبل اس کے کہ وہ ہونٹ بھی ہلا سکتی ایک مضبوط ہاتھ اس کے منہ پر جم گیا۔ اس کے سارے جسم میں صرف پلکیں حرکت کر رہی تھیں۔ گردن پر رکھے ہوئے ہاتھوں کی گرفت سخت ہونے لگی۔ جولیا نے محسوس کیا کہ وہ دو آدمیوں کی گرفت میں ہے۔ اس کا سرد ہٹکنے لگا تھا... اور آنکھوں کے سامنے تاریکی لہریں لے رہی تھیں۔ گردن کی گرفت آہستہ آہستہ نگ ہوتی گئی اور ذرا سی دیر میں تکلیف کا احساس ہی فنا ہو گیا۔

اُسے پتہ نہیں کہ بے ہوشی کب تک طاری رہی! بہر حال ہوش آتے ہی اس نے محسوس کیا کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ حالانکہ اس وقت انہیں میں تھی۔ لیکن اس کی چھٹی حس پیہی کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اسے احساس ہونے لگا کہ وہ کسی نرم گدیلے پر نہیں بلکہ تاہم اور زمین پر پڑی ہوئی ہے... اور اس کے سارے جسم میں سگریزے سے چھپ رہے ہیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور بے تکان اٹھ کر بیٹھ گئی باہمیں طرف سے ملکی ہی سرخ روشنی آرہی تھی لیکن وہ یہاں کا انہیں اور کرنے کے لئے کافی نہیں تھی۔ اس نے باہمیں طرف مڑ کر دیکھا تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا سوراخ نظر آیا۔ اتنا بڑا کہ ایک آدمی بیٹھ کر بہ آسانی اس سے گذر سکتا تھا۔ یہ سرخ روشنی اسی سوراخ سے اندر آ رہی تھی۔ جو لیا گھننوں کے بل سوراخ کی طرف ریگنے لگی۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں ہے۔ سوراخ کی دوسری طرف الاؤ جل رہا تھا۔ تین آدمی زمین پر سوئے پڑے تھے۔ ایک الاؤ کے قریب بیٹھا سلکتی ہوئی لکڑی سے اپنا پاپ جلا رہا تھا۔ اس کے قریب ہی دو تین رائلیں ایک پھر سے گنگی کھڑی تھیں اور دو ہیں ایک بڑا سا کلہڑا بھی پڑا ہوا تھا۔

رائلیں سوراخ سے قریب ہی تھیں... جو لیا خود میں بہت پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ دراصل ایک بہت بڑا غار تھا جس کے دو حصے تھے اور وہ سوراخ ان دونوں کو ملاتا تھا۔ جو لیا کا آدھا حصہ سوراخ کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ آگ کے قریب بیٹھا ہوا آدمی اپنا پاپ سلکار زمین پر لیٹ گیا تھا۔ جو لیا نے ہاتھ بڑھا کر ایک رائلی اپنے قبضہ میں کر لی اور اس کی نالی جاتے

ہوئے آدمی کی طرف کرتی ہوئی آہستہ سے یوں۔ ”بس خاموش ہی رہنا!“

اس آدمی نے بڑے اطمینان سے اس کی طرف کروٹ لی... اور اس انداز میں اس کی طرف دیکھا رہا چیسے کوئی نہیں سی بچی کسی لکڑی کی بندوق سے اسے دھمکا رہی ہو۔ نہ اس کی آنکھوں میں خوف تھا نہ حرث۔ بس ایسا معلوم ہوا تھا چیسے کوئی فکر مند باپ اپنی نہیں سی بچی کی خوش نعلیوں سے محظوظ ہونے کے موڈ میں نہ ہو!

”زاں قتل خالی ہے... اسے رکھ دو...!“ اس نے تھوڑی دیر بعد آہستہ سے کہا... اور اپنی جگہ پر واپس جاؤ... یہ تینوں جو سورے ہیں بہت نمرے آدمی ہیں۔ میں نے انہیں بہت مشکل سے سلایا ہے!“

جو لیا نے رائلی رکھی... اس آدمی نے پھر کہا۔ ”میرے کہنے پر عمل کرو... ورنہ نتیج کی خود دمہ دار ہو گی!“

”تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہو...!“ جو لیا نے پوچھا۔

”اس بات کا جواب ہم نہیں دے سکتے۔ تم ابھی دوسری جگہ لے جائی جاؤ گی اور وہیں تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میرے کہنے پر عمل کرو۔ رائلی وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھائی ہے۔ اگر یہ لوگ جاگ پڑے تو تمہاری بقیہ زندگی جہنم بن جائے گی!“

جو لیا چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر رائلی وہیں رکھ کر غار کے تاریک حصے میں واپس چلی گئی۔ وہ اس آدمی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ وہ اس کا کوئی جانا پہچانا ساچہ رہا تھا۔ آواز نہیں بھی کوئی لیکی چیز موجود تھی جس کی بناء پر وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس سے قبل بھی کہیں اسے دیکھ چکی تھی۔ کہاں؟ ذہن پر زور دینے کے باوجود بھی یاد نہ آسکا۔ پھر سوچنے لگی۔ ممکن ہے واہہ ہو... کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ چونکہ وہ خلاف توقع مہربانی سے پیش آیا تھا اس لئے ذہن کے تاریک گوشے اس سے کچھ نہ کچھ تعلق پیدا کر لیتے کا جواز ڈھونڈ رہے ہوں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد تاریکی میں تاریخ کی روشنی نظر آئی۔ اس نے باسیں طرف والے سوراخ کی جانب دیکھا کوئی آدمی تاریخ کی روشنی اس پر ڈال رہا تھا۔

پھر دو آدمی اندر آئے... اور انہوں نے اسے بازوں سے پکڑ کر باہر نکلا اب اس غار میں پچھا آدمی تھے۔ انہوں نے جو لیا سے کوئی بات نہیں کی۔ سوئے ہوئے آدمی بھی اٹھ گئے تھے...

تھی۔ لیکن اتنی دیر میں اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہی تھا۔ وہ ایک کمرے میں لا لائی جس کی دیواریں بھورے رنگ کے پتھر سے بنائی گئیں تھیں اور وہاں بہت ہی بحدے قسم کا فرنچ موجود تھا۔ اسے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے وہ کسی دیہاتی زمیندار کے مکان میں ہو۔

وہ لوگ اسے کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل گئے... کرمہ گرم تھا۔ دیوار میں بنے ہوئے آتش داں میں پتھر کے کوئے دبک رہے تھے۔ لیکن کمرے کے درود دیوار سے اسے دھشت ہو رہی تھی۔ یہاں ایک ہی دروازہ تھا... نہ کھڑ کیاں تھیں اور نہ روشن داں شاکن پندرہ یا میں منٹ تک وہاں تھمارہ ہی۔ پھر یہ تہائی رفع ہو گئی۔ آنے والا پستہ قدم اور گھٹلیے جسم کا آدمی تھا۔ مگر اس کے سر کے زیادہ تر بال غائب نہ ہو گئے ہوتے تو اس کی عمر کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا۔ اب یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بال قبل از وقت غائب ہو گئے اور وہ پختیں سال سے زیادہ کا نہیں ہے۔

جو لیا نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے لئے کوئی اجنبی نہیں تھا۔ وہ صد بار علیٰ اور ادبی رسائل میں اس کی تعداد یہ دیکھی چکی تھی۔ یہ مشہور سامنہ داں ڈاکٹر اسپلائر تھا۔ ایک دلیٰ عیاسی۔ جس کی قبر سے خالی تابوت حاصل ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی تیز اور خوفناک تھیں۔ جو لیا ایک بار سے زیادہ اس سے آنکھ نہ ملا سکی۔

”تم بہت تحکم گئی ہو گی!“ ڈاکٹر اسپلائر نے کہا۔ اس کی آواز بڑی نرم تھی اور چہرے کی کر نگی کے مقابلے میں جو لیا کو بہت عجیب گئی۔

جو لیا نے جواب نہ دیا۔

”میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں!“ اسپلائر نے کہا۔ ”میں تمہیں اسی دن سے جانتا ہوں جب تم نے میرے دو آدمیوں کو دھوکا دے کر داش منزل میں پہنچا تھا!“

”تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں حقیقتاً کون ہوں۔“ جو لیا نے کہا۔

”مجھے یہ جاننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ تم کون ہو...؟“ ڈاکٹر اسپلائر نے کہا۔ ”لیکن یہ ضرور معلوم کروں گا کہ داش منزل میں تمہارے علاوہ اور کون تھا!“

”یہ تو میں بھی نہیں جانتی!“

”ضد بڑی چیز ہے!“ ڈاکٹر اسپلائر مکرایا۔

”میں یقین بھی نہیں دلانا چاہتی۔“ جو لیا نے لاپرواںی سے کہا۔

اور ان کا سامان ایک جگہ ڈھیر تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سفر کے لئے تیار ہوں۔ کسی نے جو لیا کی کمر پر رانقل کا کندہ رکھ کر اسے آگے کی طرف دھکلایا اور وہ ایک لفظ کہے بغیر اپنے آگے چلنے ہوئے آدمی کے پیچھے چل پڑی۔

غار سے نکلتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بر فیلم سمندر میں غوطے لگا رہی ہو۔ اس کے جم پر ایسے کپڑے نہیں تھے جو اسے جگل کی سردی سے بچا سکتے۔

کچھ دو رانچنے کے بعد رک جانے کا حکم ملا۔ اور تاریخ کی روشنی ایک بڑی سی اشیش و میگن پر پڑی۔ قبل اس کے اسے کچھ کہا جاتا جو لیا خود ہی اشیش و میگن میں بیٹھ گئی۔ چار آدمی اس کے ساتھ بیٹھے اور دو اگلی نشت پر چلے گئے۔ اندر پہنچنے ہی ان میں سے کسی آدمی نے جو لیا پر مکمل ذال دیا تھا۔

”اگر تم یہ لیانا چاہو تو وہ سیٹ کافی ہے۔!“ کسی نے کہا۔

”نہیں شکر نہیں...!“ جو لیا بولی۔ ”میں بالکل ٹھیک ہوں۔!“

اشیش و میگن کا انجمن گڑگڑایا اور وہ فرانٹ بھرنے لگی۔ جو لیا محسوس کر رہی تھی کہ وہ لوگ کافی مہذب اور شاستری ہیں۔ انہوں نے ابھی تک اسے کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔ جو لیا نے خود کو اچھی طرح مکمل میں پیٹ لیا تھا۔ لیکن ٹھنڈی ہوا باب بھی اس کے چہرے پر تھیڑے مار رہی تھی۔ اس کے باوجود بھی نہ تو وہ لیانا چاہتی تھی اور نہ پھر وہ حکما چاہتی تھی۔

گاڑی ناہموار راستے پر چل رہی تھی۔ جھٹکے اور دھچکے بھی کہہ رہے تھے۔ یہ سفر تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا۔ جو لیا کو وقت کا احساس نہیں تھا ورنہ اس میں اتنی ہمت تو تھی کہ وہ ان لوگوں سے وقت پوچھ سکتی۔

آخر وہ سفر ختم ہوا۔ جو لیا سے نیچے اترنے کو کہا گیا۔ اس نے بے چوں و چرا قیل کی۔ باہر نکلتے ہی پھر اسے شدید ترین سردی کا احساس ہوا۔ کیونکہ ہوا بہت تیز تھی اور آسمان میں بادلوں کی گڑگڑا ہست اور بجلی کی چک طوفان کا پیش خیسہ معلوم ہو رہی تھی۔

جو لیا کو یاد نہیں کہ وہ کس طرح اس عمارت میں بچنی۔ اسے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ عمارت تک پہنچنے میں کتنی ویرگی تھی۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا... اور زہن پر برف کی مل کی رکھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے بجلی کی چک میں اس عمارت کی ایک جھلک ضرور دیکھی

بولیا سوچ میں پڑ گئی۔ ذاکر اسٹپلر تینھے خود خال رکھنے کے باوجود بھی اسے رحم دل اور اپناہار معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے آدمیوں نے بھی اس کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی بھتی نہیں کی تھی۔ اسے زبردستی گھر سے اخراج کی تھی۔ اس کے بعد یہاں نکل لے آنے کے دروازے میں اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوتی تھی۔ وہ ایکس ٹوکے متعلق سوچنے لگی۔ کہیں وہ چمچ کوئی غیر ملکی جاسوس نہ ہو۔ اکثر ایسے واقعات تیش آئے تھے جب کسی سرکاری ادارے پر دہراتے ممالک کے جاسوسوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ وہ الجھن میں پڑ گئی۔ ذاکر اسٹپلر بڑا یہک نام آؤں تھا۔ اس نے ملک و قوم کی بہتری خدمات انعام دی تھیں۔

”تم کیا سوچ رہی ہو؟“ ذاکر اسٹپلر نے کہا۔ ”کیا تم تھوڑی سی برائٹی لینا پسند کرو گی؟!“

”نہیں شکر یہ... میں شراب نہیں پیتی۔!“

”تم نسل اسوبیل ہو...!“

”جی ہاں...!“

”لیکن تمہارے دوسرے ساتھی یہیں کے ہیں... کیا تم اس ملک کی وقاردار ہو؟“

”ہاں... میری ماں یہیں کی تھی۔ میں خود کو یہیں کی شہری تصور کرتی ہوں۔ مجھے اس روزمن سے پیار ہے۔!“

”تم کبواس کر رہی ہو؟“ دفتار ذاکر اسٹپلر کا مودہ بدلتا۔ اس کی آنکھیں شلنے بر سانے لگیں اور پیشانی پر سلو میں ابھر آئیں وہ پھر دہاز۔ ”تم کسی دشمن ملک کی جاسوس ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تمہارا سر غنہ کون ہے؟“

”جو لیا کانپ گئی۔“

”دفتار دہاز کی طرف سے آواز آئی۔“ ذاکر... پولیس...!“

”کیا کبواس ہے؟“ ذاکر غرا کر در دہاز کی طرف مڑا۔

”در دہازے میں جو لیا کو وہی آدمی نظر آیا جس سے غار میں اس کی گفتگو ہوتی تھی... اور جس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ را نقل رکھ دے ورنہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔“

”وہ اندر آگیا۔“

”پولیس! تم کیا بک رہے ہو...!“

”تم خواہ کتنی ہی ضد کیوں نہ کرو... میں تشدید نہیں کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد تم خود بخوار مجھے سب کچھ بتاؤ گی۔ اگر میرے دو آدمی پاگل ہو سکتے ہیں تو تم بھی اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا گھوٹکت سکتی ہو۔!“

”جو بات میں نہیں جانتی اسے کیسے بتا سکوں گی۔!“

”اچھا والٹن اور جعفری میں کیا گفتگو ہوتی تھی؟!“

”مجھے اس کا بھی علم نہیں ہے۔ اس کا علم بھی اسی آدمی کو ہو سکتا ہے جو اس رات داشت منزل میں تھا۔ جس نے آپ کے دو آدمیوں کو...!“

ڈاکٹر اسٹپلر خاموش ہو گیا۔ وہ چند لمحے آتش دان میں دہکتے ہوئے کوئوں کی طرف دیکھا۔ پھر بولا۔ ”میری قبر کس نے کھو دی تھی؟!“

”میں کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتی۔!“

”محض اس لئے کہ میرے کسی آدمی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی اور میں بھی رحمدی سے پیش آ رہوں۔!“

”اور میں یہ بھی جانتی ہوں ڈاکٹر کہ میری زندگی کا انحصار میری زبان ہی پر ہے۔ میں اس وقت تک زندہ رہوں گی جب تک اپنی زبان بند رکھوں۔!“

”نہیں یہ ضروری نہیں۔!“

”ڈاکٹر اسٹپلر میں کوئی شخصی سی بچی نہیں۔ آپ نے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ آپ مر پکے ہیں۔ میں آپ کو زندہ دیکھ رہی ہوں۔ کیا آپ کسی ایسے آدمی کو زندہ دیکھا پسند کریں گے جو اس راستے واقف ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ والٹن اس راستے واقف رہا ہو۔!“

”تم کافی ذہین عورت ہو۔ لیکن والٹن کی موت سے میرا کوئی تعلق نہیں میں خود یہ جانتا چاہتا ہوں کہ والٹن کو کن لوگوں نے قتل کیا ہے... اور میری مصنوعی موت بھی ملک کے مختاری کے لئے ہوتی تھی۔ تم کیا جانو کہ میں بملک و قوم کے مفاد کے لئے کیا کر رہا ہوں۔ اگر میں علی الاعلان اپنا کام جاری رکھتا تو ایک مغربی ملک کے جاسوس میرا کام تمام کر دیتے۔ لیکن تم لوگ کون ہو جو میرے کاموں میں روڑے الکار ہے ہو... میں صرف اس آدمی کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں جس نے میرے آدمیوں کے دماغ الٹ دیئے تھے۔!“

”ہاں ڈاکٹر... میرے اور آپ کے علاوہ اور سب گرفتار ہو گئے ہیں۔“
”کیا تم نشے میں ہو۔؟“

”آپ جانتے ہیں کہ مجھے نشے سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”کل رات بھی تم نے شراب پی کر کافی اودھم مچائی تھی... جاؤ یہاں سے۔!“

”ڈاکٹر... اس وقت میں نشے میں نہیں ہوں۔ اگر ہوتا بھی تو نشہ ہرن ہو جاتا۔ آپ فری دیکھ لجھے سارے ساتھی اسی کرے میں بندھے پڑے ہیں۔!“

اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

”تم جاتے ہو یا میں تمہیں ہوش میں لاوں۔!“ ڈاکٹر دانت میں کرائے کمہ دکھاتا ہوا بول۔

”آپ کی سرضی...!“ اس نے لاپرواںی کے انہیں میں اپنے شانوں کو جنتیں دی۔ ”میں نے خطرے سے آگاہ کر دیا۔!“

وہ چلا گیا اور ڈاکٹر پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ڈاکٹر اگر تم محبت وطن ہو تو یہاں پولیس کا کیا کام...؟“ جولیا نے طنزیہ لجھے میں کہا۔
”توہ... وہ بکواس کر رہا ہے۔ نشے میں ہے۔ میرے سارے ہی آدمی میری طرح سخیدہ نہیں۔!“

اچانک جولیا کی نظر پھر دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ وہی آدمی دوبارہ اندر آئیا تھا لیکن اس با اس نے ایک آدمی کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر اٹھا جس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ اس۔

اسے فرش پر ڈالنے ہوئے کہا۔ ”یہ دلکھے ڈاکٹر... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔!“

”کیا...؟ یہ کیا رہے...!“ ڈاکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”جی ہاں... اور دوسرے دہاں اس کمرے میں ہیں۔!“ اس نے کہا۔
ڈاکٹر بولکھائے ہوئے انداز میں ادھر جھپٹتا۔ اور وہ آدمی جولیا کو آنکھ مار کر مسکرانے لگئی۔

گھنی موچھوں سے ہونٹ تو ظاہر نہیں ہو سکے لیکن اس کی آنکھیں بھی مسکراتی ہوئی ملٹا ہو رہی تھیں۔ جولیا نے جھینپ کر دوسرا طرف منہ پھیر لیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس۔

ڈاکٹر اسٹپلر کی غراہست سنی اور غیر ارادی طور پر اس کا چجزہ اس کی طرف مڑ گیا۔

”تم کون ہو...؟“ ڈاکٹر اسٹپلر اس آدمی سے کہہ رہا تھا۔

”تم نہ رہ گئے نہیں ہو... ہرگز نہیں ہو... میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔!“

”تم کھا کچکے اسٹپلر... تم ختم ہو گئے۔!“ اس آدمی نے گھنی موچھوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی جولیا کے حلک سے ایک تحریر آمیز چیخ نکلی۔ اس کے سامنے ہی لفڑا عمران کھا تھا جس نے آج اسے ایک ریستوران میں مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی۔
”ڈاکٹر اسٹپلر خود کو میرے حوالے کر دو... بہتری اسی میں ہے۔ ورنہ شائد مجھے تمہاری لاش بیان سے لے جائی پڑے۔!“ عمران نے کہا۔

”تم کون ہو...؟“

”علی عمران... ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی (گورڈاس پور) اور ریاست ڈھمپ کا شہزادہ۔ اگر یہی میں لوگ مجھے ڈیوک آف ڈھمپ کہتے ہیں۔!“
دفعہ ڈاکٹر نے عمران پر چھلاگ لگائی اور عمران بڑی پھر تی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ڈاکٹر نہیں پر اونڈھا گرا لیکن پھر بڑی تیزی سے اٹھ کر عمران پر پلٹ پڑا۔
”ہائیں... ہائیں... ارے... ارے...!“ عمران پیچھے ہٹا ہوا بولا۔ ”ہاتھ پائی شریفوں کا شیوه نہیں ہے۔ ڈاکٹر تم بہت اونچے آدمی ہوں لفٹکے نہ ہو...!“

اس بار ڈاکٹر اسٹپلر کا گھونسہ دیوار پر پڑا۔ اس کی آنکھوں میں تارے ہی ناق گئے ہوں گے یوں کہہ اس نے اپنی پوری قوت سے حملہ کیا تھا۔ دیوار پر گھونسہ پڑتے ہی اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ بھی نکلی تھی۔

”مبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔!“ عمران نے ایک طرف ہٹ کر درویشا نہ انداز میں کہا اور جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔ اس نے ابھی تک عمران کی حرکتوں کے متعلق صرف ساتھ۔ قریب سے لیکن کافی نہیں ہوا تھا۔ اسے حیرت بھی تھی۔ جیسا ساتھا سے ویسا ہی پالیا۔ اور شائد وہ تھا گئی تھا۔ اگر اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہوتا تو وہ ساتوں آدمی بے ہوش کیوں ہوتے جن کے انہوں بھر جکڑے ہوئے تھے۔ شائد اس نے انہیں کسی تدبیر سے بے ہوش کر کے باندھ لیا تھا اور لبان کے سر غندہ کو اس طرح زچ کر رہا تھا جیسے کوئی بیلی کا بچہ اپنے پہلے شکار کو کھلا کر لاتا ہے۔

ڈاکٹر اسٹپلر ذرا ہی کی دیر میں دیوار سے لگ کر ہاتھنے لگا۔

”وہیں... جہاں سے کچھ دیر پہلے بولا تھا۔ دیکھو... سکس تھری ایٹ نائٹ پر فون کر کے کھوسار جنت ناشاد... تم اپنے تین آدمیوں کو لے کر لینڈ کشم ہاؤز کے پاس جاؤ... ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتا کہ یہ ایکس ٹوکا پیغام ہے اور پھر سار جنت ناشاد سے کہنا کہ کشم ہاؤز کے پاس سے گزرنے والی ہر اشیش و میگن کی ملاشی لیتا رہے۔ عمران قیدیوں کو لارہا ہے۔ اس کے ساتھ جو لیا ہی ہے۔ تم زبردستی ان پر قبضہ کر لیں۔ اگر عمران لڑنے پر آمادہ ہو تو اسے اچھی طرح مُھیک کر دینا۔ پھر ان قیدیوں کو دافش منزل پہنچا کر ایکس ٹوکے دوسرا سے حکم کا انتظار کرنا!“
”جو لیا کون ہے؟!“ روشنی نے پوچھا۔

”ایک بیکار اور بوز گھی عورت جو شاندارستہ ہی میں مر جائے۔ فون نمبر پھر سے سنوا اور لکھ لو۔ یکس تھری ایٹ نائٹ... سار جنت ناشاد... وہ تیوں آدمیوں سمیت... لینڈ کشم ہاؤز کے پاس موجود رہے۔ ہاں...!“
”عمران ڈس کنٹکٹ کر کے پھر باہر آگیا۔ جو لیا الگی سیٹ پر موجود تھی۔ اشیش و میگن چل پڑی۔
”اوہ یہاں یہ سب یونہی پزار ہے گا۔!“ جو لیا نے کہا۔

”جنم میں جائے۔ میں تو صرف کیپشن فیاض کو چوٹ دینا چاہتا تھا۔ پولیس خود ہی سمجھتی بو جھتی رہے گی۔!“
”نہیں آپ اشیش براہ راست پولیس کے سپرد نہیں کر سکتے۔ یہ سیکرٹ سروس والوں کا کیس ہے۔!“

”ہو گا...!“ عمران نے لاپرواٹی سے کہا۔ ”سیکرٹ سروس والوں کو بھی دیکھ لیا۔ سب نکھلے۔ اگر میں نہ ہوتا تو یہ لوگ تمہیں مکھن کی نکیہ کی طرح کھا جاتے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔
”دیے اگر چیو نگم سے شوق کرنے کو دل چاہے تو میری جیب سے نکال لو۔!“

جو لیا کچھ نہ بولی۔ حقیقتاً اگر عمران وہاں نہ ہوتا تو وہ معلوم وہ لوگ ان کا کیا حشر کرتے۔ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”کیا آپ بہت پہلے سے ان لوگوں میں رہتے ہیں۔!“
”نہیں... یہ آج ہی کی بات ہے۔ میں ریسٹوران سے نکل کر ایک جگہ چھپ گیا تھا... اور ہاں مجھے پہلے ہی سے علم تھا کہ کچھ لوگ تمہاری نگرانی کرتے ہیں۔ وہ دراصل اسٹپر ہی کے

عمران نے جیب سے جیو نگم کا پیکٹ نکالا اور اس کا کاغذ چھاڑتا ہوا بولا۔ ”یہ تھکن کا بھر جلاج ہے۔ اگر کہو تو ایک پیش کروں... اس سے سانس بھی قابو میں آجائی ہے۔!
جواب میں اسٹپر نے اسے ایک گندی سی گالی دی۔

”تو بہ... تو بہ...!“ عمران اپنا منہ پیٹتا ہوا بولا۔ ”یہ ایک عظیم سائنس دان بول رہا ہے۔“
”شہ اپ...!“ ڈاکٹر اسٹپر حلق کے بل چینا اور پھر عمران پر آپڑا... مگر عمران کہاں۔ اس نے تو سامنے والی دیوار پر نکر ماری تھی... اور عمران دور کھڑا سادھوں کی طرح ہاتھ اٹھا کرہ رہا تھا۔

”کفیو شس نے کہا تھا کہ غصے کی آگ کا ایندھن عقل بن جاتی ہے... اور آدمی کسی مل ہوئی عمارت کی طرح ویران ہو جاتا ہے۔ جو بے کار ہو جانے کے باوجود بھی زمین پر اپنا تلا جماں رکھتی ہے۔ اگر کفیو شس کی شادی ہو گئی تو وہ ایسی بات نہ کہہ سکتا۔!
”کیوں... ڈاکٹر... کیا خیال ہے۔!
”گرڈ ڈاکٹر کو ہوش کہاں تھا۔ آخری نکلنے اس کے سر میں شکاف ڈال دیا تھا۔ جس سے خل بہہ بہہ کر فرش پر پھیل رہا تھا... اور وہ خود اوندوں منہ پڑا تھا۔ جو لیا قریب ہی کھڑی اپنے ڈنڈ ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

◆◆◆◆◆

تھوڑی دیر بعد عمران آٹھ بے ہوش آدمیوں کو اشیش و میگن میں ٹھوں رہا تھا۔ جو لیا نے کے پاس خاموش کھڑی تھی۔
”تم یہاں الگی سیٹ پر میرا انتظار کرو۔“ عمران نے اس سے کہا۔ ”میں بہت جلد واپس آکتا گا۔ بھاگنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ زندگی بھر اس پہاڑی علاقے میں بھکٹی پھر دی۔ مجھے یقیناً کہ آتے وقت تم نے راستے پر دھیان نہ دیا ہو گا۔!
”میں انتظار کروں گی۔!“ جو لیا نے کپکاتی ہوئی آواز میں کہا۔

عمران پھر عمارت میں داخل ہوا جہاں اب لو بول رہے تھے۔ وہ ایک کرے میں آیا جائے۔ ایک ٹرائس میٹر سیٹ موجود تھا۔ عمران اس پر جھکتا ہوا بولا۔ ”روشنی... روشنی...!“ ریپلیک پریش سے آواز آئی۔ ”کون... عمران تم کہاں ہو۔!
”

”یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ...!“ بولی چھین۔

”ایکس ٹو کا حکم!“ سار جنت ناشاد اسٹریٹر مگ کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر پچھلے حصے سے کسی نے کہا۔ ”عمران رویا اور کارخ تمہاری ہی طرف ہے۔ اپنی جگہ سے خرکت نہ کرنا!“

عمران نیچے سے چیخ کر بولا۔ ”جولیا تم قیامت کے دن خدا کے سامنے گواہ رہنا کہ اسٹریٹر کو میں نے پکڑا تھا۔ اور کفیو شس پر تو مجھے اس وقت غصہ آ رہا ہے... جو دنیا کو نیکی کا سبق دیا کر رہا تھا۔ بس قصہ... حاتم طائی ٹھیک ہے... دریا کر نیکی میں ڈال... اونہ نیکی... کر...!“ اشیش ویگن فرانٹ بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔



دانش منزل کے ایک بڑے کمرے میں سیکرٹ سروس کے آٹھوں ارکان موبد بیٹھے ہوئے تھے اور ٹرانس میز سے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز منتشر ہو رہی تھی۔ وہ ہمیشہ بھرائی ہوئی آواز میں بولتا تھا۔ اسی لئے اس کے ماتخous کا خیال تھا کہ وہ اپنی اصل آواز کو چھپانے کے لئے حل کے بل بولتا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ”ڈاکٹر اسٹریٹر... وہ راکٹ چاکر لایا تھا۔ اس نے انگلینڈ میں اس سامنہ دان کو زبردیا تھا جس نے وہ راکٹ بجا لیا تھا۔ خیال اس کا تھا اور ڈاکٹر اسٹریٹر نے اس کی تیاری میں مدد دی تھی۔ وہ راکٹ کچھ اس قسم کا تھا کہ فضائیں ہر قسم کی اڑان کر سکتا ہے۔ اس کے پچھلے حصے سے سرخ رنگ کی چمکدار گیس بھی خارج ہوتی ہے۔ راکٹ دراصل اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ چاند تک پہنچنے کا تجربہ کیا جائے۔ لیکن ڈاکٹر اسٹریٹر کی ذہانت نے شیطنت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ اسے یہاں اڑا لایا... اور اسے دوسرا مقصود کے لئے استعمال کرنے لگا۔ وہ راکٹ کو فضائیں اس طرح چکر دیتا کہ سرخ رنگ کا دھواں تحریر کی شکل اختیار کرتا جاتا۔ لوگ بد حواس ہو جاتے۔ پھر وہ آپادیوں پر دھوئیں کے غبارے پھینک کر سچ نیچ قیامت کا منظر پیش کر دیتا اور اس کے گرے گے اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو لوٹتے پھرتے تھے۔ چونکہ وہ گیس ماسک پہننے ہوئے ہوتے تھے اس لئے بے دھڑک دھوئیں میں گستے چلے جاتے تھے۔ انہوں نے صرف دوسرے ہی لمحے میں رویا اور کی تال عمران کے سینے سے آگئی۔ دروازہ کھلا اور عمران کو زبردستی سمجھنے لایا۔

ڈاکٹر اسٹریٹر جانتا تھا کہ یہ بات چھپی نہ رہے گی۔ لہذا اس نے یہاں آگر اپنی سوت کا ڈھونگ

آدمی تھے۔ تم ریستوران سے باہر نکلیں... اور میں نے تمہارا تعاقب شروع کر دیا۔ میں کہاں جاں؟ تم پر اپنی گفتگو کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ تم اپنے فلیٹ میں گئیں اور میں باہر تمہارا انتظار کرتا رہا۔ میں جانتا تھا کہ تم پھر باہر آؤ گی اس کے بعد میں دیکھتا کہ میری گفتگو تھیں کہاں کہاں سے جاتی۔ لیکن تمہاری بجائے تمہارے فلیٹ سے دو آدمی نکلے جو ایک بہت بڑا صندوق اٹھائے ہوئے سڑک کی طرف آ رہے تھے۔ صندوق حد سے زیادہ وزنی معلوم ہوتا تھا۔ میں کہجے گیا کہ اس صندوق میں تم ہی ہو سکتی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں انہی آدمیوں میں سے تھے جو تمہاری نگرانی کیا کرتے تھے۔ پھر میں ان کا تعاقب کرتا ہوا اس غار تک پہنچا جہاں تم پہلے لے جائی گئی تھیں۔ وہاں دو آدمی اور تھے جس میں سے ان چاروں میں سے ایک کو منتخب کر لیا جس کا میک اپ مجھ پر چل سکتا تھا۔ اس کا نام شاید نارنگ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اب بھی وہیں جھلائیوں میں بندھا پڑا ہو۔ کفیو شس نے کہا تھا کہ اپنے جسم کو کاہل نہ ہونے دو... بیڑا اپار ہو جائے گا۔ ہاں آج میں نے بہت محنت کی ہے۔ ان ساتوں کو شراب میں بیہو شی کی دوادی بی پڑی تھی!“

”کیا اس کے ساتھ بس اتنے ہی آدمی تھے!“

”نہیں شاید ڈیڑھ درجن شہر میں بھی ہیں!“

”سرخ تحریر کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں!“

”وہ سو فیصد سرخ ہوتی ہے۔ خدا کی پناہ... وہ سب کچھ قیامت ہے۔ ایک دن ساری زمین پھیل جائے گی... اور کیا!“

جو لیا اوکھے رہی تھی۔ اب وہ مطمئن ہو چکی تھی اس لئے اسے جلد ہی نیند آگئی۔ وہ پشت گا سے نک کر سو گئی۔ پھر اچانک دھوپا لگنے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اشیش ویگن رک گئی تھی۔ دفتار اس نے سار جنت ناشاد کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

”عمران صاحب... چپ چاپ اتر آئیے گا۔ ورنہ میں آپ کی کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا!“

”ضرور کر دو بیدارے... میں اسے دماغ کی کھڑکی کہا کروں گا۔ ہوا اندر جاتی رہے گی اور دماغ کو کبھی گرم ہونے کا موقع نہ طے گا!“

دوسرے ہی لمحے میں رویا اور کی تال عمران کے سینے سے آگئی۔ دروازہ کھلا اور عمران کو

”ہائیں... ہائیں...!“ عمران یوکھا کر پیچھے ہٹا۔ ”باتا ہوں... ہاں میں...“ ملکہ خارجہ کی سرود کا چیف آفسر ہوں۔ اپنے ماتحتوں کے سامنے نہیں آتا چاہتا ورنہ وہ کجھ مجھے پکیوں میں اڑاویں گے۔ غیری صورت ہی ایسی ہے۔ کسی پر میرا رب نہیں پڑ سکتا۔ لوگ راہ پلخ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ اگر اپنے چہرے پر رعب پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور زیادہ محظکہ خیز ہو جاتا ہے۔ میلی فون یا زانس میسر پر ایکس ٹو کی آواز سن کر وہ لوگ نبی طرح کاپنے لگتے ہیں۔ لیکن عمران کی جو درگت انہوں نے پچھلی رات بنائی تھی اب تک یاد ہے۔ اسکی بے دردی سے اسٹشن ڈیکن سے کھینچ کر زمین پر پھیک دیا تھا کہ عمران کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کی بُدیاں اور پسلیاں برابر ہو گئیں ہوتیں!“

”یو ہولیا کون ہے!“

”مرگئی بے چاری!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
”اس کا کیا قصہ ہے؟“ روشنی نے پوچھا۔

”وہ بے چاری کم از کم پچانوے سال کی ضرور ہو گی۔ ذاکر اسٹپلر کی نافی تھی اور اس کجھ نے اسے بھی قید کر کھا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی فرضی موت کے راستے واقف تھی۔ ذاکر اسٹپلر نے سوچا کہیں کسی پر یہ راز ظاہر نہ کر دے۔ لہذا اس نے اسے اپنی قید میں رکھ چھوڑا تھا!“
”جو لیا... نام تو بِرآخوب صورت ہے!“

”اور کیا...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میسر اد عویٰ ہے کہ جوانی میں وہ خود بھی بڑی خوبصورت رہی ہو گی۔ ہاں... لوچیو گلم کھاؤ...!“

عمران اسے گفتگو سے دیکھتا ہوا اپناسر کھجانے لگا۔ روشنی دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ ثانک اب بھی جولیا ہی کے متعلق سوچ رہی تھی۔

(تمام شد)

رجا یا اس کے گروہ والوں نے ایک تابوت دفن کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں پتھر ہی بھرے گئے ہوں گے۔

والثن دراصل اسکا لینڈ یارڈ کا ایک انپکٹر تھا اور اسی راکٹ کے چکر میں یہاں آیا تھا۔ چونکہ وہ راکٹ تجرباتی ہی دور میں تھا اس لئے انگلینڈ کی حکومت چاہتی تھی کہ اس کی شہرت بھی نہ ہونے پائے ورنہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حریف ملک پہلے ہی فائدہ اٹھائے۔ اس لئے والثن بہت ہی پوشیدہ طور پر یہاں آیا تھا۔ اور وہ مجھ سے مل کر اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ مگر اسٹپلر کے آدمیوں نے اسے پہلے ہی ختم کر دیا۔ وہ راکٹ اب میرے قبضے میں ہے۔ جو ملکہ خارجہ کے توسط سے انگلینڈ واپس بیکھج دیا جائے گا۔ اگر میں اس سلسلے میں عمران کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی مگر شاید شکریہ اس تک نہ پہنچ سکے۔ وہ تم آٹھوں سے واقف ہے لیکن اسے میرے وجود کا علم نہیں ہے اور میں یہی چاہوں گا کہ کبھی نہ ہو! اسی میں میرے مجھے کی بہتری ہے۔ اچھا اب تم لوگ یہاں سے پلے جاؤ۔ پولیس آرہی ہے۔ وہ مجرموں کو لے جائے گی۔ پولیس والوں کو تمہارے وجود کا علم نہ ہونا چاہئے۔



ٹرانس میسر بند کر کے عمران نبی طرح کھانے لگا۔ اتنی دیر تک اس طرح بولتے رہنے کا وجہ سے طلق میں خراش پڑ گئی تھی۔

روشنی اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی اسے جیرت سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اس کا داہماں کان پکڑ کر زور سے اٹھا دیا۔

”اُر... اُر...!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا کہا۔

”یہ مجھے آج معلوم ہوا ہے۔!“ روشنی نے کان چھوڑ کر کہا۔ ”تم مجھ سے اتنے دنوں تک چھپائے کیوں رہے۔!“

”تم بھی کس کی باتوں میں آئی ہو۔!“ عمران ہنس کر بولا۔ ”یہ عمران بول رہا ہے۔... عمران جس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں۔!“

”پچھلی رات بھی تم نے ایکس ٹو کا پیغام دینے کے لئے کہا تھا۔ مجھے بتاؤ ورنہ...!“ روڈ گھونسہ اٹھا کر بولی۔

پیشہس

دھوئیں کی تحریر کے بعد ”لڑکیوں کا جزیرہ“ پڑھیے! اس میں بھی آپ عمران کو پہلے کی طرح کافی چاق و چوبند پائیں گے!.... آپ میں سے ہر ایک کی پسندِ الگ الگ ہے.... لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ناول ہر ایک کو پسند آئے گا۔

ہر ماہ مجھے آپ کے سینکڑوں خط لٹتے ہیں! اور میں نے ان سے یہ اندازہ کیا ہے کہ اگر سب کی پسند کا خیال رکھنے کی کوشش کی جائے تو کم از کم پانچ ہزار صفحات کا ناول ضرور لکھنا پڑے گا! آپ میں سے کچھ صرف ایڈوچر پسند کرتے ہیں! کچھ واقعی ناول چاہتے ہیں! کچھ صرف سراغ رہی اور منطقی موٹھگایاں پسند کرتے ہیں.... لیکن ایسے حضرات کی تعداد بہت زیادہ ہے جو ”دھول دھپے“ کی زیادتی پر زور دیتے ہیں! لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں صرف صفحات نہیں بھرتا!

آپ نے ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جنہوں نے غیر قانونی طور پر میرے چند ناول چھاپ لئے ہیں۔ ان میں سے ایک آدم ناول ایسے بھی ہیں جن کے نام بدل کر دھوکے سے آپ کی جیہیں خالی کرائی گئی ہیں۔ مجھے اس الیہ پر افسوس ہے!

لڑکیوں کا جزیرہ

(مکمل ناول)

گر آپ مطمئن رہیں۔ خالد میر وزیر آبادی کے خلاف میرے مشیر قانونی جناب نجم الدین قریشی ایم اے ایل ایل بی (ایڈوکیٹ) سخت ترین قانونی کارروائی کر رہے ہیں۔ خالد میر نے دو ہر اجرم کیا ہے.... ایک تو میری اجازت حاصل کئے بغیر میرے ناول چھاپ لئے.... دوسرے ایک ناول کا نام بدل کر پلک کو دھوکا دیا یعنی آپ جو ناول پہلے خرید کر پڑھ چکے تھے اسے آپ نے میرا کوئی نیا ناول سمجھ کر دوبارہ خرید لیا۔۔۔ اس طرح پلک کو دھوکا دینا بہت بڑا جرم ہے۔ اور یقین رکھئے کہ خالد میر وزیر آبادی کو اس کے لئے ہجگتنا پڑے گا۔

ابن صطفیٰ

۱۵ ارجولائی ۱۹۵۶ء

سمندر کا پھوڑا..... آج بقہ نور بنا ہوا تھا!..... لیکن اب وہ سمندر کا پھوڑا نہیں کہلاتا تھا۔ اس کے مختلف نام تھے! نوجوانوں میں وہ لڑکوں کے جزیرے کے نام سے مشہور تھا! ویسے سرکاری کانفرنس پر وہ سمندر کا پھوڑا ہی لکھا جاتا ہے۔ انگریزوں نے اسے یہی نام دیا تھا! وہ بندر گاہ سے چار میل کے فاصلے پر واقع تھا! ۱۸۷۷ء سے پہلے اس کا نام سمندر کا پھوڑا بھی نہیں تھا! اس وقت شاید اس کا کوئی نام ہی نہیں تھا!..... ہو سکتا ہے کہ ویران جزیرے کے نام سے اسے یاد کیا جاتا رہا ہو۔ ۱۸۷۷ء میں انگریزوں نے اس پر بھری فون کی ایک چھوٹی سی چوکی قائم کی اور وہ جزیرہ آہستہ آباد ہو گیا! پھر ٹھیک دس سال بعد ۱۸۸۸ء میں ایک رات وہ یک بیک تھے لشکن ہو گیا۔ بہت تھوڑے آدمی اپنی جانیں بچانے کے لئے اس میں ان کے ارادے کو دخل نہیں تھا! سینکڑوں لاشیں بڑی بڑی لمباؤں نے ساتھ شہری ساحل سے آلگیں تھیں! ان لاشوں میں کچھ بیووش آدمی بھی تھے جن کی جانیں بروقت طی امداد کی بنا پر بیچ گئی تھیں! اس جزیرے کا ذہنا انسیوں صدی کی سب سے بڑی ثریجہ دی تھی! اس کا ماتم عرصے تک ہوتا رہا! پھر آہستہ آہستہ لوگ بھول ہی گئے کہ وہاں کبھی کوئی جزیرہ بھی تھا!.....

۱۹۰۵ء میں جزیرہ پھر سمندر کی سطح پر ابھر آیا!..... لیکن چونکہ اس سے بڑی تباہی وابستہ تھیں اس کی طرف دھیان تک نہ دیا گی! اور وہ اسی طرح ویران پڑا رہا! اور سرکاری طور پر ”سمندر کے پھوڑے“ کے نام سے یاد کیا جاتا رہا!.....

وک پندرہ سال بعد اس کی ہیئت ہی بدل گئی۔ پہلے وہ ریت کا ایک بہت بڑا توہ معلوم ہوتا تھا، مگر اب اس پر ہریاں نظر آنے لگی تھی..... خاصی زرخیز میں معلوم ہوتی تھی! لیکن وہ ویران

کے جسم پر وہی لباس تھا جو مغوبی لڑکی کے جسم پر بیان کیا جاتا تھا! لڑکی کے باپ نے لاش شاخت کر لی! لیکن ماں نے نہیں تسلیم کیا کہ یہ اس کی لڑکی ہی کی لاش ہے۔ اس نے محلہ سراغر سانی کے پرنسپلٹ کو اپنی لڑکی رابعہ کی ایک خاص پیچان بتائی جو اس کے باپ کو بھی معلوم نہیں تھی!..... پھر کیپٹن فیاض بھی مطمئن ہو گیا کہ یہ مغوبی لڑکی کی لاش نہیں ہے اب کیپٹن فیاض نے اس کے باپ کو پکڑا جو اسے مغوبی ہی کی لاش سمجھنے پر مصر تھا!..... بڑی ردو قدح کے بعد باپ روپڑا اور اس نے بتایا کہ اسے بھی یقین نہیں ہے کہ یہ اس کی لڑکی ہی کی لاش ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ بات وہیں ختم ہو جائے! بدناہی کے اس دھبے کو موت ہی مٹا دالے!

پھر وہ لاش کس کی تھی اور اسے مغوبی لڑکی ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی گئی تھی؟ یہ ایک الجھا ہوا سوال تھا جس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا! کیپٹن فیاض مغوبی کے باپ سے کچھ معلوم نہ کر سکا۔

عمران اس کیس میں دلچسپی لے رہا تھا اور حقیقتیاً الجھا ہی اس کی دلچسپی کا باعث ہو سکتا تھا درز اگر کوئی سیدھا سادا قتل کا کیس ہوتا توہ شاید اس کی طرف توجہ بھی نہ دیتا!۔۔۔ کیونکہ اس کیس کی تفیش کا اس کے فرائض سے کوئی تعلق نہیں تھا!....

وہ یہاں اس لئے آیا تھا کہ کم از کم مغوبی کے باپ ہی پر ایک نظر ڈالے!.... یہاں اس سے گفتگو کرنے کا موقع بھی مل سکتا تھا! کیونکہ وہ بھی نماش کے منتظمین میں سے تھا۔ مگر یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ وہ نہ مل سکا! عمران کو اتنا ہی معلوم ہوا کہ وہ کچھ دیر قتل وہاں موجود تو تھا! لیکن کسی ضرورت کے تحت شہر واپس چلا گیا۔

عمران منتظمین کے آفس سے نکل کر ایک جگگاتی ہوئی روشن پر آگیا! یہاں جگہ جگہ خوشنا پردوں کی قطاروں کے درمیان روشنیں بنائی گئی تھیں! عمران نے اس طرح پلکیں جھپکا کر اپنے دیسے نچائے جیسے وہ کچھ الو ہوا اور اسے کوئی روشنی کے اس طوفان میں زبردستی چھوڑ گیا ہو! حالانکہ یہاں اس وقت اس قسم کی ایکنگ کی ضرورت نہیں تھی! مگر عمران عادتاً کچھ احمق ہوتا جا رہا تھا!

عورتوں اور مردوں کے غول کے غول اس کے قریب سے گذر رہے تھے!.... اور عمران

نہیں رہا!.... اکثر ماہی گیر وہاں شب بسری کر لیا کرتے تھے!....

پھر آہستہ آہستہ وہ ایک تفریج گاہ میں تبدیل ہوتا گیا لوگ وہاں پک کے لئے جانے لگے پھر ایک بار دوسرا جگہ عظیم کے درمیان میں وہاں ریڑ کر اس چیرٹی فنڈ کے سلسلے میں پکو تقریبات منعقد کی گئیں!.... اسی دن سے سمندر کا پھوٹا ایک بہترین تفریج گاہ قرار دے دیا گیا شہر کی سالانہ توی نماش کے لئے اسے منتخب کر لیا گیا! لہذا آج بھی وہ جزیرہ روشنیوں کا جنگل معلوم ہو رہا تھا!.... شہر سے یہاں تک بے شمار لاٹھیز اور باد بانی کشتیاں جل رہی تھیں۔ پہلے پہل تو نماش کے منتظمین کے درمیان کچھ اختلاف رائے ہو گیا تھا!.... کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ یہاں اس دیرانے میں تجارتی نقطہ نظر سے نقصان ہی ہو گا۔ مگر ان کا یہ خیال غلط تکلا! کیونکہ پہلے ہی دن وہاں اتنا اڑھام ہو گیا کہ منتظمین کے ہاتھ پر پھول گے!....

صدمہ سال کے ویران جزیرے پر ریگ و نور کا طوفان سا آگیا تھا! شاید ہی کوئی ایسا درخت باقی رہا ہو جس پر رنگین برقی تقبیہ نظر نہ آتے ہوں! ماں سکر و فون فشاں میں موسمی متشترک رہا تھا اور زمین پر حسن کی مورتی متحرک نظر آرہی تھیں! اور یہ اس وقت کچھ لڑکیوں کا جزیرہ معلوم ہو رہا تھا۔ تماشا یوں کا انہاں کا اتنا بڑھا ہوا تھا جیسے انہیں یہ رات نہیں گزارنی ہو! کوئی بھی جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

آج نماش کا پہلا ہی دن تھا!۔۔۔ مگر عمران وہاں تفریج کی غرض سے نہیں گیا تھا۔ ان دونوں اس کے پاس ایک کیس تھا! حالانکہ کیس کی نوعیت ایسی نہیں تھی جس کا تعلق ایکس نوبا اسکے ملکے سے ہوتا۔ مگر عمران اس میں دلچسپی لے رہا تھا! یہ ایک گنم اڑکی کے قتل کا کیس تھا۔ جس کی لاش شہر کی ایک بڑک پر پائی گئی تھی!.... لڑکی گنم اسی ثابت ہوئی تھی کیونکہ اس کا لاش کی شاخت نہیں ہو سکی تھی! مگر کیس پر اسرار تھا۔

پر اسرار یوں کہ جس شام کو شہر کے ایک بڑے آدمی کے نیجر کی لڑکی کے اغوا کی روپرٹ درج کرائی گئی اس رات کو لاش بھی ملی! مغوبی لڑکی کے حلیہ شاخت میں اس کا ایک زخمی بھی شامل تھا جس پر پیچھے چڑھی ہوئی تھی!....

لاش کے دامنے پیور بھی وسیع ہی پیچی پائی گئی!.... سینے میں نیجر کا زخم تھا!.... پھر کہ شاخت مشکل تھی! کیونکہ وہ کسی بڑک یا کار کے پہیوں کے نیچے آکر بری طرح کچلا گیا! لیکن اس

بچہ ہو گئی تھیں!.... وہ کیفے روئیک میں آئے!.... نمائش میں شاید یہی سب سے تریادہ
ٹانڈار کیفے تھا!.... درستہ وہ لڑکیاں اسی کا نام کیوں لیتیں!

صرف تین یا چار میزیں خالی تھیں!.... لڑکیوں نے ایک منتخب کرلی!.... جیسے ہی وہ بیٹھے
ایک ویٹر سر پر مسلط ہو گیا!....

”کیا لاوں!....“ ویٹر نے جھک کر نہایت ادب سے پوچھا!

لڑکیاں عمران کی طرف دیکھنے لگیں اور عمران بوکھلائے ہوئے بجھے میں بولا!“ تھ۔۔۔
تن... گلاس بھندہ اتائی!....!

”جی صاحب!....!

”مختنداپنی!....!

”اوہ... نو... نو!“ ایک لڑکی بہتی ہوئی دوہری ہو گئی! ”گرلاڑ چکن تین پلیٹ... تین
اسیک اور کافی!.... جاؤ!....!

اب عمران کے چہرے کی حماقت الگیز سنجیدگی میں بوکھلاہت بھی شامل ہو گئی تھی!

”کیوں ڈیتیز!.... تم پریشان کیوں ہو!“ ایک لڑکی نے عمران کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بڑی
بجت سے کہا! اور عمران اس طرح اپنا ہاتھ کھینچ کر شرمگیا جیسے کسی کوواری لڑکی سے اس کے
ہونے والے شوہر کا نام پوچھ لیا گیا ہو!

”تم مجھے بڑے ابھی لگتے ہو!“ دوسری نے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ
سے کہا!

”میں گھر... جاؤں گا!....“ عمران پچھے بہنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ اور اس کی کرسی
الٹ گئی!.... وہ بھی کرسی ہی پر تھا! پھر وہ کیوں نہ اللہ! بھتیرے لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے!
کچھ بہنے لگے! دونوں لڑکیاں سنائے میں آگئیں! جب عمران پڑا ہی رہا تو وہ بھی انھ کر اس کی
طرف جھپٹن اور ان آنکھیں بند کئے گھری گھری سائیں لے رہا تھا!

”اور بھائی!.... انور بھائی!“ ایک لڑکی نے عمران کو جھنجوڑ کر ہاک لگائی مگر عمران کے
پاؤں میں بھی حرکت نہ ہوئی!

”کیا ہوا!....!“ کسی نے پوچھا!

کے چہرے پر بر سے والی حماقت کچھ اور زیادہ بڑھ گئی تھی! اسے دوسری طرف جانے کے لئے
تقریباً تین منٹ تک کھڑا رہنا پڑا!.... کیونکہ ابھی تک اس روش سے گذرنے والوں کے
در میان اتنا فاصلہ نہیں دکھائی دیا تھا جس سے گذر کر وہ دوسری روشن تک پہنچ سکتا۔

اچانک دو لڑکیاں اس کی طرف مزیں اور دفتر والی روشن پر آگئیں!.... عمران سمجھا تھا کہ وہ
اس کے قریب سے گذر کر شاید آفس میں جائیں گی! ایکین وہ دونوں اس کے سامنے رک گئیں!

”کیوں! یہی حضرت تھے نا!“ ایک نے دوسری سے کہا۔

”شاید یہی تھا!“ دوسری بولی!

”نہیں! سو فیصد یہی تھے!“

”ہمیں!“ عمران آنکھیں چھاڑ کر بولا! ”میں ٹھانہ نہیں بلکہ ہوں!“

”تم نے پچھلے سال مجھے گالی دی تھی!“ پہلی لڑکی بولی!

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے! وہ میرے بڑے بھائی صاحب رہے ہوں گے! میری ہی جسی
صورت شکل والے میں!.... خیر اب آپ کیا چاہتی ہیں! بات تو سال بھر پلے کی ہے!“

”کہیں اطمینان سے بیٹھ کر باقی ہوں گی!“ جواب ملا! ”کیفے روئیک میا!.... کیوں؟“
اس نے دوسری لڑکی کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر بولی ”ٹھیک ہے!“

”ٹھیک ہے تو چلے!“ عمران لاپرواں سے بولا۔

”نہیں! انہوں نے گالی نہیں دی ہو گی!“ دوسری لڑکی نے پہلی سے کہا۔

”یہ تو بڑے ابھی آدمی معلوم ہوتے ہیں!“

”جی ہاں! مجھے گالی آتی ہی نہیں!.... صرف ایک جانتا ہوں! وہ کیا ہے! ازان مادہ... ہمارا زادہ
ار ریہ بھول گیا!.... کیا کہتے میں اسے... لا حلول ولا... نہیں یاد آئے! گاز مادہ...“

عمران کے چہرے پر حماقت آمیز سنجیدگی تھی! الجھن کے آثار تھے الی ایسے ہی جیسے یا
داشت پر زور دیتے وقت پیدا ہو جاتے ہیں!.... لڑکیوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف
دیکھا! اور پھر میساختہ مکرا پڑیں، آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوں اور پہلی بولی۔

”تو چلے نا ہیں گفتگو ہو گی!“

عمران چل پڑا۔ اس کی چال بھی بڑی بے ڈھنگی نظر آ رہی تھی!... لہن اب لڑکیاں بھی

”نہیں تم زندہ رہو گے! ذار لگ!....“ دوسری اس کا بازو تھب تھپ کر بولی! ”ہائیں!.... ذار لگ!.... میں کیاں رہا ہوں!.... ذار لگ!....“ عمران لفظ ذار لگ اس طرح فڑے لے کر دہراتا رہا جیسے یہ لفظ زندگی میں پہلی بار اس کے لئے استعمال کیا گیا ہو.... پھر وہ ایک طویل سافس لے کر گلوگیر آواز میں بولا! ”تم لوگ بڑی اچھی ہو! مجھے آج ہم کسی نے بھی ذار لگ نہیں کہا!.... پچھن میں نیمرے ماں باپ بالکل مر گئے تھے!.... بالکل یا بس مر گئے تھے!.... پھر آج تک کسی نے بھی مجھے سے پیدا محبت سے باتیں نہیں کیں!“ لڑکوں نے ایک دوسری کی طرف معنی خیز نظر دی سے دیکھا اور پھر وہ لڑکی بولی جس نے پرس اڑایا تھا۔

”یہ تمہیں گھر پہنچا دے گی! مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے!“

”نہیں تم بھی چلو! چلو ورنہ میں یہیں کسی پتھر سے اپنا سر ٹکراؤں گا!“

عمران نے کچھ اس طرح غل غپاڑہ مچانے کے سے انداز ظاہر کئے کہ دونوں لڑکیاں بوکھلا گئیں! ”اچھا! اچھا!.... چپ رہو! ہم چلتے ہیں! تمہارے پاس کار ہے!“ پرس اڑانے والی نے پوچھا! ”ایک نہیں تین ہیں!“

”تم صحن ہمیں کار سے شاداب مگر بھجوادو گے!“

”بالکل بالکل! دونوں کو الگ الگ کاروں سے.... پروانہ کرو!“ عمران سر ہلا کر بولا! پھر دونوں لڑکیاں عمران کو چھیڑنے لگیں! اور عمران شرماتا اور لجا تا ہوا نمائش کے احاطے سے باہر کھلا!.... اب وہ ساحل کی طرف جا رہے تھے، جو ایک فرلاگ سے زیادہ قاطل پر نہیں تھا! یہاں بہت زیادہ بھیڑ تھی! خصوصاً اس حصے میں جہاں لاٹھ رکتے تھے انہیں بدقت تمام ایک لاٹھ میں جگہ مل سکی!

ساحل سے کافی دور نکل جانے کے بعد عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنی جیبیں منٹ لئے لگا! پرس اڑانے والی اس سے کچھ دور کھٹک گئی! پھر اس نے اسے ہٹنے دیکھا!

”کیا بات ہے۔“ پرس اڑانے والی نے گھبرائے ہوئے لجھے میں پوچھا۔ وہ اس طرح ہٹنے دیکھ کر کچھ خوفزدہ سی ہو گئی تھی!

”جب صاف ہو گئی!“ عمران نے قہقہہ لگا کر کہا!

”بیہوش ہو گئے ہیں!“ دوسری لڑکی نے گھبرائے ہوئے لجھے میں کہا پہلی لڑکی عمران کے کوٹ کے بیٹن کھولنے لگی اور عمران نے محسوس کیا کہ اس کا پس اندر بونی جیب سے اوپر کی طرف کھک کر رہا ہے لیکن وہ دم بارے پڑا! ہی رہا پس اسی لڑکی نے اس کی جیب سے کھسکایا تھا جس نے روشن پر اسے چھیڑا تھا!.... عمران نے اسے بھی محسوس کر لیا! کیونکہ وہی اس کے کپڑوں کو چھیڑ رہی تھی گраб بھی اسی طرح پڑنے رہنا! انشنڈی سے بید خدا عمران کو ہوش آگیا! وہ دو تین بار ہونے ہوئے کرہا پھر انھے بیٹھا! اس کے گرد کافی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی! لوگ بیہوشی کی وجہ پوچھنے لگے اور عمران کسی گھبرائے ہوئے پیچے کی طرح ہاتھ اٹھا کر بولا! ”باہر!“

لڑکوں نے اس کے دونوں بازو پکڑتے ہوئے کہا ”چلے چلے!“ عمران لا کھڑا تا ہوا باہر آیا.... اس کے پیچھے شور ہوا تھا! لوگ ہنس رہے تھے۔ قہقہے لگا رہے تھے!.... کبھی کبھی کوئی فقرہ بھی کس دیتا!.... بہر حال لوگوں کا خیال تھا کہ وہ پہنچے ہے!

”آپ کو کیا ہو گیا تھا!“ ایک لڑکی نے پوچھا!

”پتہ نہیں! امیں نہیں جانتا! مجھے گھر پہنچا دیجئے!“ عمران گھسکھیا!

”کیوں! اب گھر بھی پہنچا دیں! واہ یہ ایک ہی رہی!“

”خدا کے لئے.... ورنہ میں لاٹھ سے سمندر میں گر کر.... ارے باپ رے!“ ایسا معلوم ہوا جیسے عمران سچ مچ سمندر میں گر کر ڈوب رہا ہو! وہ دونوں بے تھاشہ ہنئے لگیں! ان میں ایک جس نے پرس اڑایا تھا کھک جانے کا موقع ڈھونڈ رہی تھی! ”یہ دورہ جب بھی پڑتا ہے ایک ایک گھنے کے بعد پڑتا ہی چلا جاتا ہے!.... خدا کے لئے مجھے گھر پہنچا دیجئے! جو معادضہ چاہے لے لیجئے! بزرار دو ہزار... پانچ...!“

”ہائیں، ہائیں! کیوں الوباتے ہو!“

”میں کوئی مفلس آدمی نہیں ہوں! ایک بہت بڑی عمارت میں تھا رہتا ہوں! لاکھوں کا مالک ہوں!“

”دوسرے گھروالے...!“

”سب! اللہ کو پیدا رے...! ہو گئے! ایک دن میں بھی مر جاؤں گا!“

”کیا!“ دوسری لڑکی تھیر ان لمحے میں بولی ”اوہ آپ اس طرح نہ رہے ہیں!“

”ارے کیوں نہ نہسوں! گرہ کٹ بھی تو سر پیٹ پیٹ کر رویا ہو گا!“

”کیوں؟“ پرس اڑانے والی نے پوچھا۔

”میرے پرس میں صرف ساڑھے چار آنے تھے!... ہاہا... ہاہا مر غامنا دیا سالے کو!“

”ساڑھے چار آنے؟“

”ہاں! میں جب کبھی بھیڑ بھاڑ میں جاتا ہوں تو پرس میں اتنے ہی پیسے ہوتے ہیں ہر نڈوں کے لئے بھیش اپنے کوٹوں میں چور جیبیں بناتا ہوں!....“

عمران نے اپنے پرس کے بارے میں جو کچھ بھی کہا تھا بالکل حق کہا تھا! اس کے پرس میں ساڑھے چار آنے ہی تھے وہ زیادہ رقمیں عموماً چور جیبیں میں رکھا کرتا تھا!

”تواب لا چخ کا کرایہ ہم سے اوکار واؤ گے!“ ایک لڑکی نے کہا۔

”فکر نہ کرو پائی پائی ادا کروں گا! اس کے علاوہ اور بھی جو خدمت.... جی ہاں!“

شہر کے ساحل پر پہنچ کر عمران نے ایک نیکسی لی اور ڈرائیور کو داش منزل کا پتہ بتایا۔ داش منزل جو سینکڑ سروں کے پراسرار چیف آفسر کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

لڑکیاں کپاٹن کے پھانک میں داخل ہوتے ہی بڑا میں!“ واقعی آپ حق کہتے تھے! اگر میہاں اندر ہی رہا ہے!“

”اب میں روشنی کروں گا!“

”نوكر کہاں ہیں....!“

”میں پڑھے لکھے نوکر چاہتا ہوں! مگر سب جاہل طبقے ہیں۔ اس لئے نوکر رکھتا ہی نہیں ہوں!... کھانا ہوٹل سے آتا ہے.... اور مردوں گا ہسپتال میں۔ کیوں کیا خیال ہے!“

”شادی نہیں کی کی؟....!“

”کم از کم ایسی بیوی چاہتا ہوں جو فرش اور جرمن... بخوبی بول سکتی ہو! لا طینی اور عبرانی لکھ سکتی ہو!“

”کیوں؟“

”ہاا... یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔“ عمران نے قفل میں کنجی گھماتے ہوئے کہا ”میا

”تمہیں سب کچھ ہتاوں گا۔ شاید تمہاری نظروں میں کوئی ایسی لڑکی ہو!“

وزواہ کھول کر اس نے راہداری میں روشنی کر دی۔ یقچے پوری راہداری میں قالین بچھے ہوئے تھے.... تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں عمارت کا ایک ایک رکہ دیکھتی پھر رہی تھیں۔

”آپ بہت بڑے آدمی ہیں!“ پرس اڑانے والی نے ایک جگہ رک کر کہا!

”ہاں مگر لوگ مجھے خاطری کہتے ہیں! اور میں ہوں بھی کچھ کریک!“ عمران نے جواب دیا وہ انہیں نشست کے کمرے میں لایا۔... پھر جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئیں تو عمران نے اس لڑکی کو مخاطب کیا جس نے پرس اڑایا تھا۔

”اب میرا پرس واپس کرو!“ لڑکی کے چہرے پر ہوانیاں اڑنے لگیں۔

”ضروری نہیں کہ خوبصورت عورتیں دل کی بھی اچھی ہوتی ہوں! جی ہاں میرا پرس واپس کیجئے! بہتری اسی میں ہے۔“

دوسری لڑکی چھپت کر کھڑی ہو گئی۔ عمران کو چند لمحے گھورتی رہی پھر یوں۔

”آپ ہمارا کچھ نہیں کر سکتے۔ سمجھے اگر ہم نے شور چاہیا تو....“

”کوشش کرو! تم دیکھ رہی ہو کہ کمرے کے دروازے مغلل ہیں۔ ہاں وہ مغلل ہیں!... اس کمرے کی دیواریں ساٹوٹ پروف ہیں! الہذا تیز سے تیز آواز میہیں گونخ کر رہ جائے گی.... شباباں کرونا کوشش!....“

”آپ کیا چاہتے ہیں!“ پرس اڑانے والی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا!

”اپنا پرس!“ عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا!

لڑکی نے اپنے دینی بیک سے اس کا پرس نکال کر اس کی گود میں چینک دیا! عمران نے بڑی لاپرواںی سے اس میں سے ساڑھے چار آنے نکالے اور اسے لڑکی کے سامنے پھیلتا ہوا بولا ”آنہیں رکھو!“

”میں جاؤں گی!“ وہ اٹھتی ہوئی بول!

”ابھی سے ایں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں شاداب نگر میں کہاں دیکھا تھا!“

”میں جاؤں گی!“ وہ نہیں انداز میں چیخ کر ایک دروازے کی طرف جبھی اور اسے کھول لینے

”شیلا! لڑکی چینی! یہ کوئی سرکاری جاوسہ ہے!“

”اچھا تو پھر!... کیا تم اسی لئے اسے گفتگو کرنے سے روک رہی ہو!“

اس کا کوئی جواب نہیں ملا! شیلا بھی بد حواس نظر آنے لگی تھی!

عمران نے کہا ”تم اتنی کمی نہیں ہو کہ تم نے اپنی ساتھی کا نام تک بتا دیا! اگر نام نہ بتاتیں تو شاید میں تمہیں چپ چاپ یہاں سے چلا جانے دیتا۔... شیلا۔... یہ نام تو پولیس کی لست پر بھی موجود ہے۔“

عمران اس جملے کا رد عمل شیلا کے چہرے پر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا! لیکن کوئی خاطر خواہ ہڑھنے پا کر پھر بولا۔ ”اگر تمہارا نام شیلا ہے تو میں ابھی پولیس کے حوالے کر سکتا ہوں!“

”کر دیجئے!“ شیلا نے مضھل آواز میں کہا ”میں اس زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں!“

پھر رونے والی کی طرف دیکھ کر بولی ”ناہید! میں اب سب کچھ کہہ دوں گی۔... ویسے بھی ان حالات میں مجھے خود کشی کرنی پڑتی! کبھی نہ کبھی ضریر ضرور جاگ پڑتا!“

”نہیں! تم اپنا نہیں کر سکتیں!“ ناہید یک بیک اچھل کر کھڑی ہو گئی! اب اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔ وہ چند لمحے شیلا کو گھوڑتی رہی پھر بولی ”میں اپنی اندر ہی اور بوڑھی ماں کے لئے زندہ رہنا چاہتی ہوں!“

میں اپنے چھوٹے بھائیوں کے لئے جینا چاہتی ہوں! تم اپنی زبان بند رکھو گی شیلا! خدار ارم کرو! اتنی ظالم نہ بنو...“

”نہیں میں مجبور ہوں!“ شیلا نے ناخوٹگوار لمحہ میں کہا۔

”ہاں ہاں! ٹھیک ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا ”ضمیر بہر حال ضمیر ہے۔... وہ ماں باپ بھائی میں کسی کی بھی پروا نہیں کرتا!... ناہید بیٹھ جاؤ!“

”شیلار حرم کرو! اگر کسی نے ہمیں یہاں آتے دیکھ لیا ہو گا تو....!“

”تو کیا ہو گا....“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا ”کیا تمہیں اپنی بد ناتی کا ذرا ہے!“

”مجھے سے سنئے!“ شیلا نے اسے مخاطب کیا! ”گر آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ برکاتی سراغرساں ہیں!“

”میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے!... میں کہتا ہوں کہ میں سرکاری سراغرساں

کے لئے اپنا پورا زور صرف کرنے لگی۔ لیکن وہ ایک ساؤنڈ پروف کمرے کے آٹو یونک دروازے تھے!... جن کے اندر سیسہ بھرا ہوا تھا!... اب وہ ایک مخصوص خود کار قفل کو استعمال کے بغیر نہیں کھل سکتے تھے!

دوسری لڑکی چپ چاپ بیٹھی رہی، ویسے اس کے چہرے پر بھی گھبراہٹ کے آثار تھے! بیکار ہے! محترمہ واپس آئے.... آپ آخر کس بات سے ڈر رہی ہیں!“ عمران نے کہا ”میں آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کروں گا!“

وہ اس طرح واپس آئی جیسے خواب میں چل رہی ہو!

”بیٹھ جائیے! کیا آپ اشاداب گلر کے موزوں اسکول کی ایک اسٹانی نہیں ہیں!“

لڑکی ذہرا م سے کری میں گر گئی۔ اس کے چہرے پر پیسے کی نہیں نہیں بوندیں تھیں!

”آپ کون ہیں!“ دوسری لڑکی نے بھراہی ہوئی آواز میں پوچھا!

”میں پاگل ہوں! لیکن مجھے اپنی یادداشت پر بڑا عتماد ہے میں نے یہ بات غلط تو نہیں کہا!“

کیا یہ محترمہ نیچر نہیں ہیں! اور کیا موزوں گر اسکول شاداب گلر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے!“

دوسری لڑکی نے بھی اس کا کوئی جواب نہیں دیا! ان دونوں کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی!

پھر پر ازاںے والی نے پھوٹ پھوٹ کر روتا شروع کر دیا۔

”تمہارا اپیشہ بڑا معزز ہے! تم اپنی طالبات کو بھی اسی قسم کی تعلیم دیتی ہو گی! کیوں؟... کیا

تم اور زیادہ محنت کر کے اپنے اخراجات ایمانداری سے نہیں پورے کر سکتیں!“

لڑکی روٹی رہی!... عمران نے دوسری لڑکی سے کہا ”اب تم بتاؤ! تم کون ہو! تم بھی مجھے

کسی شریف ہی گھرانے کی فرد معلوم ہوتی ہو! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!“

”آپ کون ہیں!“ لڑکی نے پھر سہی سی آواز میں سوال کیا!

”میں کوئی بھی ہوں! تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے! اور میں ابھی تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکال دوں گا!“ بری عورتوں کا حسن مجھے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں کر سکتا!

”شیلا چپ رہو!“... رونے والی نے کہا....

”کیوں چپ رہیں شیلا!“ عمران نے کسی جھلائی ہوئی عورت کی طرح کہا ”نہیں شیلا نہ بولو! آخر تم مجھے کیا سمجھتی ہو!“

”اب تم فلسفیوں کی سی باتیں کرنے لگیں.... کوئی بہت بڑی حقیقت چھپا رہی ہو! تم مجھے احقیقی سمجھ کر یہاں آئی تھیں تا!.... لیکن اب بتاؤ کیا میں احقیقی ہوں....“

”نبیں ڈارلنگ!“ شیلا اٹھلائی!“ تم تو شر لاک ہومز کے بھی نانا ہو! اسے جانے دو! میں یہیں خبر ہوں گی اس کی اندر ہی ماں رو رو کر مر جائے گی!“

”تم یہاں رہو گی!“

”ہاں! میں نکھروں گی! مجھے بہت سی کہانیاں یاد ہیں! اگر تمہیں ان سے بھی نیندہ آئی تو لورمال سناؤں گی!“

”اچھا تو تم جاسکتے ہو!“ عمران نے تاہید کی طرف دیکھ کر کہا! ”لیکن جب کبھی میری مدد کی ضرورت محسوس ہوا! انس منزل کے پس پر ایک خط ڈال دینا!“
عمران نے اٹھ کر دروازہ کھولا! تاہید اٹھی لیکن شیلا بدستور بیٹھی رہی! دونوں جیسے ہی باہر لٹک دروازہ خود بخوبی بند ہو گیا!

پھر جب وہ برآمدے سے بیچے اتر رہی تھی! عمران نے ہمدردانہ لبجے میں پوچھا ”کیا تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے؟“

”نہیں!“ ناہید نے رکے بغیر جواب دیا اور تیز قدموں سے پھانک کی طرف جانے والی روشن طے کرنے لگی!.... عمران اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ وہ پھانک سے نکل نہیں گئی!
پھر وہ اسی کمرے میں واپس آیا۔ شیلا ایک آرام کر سی پر نیم دراز تھی!
”تین سوروے!“ وہ خواب آکو و آواز میں گنگنا تائی!

”تین ہزار بھی میرے لئے کم ہیں!“ عمران نے بھی راگ بنانے کی کوشش کی!

اگاہ کر دو! تم سچ بہت چالاک معلوم ہوتے ہو! میں تمہیں بالکل گاؤ دی سمجھی تھی!

ماہیجے کے عاطل ہیں لہاڑا! مل سر فاری سر اگر ساں ہوں! ورنہ یہں وہاں کو دوواں میں طاہر کر کے تمہیں بپاں کیوں لاتا!

”کیا تم ہمارے متعلق پہلے سے بھی کچھ جانتے رہے ہو؟“
” ہو سکتا ہے!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا!

ہوں! مگر اب... میں تم دونوں کاراز معلوم کروں گا! تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں!

”تیر تو یہ سر تنانے سے کوئی فائدہ نہیں!“

شالا“ وَكَلَّا“

”نہیں میں کچھ نہ بتاؤں گی تمہیں غلط فہمی ہوتی تھی یہ سرکاری جاؤس نہیں ہے!“
 ”خدا کے لئے ہمیں جانے دیجئے!“ تاہید نے زودینے والی آواز میں کہا۔ ویسے پرس نکالئے
 کے جرم میں جو سزا ادول حادتے دے سکتے!... رحم کیجئے!

"تمثيلها" نگر کر اک گر لای سکوا کی شیخ ہوئا! "عمان نے بوجھا!

”جے و مچے کا عتیق“

بی ہاں! بھے اس کا حرف ہے:

”وہاں تمیں ممکن جگہ میں ہے.....!
”ایک سو بیس روپے....اس میں برا وقات نہیں ہوتی!...پانچ چھوٹے بھائی ہیں! ایک
اندھی ماں ہے! آج کل ٹیون ش بھی نہیں ملتے پھر بتائیے کیا کروں!“
”تک تاگ کے تھے۔ کے گھر خاتون“

”لیام لوون لے ساٹھ ان لے ہڑبی پی جائی ہو!

لڑکی نے اس کا جواب جلدی میں دیا!.... وہ چند سوچے خاموس رہی پھر سر جھکا کر مردہ کر

”میں بولی ”جی ہاں“ ”میں سمجھا!“ عمران سر بلانے لگا! ”مگر اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے

یہ کسی سرکاری سراغر سماں سے ڈرتا پڑے!.... اس شہر کی بہتیری عورتیں اس قسم کا

”بچ جا بار!... مم... مگر میں ذرتی ہوں!.... اگر اسکول کے سیکرٹری کو اس کی اطلاع میں کھلم کھلا کرتی ہیں؟“

”تم تو اس طرح سینکڑوں کمالیتی ہو گی! لہذا تمہیں ایک سو بیس روپے کی ملازمت کی ہے۔“

نایبی میر قطری بی بات ہے۔
ناہید پھر کچھ سوچنے لگی.... شیلا کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار تھے اور اب وہ زیادہ خوفزدہ تھا۔

اُس معلوم ہو رہی ہی!.... ناہید نے ھوڑی دیر بعد لہا!“ چل جب
اکھا نے گا!.... اسی لئے میں ملاز مت برقرار رکھتا جا ہتی ہوں!“

غائب ہو گیا! آج تک غائب ہے۔ اس دن سے اس کی شکل نہیں دکھائی دی!.... بہر حال اس کے غائب ہونے کے دو ماہ بعد مجھے بذریعہ ڈاک چند تصویریں وصول ہوئیں! یہ میری اور اس آدمی کی ایسی تصویریں تھیں جو میری زندگی برپا کر سکتی تھیں۔ پہلے صرف تصویریں وصول ہوئیں! پھر ایک خط ملا جو کسی گمان آدمی کی طرف سے تاپ کیا گیا تھا! جس میں کہا گیا تھا کہ صرف ایک ہی تصویر مجھے ملازمت سے برطرف کرادینے کے لئے کافی ہوگی۔ میں بری طرح سہم گئی۔ میری ملازمت سے گھروالوں کو بڑا سہارا ہو گیا تھا! اور زندگی تھوڑی بہت خوشی میں بسر ہو رہی تھی! تیرے دن ایک خط پھر ملا! اور مجھے یقین ہو گیا کہ خط لکھنے والا کوئی ملک میں ہے اس خط میں لکھا گیا کہ میں اس کے لئے ہر ہفتہ پچاس روپے مہیا کروں! روپیہ مہیا کرنے کی تدبیر بھی پتاں گئی تھی! یعنی میں مردوں کو اپنے جاں میں پھنسا کر روپے پیدا کروں!.... وہ ایک بڑا بھیانک تجربہ تھا! مجھے پیچاں روپے مہیا کرنے پڑے۔ یہ میں نے قرض لئے تھے۔ کچھ دنوں تک قرض سے کام چلاتی رہی پھر قرض خواہوں کے قاتے جان کو آئے اور پھر مجھے سچھا اپنے جسم کی تجارت کرنی پڑی!.... اب تو میں بہت مشاق ہو گئی ہوں! اب مجھے ہر ہفتہ پانچ سور روپے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اسکوں کی ملازمت عرصہ ہواترک کرچکی ہوں۔ گھروالوں سے اب کوئی تعلق نہیں رہ گیا کیونکہ وہ ایک طوائف سے کسی قسم کا تعلق رکھ رہی نہیں سکتے!

”تو پھر اب تمہیں کس بات کا ذرہ ہے؟“ عمران نے کہا۔ ”اگر اب وہ یہی ملک میں تھیں بے نقاب کر دے تب بھی تمہیں کوئی تقصیٰ نہیں پہنچ سکتا!“

”ٹھیک ہے! اب مجھے نہ اس کا خوف ہے کہ ملازمت سے برطرف کر دی جاؤں گی! اور نہ اس کا ذرہ کہ گھروالوں کو علم ہو جائے گا۔ پھر بھی میں ہر ہفتہ پانچ سو ادا کرنے پر مجبور ہوں!“

”آخر کیوں؟“

”ٹھہر! بتاتی ہوں!“ وہ اپنے بلاوز کے بٹن کھولنے لگی! پھر عمران کی طرف پشت کر کے بلاوز اور اپر اخٹاں ہوئی بول!“ یہ دیکھو۔

اس کی ساری پشت داغدار تھی! لمبے لمبے نیلے اور سیاہ رنگ کے نشانات سے بھرپور... اس نے بلاوز ٹھیک کر کے عمران کی طرف مرتے ہوئے کہا!“ یہ کوڑے کے نشانات ہیں! جب دوسرے ہفتے بھی رقم نہیں پہنچتی تو مجھے اس وقت تک پینا جاتا ہے! جب تک میں یہوش نہیں ہو جاتی!“

”لیما جانتے ہو!“

”بہت کچھ جانتا ہوں! لیکن اگر تم خود ہی مجھے بتاؤ تو زیادہ اچھا ہو گا ویسے تم نے یہ تو دیکھی لیا کہ میں کتنا حرم دل آدمی ہوں۔ میں نے تاہید کو چلی جانے دیا.... درست....“

”ہاں یہ میں نے دیکھا ہے اب بھی محسوس کر رہی ہوں کہ تم کوئی بڑے آدمی نہیں ہو! مگر میں اطمینان کرنا چاہتی ہوں کہ تم سر کاری سر اغرساں ہی ہو!“

”میں کہتا ہوں! اگر نہ ہوتا تو اس سے تمہیں کیا نقصان پہنچتا!“

”نقصان.... یہ نہ پوچھو!.... میں جو کچھ بتاؤں گی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر بتاؤں گی! وہ لوگ بڑے چالاک ہیں انہیں ایک پل کی خبر ہوتی ہے کہ کون لڑکی کیا کر رہی ہے!....

ایک نہیں، ایسی ہی کئی لڑکیاں موت کا شکار ہوتی ہیں اور اب میں بھی مرنا چاہتی ہوں! اس زندگی سے اکتا گئی ہوں! مجھے ہر وقت محسوس ہوتا ہے جیسے گردن تک غلاظت میں غرق ہو گئی ہوں!“

”میں تمہیں اس غلاظت سے نکال سکتا ہوں۔ یقین کرو! وہ کتنے ہی چالاک آدمی کیوں نہ ہوں مجھ پر قابو نہ پاسکیں گے!“

”آں۔ ہاں!“ شیلانے ایک طویل انگڑائی لی! مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ میری زندگی کی آخری رات ہو!“

وہ عمران کی طرف نشیل آنکھوں سے دیکھ رہی تھی! اور اس کے ہونٹوں پر ایک مضھل کی مسکراہٹ تھی.... عمران کچھ نہ بولا! اسے اب اس کا انتقال تھا کہ وہ خود ہی اصل موضوع پر آجائے۔

”کبھی میں بھی ایک اچھی لڑکی تھی!“ شیلانے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”مگر اب نہیں ہوں! انہوں نے مجھے غلاظت کا ڈھیر بننے پر مجبور کر دیا! میں ایک گرلز اسکول میں ٹھیک تھی،

تعلق غریب گھرانے سے تھا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد ملازمت کی فکر ہوتی! اسی دوران میں میری جان پہنچان ایک ایسے گھرانے سے ہوئی جو بہت بار سونخ تھا! اس نے مجھے ایک ماہ کے اندر ہی اندر ایک گرلز اسکول میں ملازمت دلادی! میں اس کی شکر گزار تھی! وہ مجھے سے ہاتھوں

رہا!.... اس کے احسان کا بار میرے کانہوں پر تھا! ایک دن اسی مردوں میں اس کے ہاتھوں بر باد ہو گئی.... پھر تو گناہ کی آندھیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور میں ایک خشک

شکن کی طرح ان میں چکراتی رہی! اس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا! لیکن ایک دن وہ اپنے

”تو تم انہیں جانتی ہو!“ عمران نے مقتدر بانہ انداز میں کہا!
”نہیں میں ایک کو بھی نہیں جانتی!“
”یہ کیسے ممکن ہے!“

”میں بتاتی ہوں!.... اس دوران میں جہاں کہیں بھی ہوتی ہوں مجھے زبردستی اٹھایا جائے ہے! کہاں؟.... یہ مجھے آج تک نہیں معلوم ہوا سکا! کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ میں اپنے کرے میں سوئی ہوتی ہوں! آنکھ کھلی تو کوڑے پڑتے ہوئے محسوس کئے۔ ایسے موقع پر میری آنکھیں چڑھتے کے تھے سے جگڑی ہوتی ہوتی ہیں! میں انہوں کی طرح مار کھاتی ہوں پھر غشی طاری ہو جاتی ہے!.... اور جب ہوش آتا ہے تو خود کو اپنے پلک پر پڑایا ہوں، اپنے ہی کرے میں! لیکن مجھے یقین ہے کہ میں نے کبھی اپنے کرے میں مار نہیں کھاتی ورنہ وہ لوگ پکڑتے جاتے! کیونکہ پڑتے وقت میں جانوروں کی طرح آسمان سر پر اخالتی ہوں۔ پھر بتاؤ ایسی صورت میں کیا میرے پڑھیں کو خیر نہ ہوتی! میرا کرہ اس کرے کی طرح ساؤنڈ پروف نہیں ہے۔“

عمران تھوڑی دیر تک اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا! ”تم وہ روپے کے اور کس طرح ادا کرتی ہو!“

”پوسٹ بکس نمبر دو سوتیرہ کے پتہ پر منی آرڈر کر دیتی ہوں!“

”کیوں مذاق کرتی ہویا!“ عمران نہیں کر بولا“ یہ تو بہت آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ پوسٹ بکس نمبر کس کا ہے!“

”مگر اتنی بہت کون کرے! وہ تین لاکھوں نے اس کی کوشش کی لیکن انہیں ملک الموت کا منہ دیکھنا پڑا۔ وہ کسی نہ کسی طرح مار ڈالی گئیں اور اس کی اطلاع شاید سارے شکاروں کو دی گئی تھی۔ ایک خط مجھے بھی ملا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ پوسٹ بکس نمبر کے متعلق چھان بین کرنے کا نتیجہ ہے کچھ لاکیاں پولیس سے گھٹ جوڑ کر رہی تھیں۔ انہیں بھی ختم کر دیا گیا! اس کی اطلاع بھی مجھے اس بلیک ملے سے ملی تھی! ظاہر ہے کہ وہ دوسری لاکھوں کو بھی اس سلسلے میں باخبری رکھتا ہوگا۔ دیکھنے تھہریے میں بتاتی ہوں! اچندر روز قبل بھی شہر میں ایک لڑکی کی لاش ملی تھی شاید آپ کو اس کا علم ہو۔ اس کا چھر کسی کار یا ٹرک کے پیسے کے نیچے آکر کچلا گیا تھا اور سینے پر خجرا کا نشان تھا! وہ ہمیشہ مقتولوں کے چھرے کو ناقابلی شناخت بتادیتے ہیں!“

”اوہوا!“ عمران سیدھا ہو کر بیٹھ گیا! پھر اس نے پوچھا! ”کیا اس قتل کی اطلاع بھی تمہیں ملی تھی!“
”ہاں ملی تھی!“

”اور تم ان حالات کے باوجود بھی مجھے یہ سب بتاہی ہو!“

”ہاں! میں اب مرتا چاہتی ہوں! مسٹر! کتنی بار کہوں! میرا چھکارا بس اسی طرح ہو سکتا ہے کہ میں مر جاؤں! آج کی دنیا شریف آدمیوں کے لئے نہیں ہے! ہر آدمی سے اس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی کینہ پن ضرور سرزد ہوتا ہے خواہ دکتنا ہی دامن بچائے!“

”ضروری نہیں ہے کہ تم بھی مرتی جاؤ! میں تمہاری حفاظت کروں گا!“

”بس کے وہ لوگ دشمن ہوں اسے کوئی نہیں چاہتا! کیا ان لاکھوں کو پولیس کا سہارا نہ ملا ہو گا! پھر وہ کس طرح قتل کر دی گئیں! مجھے یقین ہے کہ اس وقت یہ عمارت بھی ان لوگوں نے گھری ہو گی!“

”یہ عمارت نہیں یہ ناممکن ہے!“ عمران نے مسکرا کر کہا! ”یہ عمارت میرے قبضہ میں ہے۔“

”گر تم بھاں تھا ہو!....“ انہیں معلوم کیسے ہو گا کہ تم کمیاں ہو! کیا وہ ہر لڑکی کے پیچھے لگ رہتے ہیں!“

”تھاید!.... وہ ضرور انہیں اطلاع دے گی! اسے یقین ہو گیا ہے کہ میں تمہیں ضرور کچھ نہ کچھ بتاؤں گی!....“

”وہ کیوں اطلاع دینے لگی۔ وہ خود بھی تو اس پیشے سے بیزار معلوم ہوتی ہے!“ عمران نے کہا۔

”ہو گی بیزار!....! لیکن شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کر اگر اس کی دی ہوئی اطلاع ان لوگوں کے لئے صحیح ثابت ہوئی تو چار ہفتوں کی رقم معاف کر دی جائے گی.... یعنی تاہید کو دو ہزار روپے نہ دینے پڑیں گے۔ چار ہفتوں تک خدا وہ اپنے لئے کمائے یا صرف آرام کر تے!“

”تب تم نے بہت بڑی غلطی کی!.... اسے کیوں جانے دیا!“ عمران نے تیز لمحے میں کہا!

”میں کتنی بار کہوں کہ میں بچھ مرتا چاہتی ہوں!“

اچاک اس کرے میں سرخ اور نیلی رددشی کے جھماکے ہونے لگے!....“ نیلے اور سرخ :

بلب جلدی جلدی جل اور بجھ رہے تھے.... عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

(۲)

جو لیانا نافرزاڑ نے سرہانے رکھا ہوا یہ پ بجھادیا!.... اور لیئے ہی لیئے ایک طویل انگڑائی لی! پھر اس نے سونے کے لئے کروٹ لی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی! اس نے لیئے ہی لیئے اندر ہیرے میں ہاتھ بڑھا کر فون کاریسیور اخالیا۔

دوسرے ہی لمحہ میں اسے اپنے پر اسرار آفیسر ایکس ٹو کی بھراں ہوئی آواز سنائی دی
”جو لیا... ہیلو... جولیا...“

”لیں بر!

”دانش منزل کے کپاؤنڈ میں کچھ مشتبہ آدمی موجود ہیں۔ اپنے تین آدمیوں کو فون کرو کر وہ وہاں فوراً بچھ جائیں۔ بات بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے! انہیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ“ لوگ کون ہیں! میرا خیال ہے کہ وہ لوگ عمارت کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں!“

”بہت بہتر جناب!... ابھی!...“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا!.... جو لیانا نافرزاڑ نے سیکرٹ سروس کے ساتوں ارکان کے نمبر یکے بعد دیگرے ڈائیل کرنے شروع کر دیئے ۔۔۔! تیرے آدمی کو ایکس ٹو کا پیغام دے کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور ایکس ٹو کے خواب دیکھنے لگی! اسے اس پر اسرار خصیت سے عشق سا ہوتا جا رہا تھا!.... وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ اس سے ملنا چاہتی تھی! اسے خوش تھی کہ ایکس ٹو جیسا ذہن ترین آدمی اس کی ذہانت کا مداح ہے۔۔۔ اس کی قدر کرتا ہے! اسے اپنے ماتحتوں میں سب سے اوپر جا رجہ دیتا ہے!

وہ اس کے محیر العقول کارناموں کے متعلق سوچتی رہی! وہ کیسا دلیر!.... کیسا پھر تیلا اور ہم داں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہر وقت اس کی روح شہر پر مندلاتی رہتی ہو!.... ملکہ خارجہ کی سیکرٹ بہر دس کا عملہ مخفی اسی کی وجہ سے نیک نام تھا!....

جو لیانا نافرزاڑ اس کی نئی نئی ذہنی تصویریں بناتی ۔۔۔ وہ ایسا ہو گا!.... وہ ایسا ہو گا!.... لیکن آواز سے کوئی بوڑھا خراخت معلوم ہوتا تھا!.... مگر آواز!.... وہ اپنے دل کو سمجھاتی ۔۔۔ آواز تو یقیناً بناوٹی ہو گی!.... درنے کوئی بوڑھا آدمی اتنا پھر تیلا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جو لیانا نے پھر ایک انگڑائی لی اور لیٹ گئی اسے اپنے سارے جسم میں میٹھا میٹھا سا درد محسوس ہو رہا تھا!... اس نے ہونے کی کوشش کی! مگر نیند کہاں!.... دفتارہ اٹھ بیٹھی!.... یہ بات تو اس نے ابھی تک سوچی ہی نہیں تھی کہ آخر اس وقت دانش منزل میں کیا ہو رہا ہے!... وہ لوگ کون ہیں جن کی طرف ایکس ٹونے اشارہ کیا تھا! اس نے کہا تھا کہ انہیں چھیڑان جائے.... بات بڑھانے کی کوشش نہ کی جائے.... صرف یہ دیکھا جائے کہ وہ کون آدمی ہیں! کیا ایکس ٹو اس وقت دانش منزل ہی میں موجود ہے! جو لیانا جانتی تھی کہ اس عمارت میں ایک کرہ ایسا بھی ہے جس کے دردیوار ساؤنڈ پروف ہیں! اور اسی کمرے میں خطرے کی روشنیاں اور گھنٹیاں بھی موجود ہیں!.... وہ کرہ ایسا ہے کہ باہر سے اس میں داخل ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے! جو لیانا کمپیٹن خاور، کمپیٹن جعفری اور تنور کو وہاں بھیجا تھا! وہ ان کی طرف سے مطمئن نہیں تھی۔ ان کی دلیری میں شبہ نہیں تھا مگر وہ زیادہ چالاک نہیں تھے! اکثر دلیری کے جوش میں ان سے حماقتیں بھی سرزد ہو جاتی تھیں! اسے حقیقت وہ تین آدمی نہیں مل سکتے تھے جنہیں وہ بھینا چاہتی تھی!.... یہ ساجد، پرویز اور سلطان تھے! سارجنٹ ناشاد کو تو وہ قطعی ناپسند کرتی تھی... پتہ نہیں ایکس ٹو نے اسے اپنے اسٹاف میں کیوں رکھا تھا!... جو لیانا اس کی شاعری سے بخک آگئی تھی! جب بھی وہ کوئی نئی غزل کہتا! انگریزی میں اس کا ترجمہ اسے ضرور سناتا اگر رو برو نہ سنا سکتا تو فون پر بور کرتا!... اسے عورت شعر اور شراب کے علاوہ دنیا کی کسی چو تھی چیز کی پروا نہیں تھی! اولیے وہ ڈرپوک بھی نہیں تھا!... ایک اچھا نشانہ باز بھی تھا! مگر جو لیانا کا خیال تھا کہ وہ دو کوڑی کا آدمی ہے!

جو لیانا نے گھڑی کی طرف دیکھا! ایک نج کچا تھا! اس نے بڑی تیزی سے جیکٹ اور پتلون پہنی! اعشاریہ دوپاخ کا پتوں جیب میں ڈالا اور لفیٹ سے نکل کر دانش منزل کی طرف رو روانہ ہو گئی! انکلی زیادہ نہیں تھی۔ سڑکیں قریب قریب سنان ہو چکی تھیں۔ اس لئے وہ بے خطر اپنی چھوٹی سی آسٹن دوڑائے لئے جا رہی تھی۔

دانش منزل سے کچھ ادھر ہی اس نے کار روک دی اور پیدل ہی دانش منزل کی طرف رو روانہ ہو گئی!... اسے چاہاں بند نہیں ملا۔ کپاؤنڈ میں اندر ہیرا تھا! اچاہک کسی نے پیچے سے اس کے شانے پکڑ لئے!...

”حرکت نہ کرنا اپنی جگہ سے!“ کسی نے آہتہ سے کہا لیکن وہ اس کی آواز صاف بیچان گئی! یہ کیپن خاور تھا!

”میں ہوں!“ جولیا نے جواب دیا!

”اوہو!“ اس کے شانے چھوڑ دیے گئے!

”کیا رہا!“ جولیا نے پوچھا!

”نکل گئے اور چار تھے! اندر ہرے کی وجہ سے ہم ان کی ٹھیکیں بھی نہیں دیکھ سکے!“

”تب پھر کیا کیا تم نے!“ جولیا نے جھنجلا کر کہا!

”کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ بات نہ بڑھائی جائے۔ صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ کون ہیں!“

”کہا تھا!.... لیکن.... اتم انہیں نہیں دیکھ سکے!“

”تم تو بعض اوقات حکومت تی چلانے لگتی ہو!“ کیپن خاور بھی جھنجلا گیا۔

جولیا نے جواب میں پچھے نہیں کہا!.... اتنے میں سوریا در جعفری بھی وہاں پہنچ گئے۔

”آہا!.... کون ہے!“ توری نے کہا جو شاید جولیا کی آواز سن چکا تھا!

جولیا خاموش رہی! توری نے کہا!“ میرا خیال ہے کہ ایکس ٹو اندر موجود ہے! کیوں جولیا کیا

خیال ہے! انسے دیکھو گی!.... تمہیں بڑی خواہش ہے!....“

”ارے میں تو بیچاری عورت ہوں!“ جولیا نے جلد بھنے لجھ میں کہا ”تم مرد ہو! اذرا برا آمدے ہی میں قدم رکھ کر دیکھو!“

”مگراب ہمیں کیا کرنا چاہیے!“ جعفری نے پوچھا!....

”کیا کرو گے؟“ جولیا بولی ”وہ تو نکل ہی گے! کیا تم میں سے کوئی ان کا تعاقب بھی نہیں کر سکتا تھا!....“

”ہم نے انہیں پھاٹک سے نکلتے ضرور دیکھا تھا! لیکن! پھر پتہ نہیں وہ کہاں غائب ہو گئے!“

”کسی جاسوسی ناول کے بھرم رہے ہوں گے!“ جولیا نے طریقہ انداز میں کہا ”زمیں پھٹی اور وہ سما گئے! یامنہ میں جادو کا بن رکھا اور غائب...“

”یہ بات نہیں ہے!“ جعفری نے عصیلی آواز میں کہا ”تم خود کو نہ جانے کیا سمجھتی ہو! ایسا

تمہیں نہیں معلوم کہ یہاں سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر ایک سینما ہاں ہے! سینئنڈ شو کے

ٹھیکانے غول در غول اور ہر سے گذر رہے تھے! وہ چاروں یقین طور پر ان میں مل گئے ہوں گے۔“

”ختم کرو! مجھے کیا!“ جولیا نے بیزاری سے کہا!“ مجھے جو حکم ملا تھام تک پہنچا دیا! اس کے

بعد میرا کام ختم ہو جاتا ہے!....“

”کیا عمارت میں داخل ہونے کے لئے نہیں کہا گیا تھا!“ توری نے پوچھا!

”نہیں! اب تم لوگ جو کچھ بھی کرو گے اپنی ذمہ داری پر!“ جولیا نے کہا اور پھاٹک سے

نکل آئی۔

(۳)

عمران نے شیلا کی طرف دیکھا جو بڑے اطمینان سے سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش نے رہی

تھی!.... اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے ہی مکان کے کسی کمرے میں بیٹھی ہو!

”تم مطمئن رہو! وہ تمہارا کچھ نہیں بلکہ سکتے!“ عمران نے اس سے کہا!“ خصوصاً اس کمرے میں!“

”تم اپنا وقت بر باد کر رہے ہو!“ شیلا اپرداٹی سے یوں!

”کیوں؟“

”تم مجھے مرنے سے روک نہیں سکتے! میں خود مرننا چاہتی ہوں!“

”میں تمہارے خیالات کی قدر کرتا ہوں! لیکن تمہارے مرنے سے کسی کا کوئی فائدہ نہ

ہوگا! کیونکہ تم مجھے ان لوگوں کے متعلق بہت کچھ بتا چکی ہو! ویسے تمہاری زندگی ملک و قوم کو

خربوڑا کا نکدہ پہنچا سکتی ہے!“

”مجھے ملک و قوم سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے! کیونکہ اسی ملک و قوم میں میرا جسم بکھارتا

ہے!....“

عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر خاموش ہو گیا.... تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا! پھر بولا

”نمر۔۔۔ تم یہ رات تو اسی کرنے میں گزارو گی! تم نے وعدہ کیا تھا!....“

”وہ دوسروی صورت تھی!.... اب بات کہیں اور جا پڑی ہے، پہلے یہ خیال تھا کہ میں تم

سے کم از کم دو ہفتوں کی رقم ضرور اٹھنے لوں گی!“

”میں تمہیں چار ہفتوں کی رقم دے سکتا ہوں! لیکن تمہیں میرے کہنے پر عمل کرنا پڑے گا!“

”میرا بیچھا چھوڑو!“ شیلا جھنجلا گئی.... پھر تھوڑی دیر بعد نرم لجھ میں پوچھا!“ کیا تم یہاں

شراب نہیں رکھے!

"بیہاں شراب کا نام لینا بھی جرم ہے!"

"تمہارا کیا نام ہے...!"

"خچر!"

"خچر ہی معلوم ہوتے ہو! کوئی بحمد اللہ آدمی شراب کے متعلق اسی سخت بات نہیں کہ سکتا!.... اگر تم میرے لئے شراب مہیا کر سکو تو میں رات نہیں گزار دوں گی!"

"شراب اس عمارت میں منوع ہے!"

"تب پھر تم مجھے بیہاں روک بھی نہیں سکتے!"

"اچھا تو جلی جاؤ!" عمران ہاتھ پھیلا کر بولا!

"ان خود کار دروازوں پر تمہیں گھمنڈ ہے!" شیلا ہنٹے گئی! مگر یہ نہیں بڑی کھوکھی تھی! ایسا معلوم ہوا تھا جیسے یہ آواز کسی مشین سے نکلی ہو!....

عمران کچھ نہ بولا! وہ کمرے میں نکل رہا تھا!.... ایک بارہہ ایک دروازے کے قریب گیا اور اسے کھول کر باہر نکل آیا اور دروازہ پھر بند ہو گیا!.... اس نے گھوم پھر کر پوری عمارت کا جائزہ لیا پھر یہ ورنی برآمدے میں نکل آیا۔ کپاٹن سنان پڑی تھی اور جھیگروں کی جھائیں جھائیں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی!

وہ تقریباً سو منٹ تک دہاں کھڑا رہا پھر نیچے اتر کر عمارت کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا تھوڑی دیر بیہاں بھی ٹھہر کر وہ دوبارہ صدر دروازے پر پہنچ گیا۔

اسے کہیں بھی کسی آدمی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا!.... اس نے ساؤنڈ پر دف کمرے کا دروازہ کھولا لیکن دوسرا ہی لمحہ میں بری طرح بوکھلا گیا کیونکہ شیلا دہاں نہیں تھی!.... وہ دہاں سے نکل کر تیر کی طرح کپاٹن کے پھانک پر آیا۔.... مگر دہاں تواب قد مول کی آہیں بھی نہیں تھیں! سامنے والی سڑک بالکل دیران ہو چکی تھی!

"شامت!" وہ آہتہ سے بڑا کر رہا گیا۔

(۲)

دوسری صبح عمران دیر سے اٹھا! دھوپ پھیل چکی تھی اور اس کے فلیٹ پر الوبول رہے تھے! اس کا نوکر سلیمان تین دن سے غیر حاضر تھا!.... پلٹ پر پڑے ہی پڑے اس نے ہاتھ پیر پھیلا کر ایک طویل انگڑائی لی اور گذشتہ رات کے سارے واقعات ایک ایک کر کے اسے یاد آئے! اس نے ایک زبردست غلطی کی تھی! ایک نہیں بلکہ دو غلطیاں! پہلی غلطی تو یہ کہ اس نے شیلا سے ایک اہم ترین بات نہیں پوچھی تھی! ظاہر ہے کہ جرم خود کو پس منظر میں رکھ کر بڑی رقیبیں بنا رہے تھے! لہذا ان سے کسی ایسی غلطی کا ارتکاب ممکن نہیں تھا۔ جس سے ان کی گردن پھنس جاتی اپھر آخر ناہید نے انہیں کن ذراائع سے شیلا کے متعلق اطلاع دی ہو گی!.... اسے اس کے متعلق شیلا سے ضرور پوچھنا چاہیئے تھا! پھر! دوسری غلطی اس کی بے احتیاطی تھی! اس نے خود کا دروازہ اس استعمال اس طرح کیا تھا کہ شیلا اس سے واقف ہو گئی تھی! اویسے وہ یہی سمجھتا رہا تھا کہ شیلا اس سے لاءِ علم ہے! اب اس کے ہاتھ میں صرف دو کارڈ رہ گئے تھے! ایک تو پوست بکس نمبر دو سو تیرہ اور دوسرے اکارڈ!.... ناہید۔ اس کا پتہ اسے معلوم تھا!.... مگر یہ پوست بکس نمبر والا معاملہ بھی اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ یہ بھی گردن ہی پہنسایلنے والی بات تھی!

بہر حال اس نے اسی دن سے تفتیش کا سلسلہ شروع کر دیا!.... پوست بکس نمبر شہر کے سب سے زیادہ چھپنے والے ایک ماہنامے کا نکلا۔

ماہنامہ "کمر چکدار" جس کی دھوم سارے ملک میں تھی!.... وہ ادب اور شافت کا علمبردار تھا! ادب کا علمبردار یوں تھا کہ اس میں فلم ایکٹرسوں کی کمزوریاں اچھائی جاتی تھیں! اور شافت کا علمبردار اس نئے کہا جا سکتا تھا کہ سرور ق پر کسی لکنوؤی بند امریکن چھپکی کی تصور ہوتی تھی!.... عمران نے اپنا فائل نکالا جس میں اس کی کئی اوٹ پیٹاگ کہانیاں تھیں! کسی زمانے میں اسے کہانیاں لکھنے کا خط بھی تھا!.... اور اس نے یکاک کے NONSE NSENNOEVS کے طرز پر کہانیاں لکھ دی تھیں!۔

اس نے ایک کہانی نکالی اور ماہنامہ "کمر چکدار" کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا!

دفتر کافی شاندار تھا! تقریباً ڈیڑھ درجن آدمی مختلف قسم کے کاموں میں مشغول نظر

آرہے تھے!

"فرمائے! ایک نے عمران کوٹو کا!

"میں ایڈیٹر صاحب سے ملتا چاہتا ہوں! "عمران نے جواب دیا!

"کیا کام ہے!"

"کم کچھ بھی نہیں ہے! ازیادہ ہی لکھے گا!" عمران نے سمجھی گی سے کہا!

"کم نہیں کام! "اس نے تصحیح کی!

"اوہ.... کام.... ان سے جا کر کہہ دیجئے کہ ایک بہت بڑا افسانہ نگار ملتا چاہتا ہے!"

"ہوں! " وہ آدمی اس کی حمافت انگریز شکل دیکھ کر مسکرا کر اور پھر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا "نام کیا ہتاوں!"

"ابن ہدہ!"

وہ ہنستا ہوا.... ایڈیٹر کے کمرے کی طرف چلا گیا! عمران کی سمجھی گی میں ذرہ برابر بھی فرق

نہیں آیا تھا! تھوڑی دیر بعد اس نے واپس آکر کہا "جائیے."

عمران اکڑتا ہوا کمرے کے دروازہ پر آیا چلتا ہٹاتا اور اندر چلا گیا! ایڈیٹر دونوں ہاتھوں کو سیز پر رکھ کر آکوڈ نظر دوں سے دروازے کی طرف گھور رہا تھا!

"تشریف رکھیے! " وہ غرایا!

پہ ایک لمبا ترنا گا اور صحت مند آدمی تھا! عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہو گی!

"آپ بھی ابن ہیں! " اس نے عمران کو کینہ تو ز نظر دوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا!

"جی ہاں! بندے کو ابن ہدہ کہتے ہیں! "

"کیا یہ ابن کوئی بیماری ہے! جسے دیکھنے نام کے ساتھ ابن لگائے چلا آ رہا ہے! بیٹھنے! بہت سی باتیں کروں گا آپ سے!"

عمران بیٹھ گیا!

"آپ کیوں آئے ہیں! "

"اپنی ایک کہانی لایا ہوں"

"مگر! آپ کو اپنا نام بدلتا پڑے گا! میرے پرچے میں جاؤں کہاں یا نہیں شائع کی جاتی!"

"اجی یہ رومانی افسانہ ہے! "

"پھر تو آپ کو نام بدلتا ہی پڑے گا...! "

"اچھا تو صرف ہدہ کر دیجئے گا! جی ہاں! چلے گایا نہیں ویسے ابن ہدہ بھی چل جاتا! "

"نہیں! آپ نہیں جانتے! ہماری دشواریوں سے واقف نہیں ہیں! ابھی حال ہی میں

میرے ایک دوست نے اپنے رسائلے میں اردو کے ایک بہت اچھے شاعر کی نظم چھپا تھی! اتفاق

سے ان کے نام میں بھی "ابن" موجود ہے! آپ جانتے ہیں اس بیچارے کو اس سلسلے میں کس

نام کے خطوط موصول ہوئے ہیں! "

عمران نے نفی میں سر ہلا دیا! "ٹھہریے! " ایڈیٹر میز کی دراز کھینچ کر اس میں رکھے ہوئے

کاغذات التالیف تھا ہوا بولا "میں آپ کو ایک خط سناوں گا! اسی نے اور عبرت پکڑیے! "

اس نے ایک پوسٹ کارڈ نکال کر پڑھنا شروع کیا!

"جاناب ایڈیٹر صاحب!

شالا تم کی چارشو بیش ریشالہ نکالتا ہے! اور پر لکھتا ہے! ... لکھنے والے ابن عبد یہی نام تھا! یا

دوسرا تھا! ... یاد نہیں! ابن ضرور تھا! اور پر ابن لکھتا ہے اور اندر میں گھبل ٹھونس دیتا

ہے! ہمارا پیشہ واپس کرو! ہم جا شوشی افسانہ سمجھ کر کھریدا تھا! یہ چارشو بیشی کا دھندا اکب

نکل چلے گا! تم شالا پیلک کو دھو کا دیتا ہے۔

ہم ہے تمہارا بابا

اللہ رکھا

"ارے تو بہ! تو بہ! "عمران اپنا منہ پیٹنے لگا! لا جوں والا! میرا افسانہ! جاؤں ہی ہرگز

نہیں ہے! میں نام بھی بدلن دوں گا! آپ مطمئن ریتے! افسانے کا نام ہے! حاتم طائی!

"نہیں چلے گا! بہت پرانی چیز ہے!

"آپ دیکھئے تو سکی اسی میں جدت ہے! ... یہ فیضی بھی نہیں ہے بس دیکھنے سے تعلق

رکھتا ہے! بالکل نبی جدت دیکھنے گا! غور سے سینے! ہاں!

عمران صفات کو اپنے چہرے کے برابر اٹھا کر پڑھنے لگا "صحیح کا سہانا وقت تھا!

"ٹھہریے! ٹھہریے! ایڈیٹر ہاتھ اٹھا کر بولا" یہ نہیں چلے گا! صحیح کا سہانا

جلد نمبر 3

باص پہن رکھا تھا... نیلے رنگ کا جیکٹ اور سرخ چلوں!....

”آپ دنیا کے سب سے بڑے کریک ہیں!“ ایڈیٹر نے ان لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے عمران پر نظر ڈال کر کہا!

”کیا بات ہے۔“ کسی نے پوچھا!

”آپ ایک کہانی لائے ہیں! حاتم طائی.... جس میں طائی حاتم کی محوبہ ہے۔“ ایڈیٹر نے کہا۔ لوگ بنس پڑے مگر لوکی عمران کو بخیدگی سے گھوڑتی رہی۔ اس کے ہوننوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی غمودار ہوئی تھی!

”اور اب آپ لڑنے مرنے پر آمادہ ہیں!“ ایڈیٹر مسکرا کر بولا۔ پھر عمران کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔ آپ اپنے پیروں سے چل کر جانا پند کریں گے یا.... میں اپنے آدمیوں کو آپ کی خدمت پر آمادہ کروں! میرا خیال ہے کہ آپ کافی سمجھدار آدمی ہیں!

”جی ہاں.... جی ہاں!“ عمران نے غصیلے انداز میں دانت نکال کر کہا ”میں جازہا ہوں۔ آپ کی قابلیت کا بھانڈا بھی عنقریب پھوٹ جائے گا!.... مجھ سے غلطی ہوئی جو یہاں چلا آیا۔۔۔ ماہنامہ ”ترچھی نجria“ والے مجھے پوچھتے ہیں!“

”گھٹ آؤٹ!“ ایڈیٹر حلچ پھاڑ کر چینا!

”جی ہاں!.... میں جازہا ہوں!“ عمران جانے کے لئے مڑا۔۔۔ لیکن ابھی دو ہنی چار قدم جلا تھا کہ مردانہ بس والی لڑکی نے اس کی تانگوں میں ناگہن ماری اور عمران دھڑام سے فرش پر گر گیا! ایک بار پھر تھہبیوں کا طوفان امنڈا۔۔۔ اور لڑکی بڑی بخیدگی سے چھت کی طرف دیکھنے لگی۔ اس پار بھی اس کے ہوننوں پر مسکراہٹ تک نہیں تھی!

عمران اٹھا اور مڑ کر کچھے بغیر چپٹا ہوا باہر نکل آیا۔۔۔ سڑک پر پہنچ کر اس نے اور ادھر دیکھا اور سامنے والے ریستوران میں گھس گیا! اس نے ایک ایسی میر منتخب کی جہاں سے ماہنامہ ”بکر پلکدار“ کے دفتر کے زینے صاف نظر آتے تھے!

وہ تقریباً دو گھنٹے تک اسی میز پر جما رہا۔۔۔ پھر دفتر کے بند ہونے کا وقت آگیا اور وہاں کام کرنے والے باہر آنے لگے! اچار آدمی اس ریستوران کی طرف بھی آ رہے تھے! ان میں وہ لڑکی بھی تھی جس نے عمران کو گرا یا تھا جیسے ہی ان کی نظر عمران پر پڑی وہ رک گئے! عمران پہلے ہی

وقت تھا تو پڑھنے والے کواس سے کیاس روکا رہا۔۔۔ نہیں یہ بہت پرانا استائل ہے!

”اچھا.... اچھا.... میں پورا منظر نکالے دیتا ہوں!.... خیر جانے دیجئے! آگے سنئے...“

حاتم اپنے خیے سے نکل کر ایک تباہ کو فروش کی دوکان پر آیا!۔۔۔ اور وہاں سے سویٹ کر اپ کا تباہ کو خرید کر طائی کے خیے کی طرف چل پڑا۔۔۔“

”کس خیے کی طرف....“ ایڈیٹر جیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا!

”طائی کے خیے کی طرف! ط سے طائی.... تائی نہیں.... حاتم کی کوئی تائی نہیں تھی!۔۔۔ طائی اس کی محوبہ کا نام تھا....!“

”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ!“ ایڈیٹر نے کچھ ایسے انداز میں کہا جیسے عمران نے اسے کوئی بہت بری خبر سنائی ہو!

”کیا میں نے آپ کو کوئی صدمہ پہنچایا ہے!“ عمران بوکھلا کر بولا!

”آپ تاریخ کے گلے پر چھری چلا رہے ہیں....“

”کیوں جتاب....!“

”آپ طائی کو حاتم کی محوبہ بتاتے ہیں! حالانکہ حاتم قبیلہ بنی طے کا ایک فرد ہونے کی بنا پر طائی کھلاتا تھا!“

”کیا بات کہی ہے آپ نے!“ عمران نے قہقہہ لگایا اور یہ تک ہفتارہا پھر بولا۔

”آپ کے فارمولہ سے تو پھر مجھوں ملی کا باب تھا!۔۔۔ یا یلیٰ قبیلہ بنی مجھوں سے تعلق رکھتی تھی!۔۔۔ دامن قبیلہ بنی عذر اسے تعلق رکھتا تھا۔ ہیر راجحا کی پچھی تھی.... مہینوال سو ہنی کا باب تھا!۔۔۔ کیا فضول باشیں کر رہے ہیں آپ.... میں اپناء پیٹ لوں گا!“

عمران کے چہرے پر یہک شدید ترین غصے کے آثار نظر آنے لگے۔

”کہیں آپ نئے میں تو نہیں ہیں“ ایڈیٹر سے گھورتا ہوا بولا۔

”نشے میں ہوں گے آپ!۔۔۔ اتنے بڑے ایڈیٹر ہو کر جہالت کی باتیں کرتے ہیں!“

عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا!

”آپ بد تیز ہیں!“ ایڈیٹر بھی کھڑا ہو گیا! عمران کی زبان پر جو کچھ بھی آرہا تھا۔ بے تکان بکتا جا رہا تھا!۔۔۔ کر رہے میں کئی لوگ گھس گئے! ان میں ایک لڑکی بھی! جس نے مردانہ

سے اپنی کہانی کے صفات سامنے رکھے ان میں فاؤ نشن پن سے کاٹ چھانٹ کر رہا تھا! وہ چاروں آپس میں سر گوشیاں کرنے لگے! ادھر عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے ان کی آمد کی خبر ہی نہ ہو! وہ چاروں اس کی میر کے اطراف میں کریں گے! اور عمران چوک کر احتقون کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھنے لگا!

لڑکی عمران کے کانہ سے پرہا تھر کر بولی "کہود وست کا کیارنگ ہیں!"

"اوہ!" عمران جھپٹنی ہوئی سی ٹھی کے ساتھ بولا "مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے!"

"شروع دردیکھا ہو گا!" لڑکی بڑے پیار سے بولی "کیا چائے نہیں پلواؤ گے!"

"اوہ... ضرور ضرور... اے بھائی صاحب... اے بھائی صاحب!" اس نے دیپر کو آواز دی! وہ حد سے زیادہ بے ڈھنگے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا! دیپر کو سب کے لئے چائے اور سموسوں کا آرڈر دے کر وہ پھر انہیں احتقون کی طرح دیکھنے لگا!

"کیا لکھ رہے تھے...?" لڑکی نے پوچھا!

"م... میں افسانہ نگار ہوں!" عمران نے سر جھکا کر بڑے شرمیلے انداز میں جواب دیا۔

"کہیے!... آپ کو یاد آیا کہ آپ نے ہمیں کہاں دیکھا تھا!" ایک آدمی نے پوچھا!

"نہیں یاد آیا! مگر میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کہیں دیکھا ضرور ہے!"

"آپ کا نام کیا ہے...?" لڑکی نے پوچھا!

"ابن ہدہ! آپ کو میرے نام پر ٹھیک آئے گی!... مگر میں برا جدت پسند آدمی ہوں!... شاعر لوگ مختلف قسم کے پرندوں کا تذکرہ کرتے ہیں! لیکن یہاں پرے ہدہ کا کوئی نام بھی نہیں لیتا! حالانکہ ہدہ کا ذکر آسمانی کتابوں میں بھی آیا ہے... ہدہ سلیمان اور ملکہ سبا کا قاصد تھا!"

"تو آپ کو صرف ہدہ ہونا چاہئے تھا اس میں ابن کیوں لگادیا!"

"آج کل ابن ہی چالو ہے!" عمران نے دانشوروں کے سے انداز میں کہا۔

"نہیں صرف ہدہ...?" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا "تم سو فیصد ہدہ معلوم ہوتے ہو۔"

"ہوتا ہوں نا!... ہااا... اچھا باب اجازت دیجئے!" عمران اٹھتا ہوا بولا!

"اے... چائے تو منگوائی تھی!"... لڑکی نے کہا۔

"کیا کروں! شاید وہ کہیں دور نکل گیا ہے۔"

"کون؟"

"وہی جس سے چائے کے لئے کہا تھا! میں سمجھا تھا شاید یہیں سے لائے گا!"
عمران پھر بینچے گیا!... اچاک اس نے محسوس کیا کہ لڑکی اب کچھ گھبرائی ہوئی سی ہے! وہ بار بار ایک کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی! یہ کھڑکی سرک کی طرف تھی۔ دفعتاً لڑکی کچھ کہے بنے بغیر اٹھی اور باہر نکل گئی! انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ اتنی سی دیر میں یہ بھی بھول گئی ہو کہ وہ وہاں تھا نہیں آئی تھی بلکہ اس کے ساتھ تین آدمی اور بھی تھے دوسری حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے اس طرح چلے چانے پر اس کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا! وہ بدستور اطمینان سے بینچے ہوئے عمران کو چھیڑتے رہے....

"میں جا رہا ہوں!" عمران اٹھتا ہوا بولا!

"اور چائے کا بیل کون ادا کرے گا! ایک آدمی نے کہا!

"میں کیا جانوں!"

"تم نے آرڈر دیا تھا...?"

"آہا...!" عمران دیدے نیچا کر بولا "تو کیا تمہارے لئے آرڈر دیا تھا! وہ چل گئیں!... اب میں بھی جا رہا ہوں۔ وہاں یار... ذرا اپنی شکل تو دیکھو! میں تمہیں چائے پلاوں گا! ہاا... ہب!"

"بُرَافَتْ کے دائرے سے باہر نہ نکلو!..." اسی آدمی نے غصیلے لمحے میں کہا!

"میں ازدی کمیت ہوں!" عمران نے سنجیدگی سے کہا! "افسانہ نگار ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میری اصلیت بدل جائے!... اگر لونے بھڑنے کا رادہ ہو تو اس کیلئے بھی تیار ہوں!"

"اچھا نکلو باہر...! ہم دیکھتے ہیں شہیں!"

اتنے میں یہ رے نے چائے لا کر میز پر رکھ دی! جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ عمران نے اسے روک کر کہا! "میرا بیل لا داؤ اس چائے کے دام یہی لوگ ادا کریں گے!"

وہ تینوں بیچ و تاب کھا کر رہ گئے! لیکن کچھ بولے نہیں!... دیپر چلا گیا!...

"اچھا! پھر کبھی سمجھیں گے تم سے!" ان میں سے ایک آنکھیں نکال کر بولا!

"ابھر اور جو میزدی سمجھا سکتا ہوں! ار تھیں کمزور ہے!... وہ کسی اور سے سمجھ لینا!

ہاں! عمران بالکل اسی طرح بولا جیسے کوئی استاد اپنے شاگردوں سے ہمکلام ہوا! دیٹر بل لایا اور عمران نے اس کی قیمت ادا کی پھر تینوں کی طرف ایک چڑائیں والی مسکراہت اچھاتا ہوا اٹھ گیا۔

وہ سمجھا تھا شاید وہ لڑکی فٹ پاٹھ ہی پر مل جائے گی.... مگر اسے مایوس ہوئی!.... دراصل اس لڑکی کے متعلق الجھن میں پڑ گیا تھا!.... حالانکہ بظاہر کوئی اسی خاص بات نہیں تھی جس کی بنابر اسے اس لڑکی کی طرف سے کسی قسم کی تشویش ہوتی!.... ویسے اس نے "کمر پلکدار" کے دفتر میں اس سے برا مصلحہ خیز بر تاؤ کیا تھا!

الجھن اس کی بھی نہیں تھی!.... فی الوقت وہ خود بھی اس الجھن کو نہیں سمجھ سکا!....

بھی کبھی اس کے ساتھ ایسا بھی ہوتا تھا وہ چند لمحے وہاں رک کر ایک طرف چل پڑا۔

ابھی ابے پوست بکس نمبر دو سو تیرہ کے متعلق کامل معلومات نہیں حاصل ہوئی تھیں!.... اسے یقین تھا کہ وہ کوئی کلیو نہیں ہو سکتا.... مگر اس کے متعلق اسے ایک ایسی عورت نے بتایا جس کے سر پر شاید موت ہی سوار تھی! اس نے وہ اسے نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا!۔۔۔ عمران خیالات میں اس طرح کھویا ہوا تھا کہ پیدل ہی چلتا ہا!.... دن بھر کی تھی ہوئی بھیڑ کار خانوں اور دفتروں سے نکل آئی تھی!.... اور فٹ پاٹھوں سے گذرتے وقت لوگ ایک دوسرے سے ملکر اہنے تھے۔ عمران کو اس بھیڑ کا احساس بھی نہیں تھا!.... وہ شاخوں سے شانے رگڑتا!.... رکتا!.... رکتا چلتا رہا وہ سوچ رہا تھا کہ اسے محلہ سرا غرسانی کے سپر نئندھ کیپن فیاض سے اس لڑکی کے متعلق کچھ اور بھی معلومات فراہم کرنی چاہیے جس کی لاش ڈیڑھ ہفت پہلے شارع عام پر پائی گئی تھی۔ وہ ایک پیلک کال بو تحفہ میں گھس کر فیاض کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مگر یہاں بھی اسے ناکام ہوئی۔ فیاض گھر میں موجود نہیں تھا اور اس وقت آفس میں اس کی موجودگی ممکن تھی!.... عمران بو تحفہ سے باہر آگیا! فی الحال اس کی سمجھ میں نہیں آہتا تھا کہ اسے تفہیش کا آغاز کہاں سے کرتا چاہئے اسے شیلایاد آئی۔ مگر وہ اسے کہاں تلاش کرتا دیے وہ بڑی طرح ذہن سے چپ کر رہی تھی!

عمران پھر چلنے لگا!.... ماہنامہ "کمر پلکدار" کے آفس میں یا اس کے سامنے والے ریسٹوران میں اس نے وقت نہیں بر باد کیا تھا!.... کم از کم وہاں کے ماحول سے اس نے بھی

اندازہ لگایا تھا کہ اگر وہ پوست بکس نمبر دہیں کا تھا تو اسے کچھ نہ کچھ اہمیت ضروری جاسکتی ہے!

کیا وہ ایک بار پھر اس جزیرے کا رخ کرے؟ اس نے سوچا! ساتھ ہی اسے یہ بات بھی یاد آئی کہ وہ وہاں گیا کیوں تھا؟.... اسے مقتولہ کے باپ سے ملتا تھا! لیکن اس سے ملاقات نہیں

ہوئی تھی! اس کے پاس اس کی شہری جائے رہائش کا پتہ بھی موجود تھا!....

وہ پلٹے چلتے ایک گلی میں مڑ گیا! دراصل وہ ایک نیکی چاہتا تھا اور خالی نیکی اسے دوسری سڑک پر مل سکتی تھی!

نیکی کے لئے اسے زیادہ انتظار بھی نہیں کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مقتولہ کے باپ کا پتہ نیکی والے کو بتا رہا تھا۔

لیکن تھوڑی ہی دور چلتے کے بعد اسے نیکی روکا دیتی پڑی کیونکہ ایک دوکان میں اسے وہی لوکی نظر آئی تھی جس نے ماہنامے کے دفتر میں اسے گراویا تھا! وہ بڑی جلدی میں نیکی ڈرائیور کے ہاتھ میں کچھ رقم دیتا ہوا نیچے اتر گیا۔

مگر وہ کہیں رکا نہیں سیدھا اسی دوکان میں چلا گیا! ایک جزل اسٹور تھا! عمران لڑکی کے پیچے کھڑا ہو کر شو کیوں پر نظر ڈالنے لگا۔ پھر کچھ دری بعد آہستہ سے بولا "آپ کی پاٹے مختنڈی ہو رہی ہے!"

لڑکی یکخت اس کی طرف مڑی اس کی آنکھوں سے حریت جھاک رہی تھی اس نے دوکان دار سے کہا۔ "میں پھر آؤں گی۔" اور باہر نکل گئی! لیکن عمران نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ فٹ پاٹھ پر پہنچ کر وہ رک گئی۔

"کیا راوے ہیں! اس نے عمران کو گھوڑتے ہوئے کہا!

"تمہیں چائے پلااؤں گا!"

"تم مجھے وہ نہیں معلوم ہوتے جو نظر آتے ہو!"

"میں حقیقتاً چمگاڑ ہوں! مگر عام طور پر لوگ مجھے طو طا کہتے ہیں!"

"کس چمگر میں ہو!"

"تمہارے چمگر میں! اب میں اتنا گاؤ دی بھی نہیں ہوں کہ حاتم طائی کو لیلی مجنوں کی طریخ جوڑا بنا دوں!"

”پھر؟“ لڑکی کے ہونٹ ٹھیک گئے! اس کی آنکھوں میں ایک خونخواری چمک لہر رہی تھی!
”میں دراصل تم تک پہنچنا چاہتا تھا!“ عمران نے سر جھکا کر شر میلے لجھ میں کہا۔
”کیوں؟“

”پتہ نہیں کیوں؟ جب سے تمہیں دیکھا ہے؟“
”شٹ اپ... کیا شامت آئی ہے؟“

”مجھے یہی توقع تھی!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور مغموم انداز میں سر ہلانے لگا!
پھر بولا ”تم اس ناکارا یڈیٹر کو مجھ سے زیادہ قابل سمجھتی ہو۔“

”ہوش میں ہو یا نہیں؟ ہم پہلی بار ملے میں!“

”نہیں، ہم میں تو بہت پرانی بے تکلفی ہے! اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم ناٹک مار کر گرتی کیوں؟“
”میں یہاں اس جگہ بھی تمہارے ساتھ ہی سلوک کر سکتی ہوں!“

”ارے جاؤ! میں کیا تم سے کمزور ہوں۔ اب کے گرا کردیکھو چلتی بنا کر رکھ دوں کا! یہ
تو تمہیں شادی کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ میں کیسا آدمی ہوں!“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے! اگر اب میرے پیچھے آئے تو خیر یہت نہیں۔“

”خیر یہت کی ایسی تیسی! وہ انگوٹھی کہاں ہے؟“

”کیسی انگوٹھی؟“

”میکن کی انگوٹھی! جو پچھلے سال میں نے تمہاری انگلی میں ڈالی تھی! اس کے بعد تم غائب ہو
گئی تھیں۔ آج ٹلی ہو! میں کہتا ہوں یہ رشتہ ضرور ہو گا۔ تمہارے والدین کو اب بھی منظور ہے!“
”میں کہتی ہوں دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ بہت برا ہو گا!“

”کیا برا ہو گا؟“ ذرا ٹھہرہ! میں اس ڈیوٹی کا نشیبل کو بھی اطلاع دے دوں کہ تم میری
میکنیت ہو۔ دیکھو بڑا بکھڑا ہو جائے گا! بھیڑ لگ جائے گی یہاں! میں بڑا بے حیا آدمی ہوں۔ میرا
کچھ نہ بگزے گا۔ میں انسلنٹ پروف ہوں۔“

”تم کیا چاہتے ہو؟“ لڑکی نے آتائے ہوئے لجھ میں پوچھا۔

”وہ تمہارے گھر کا پتہ تاکہ مجھے بار بار دفتر کے چکنے لگانے پڑیں!“

لڑکی چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر اپنے پرس سے ایک وزینگ کارڈ نکال کر اس کی طرف

بڑھا دیا۔

”میں کل ضرور آؤں گا... شکریہ!“

”ٹھہر وا!... لڑکی ہاتھ اٹھا کر بولی!“ مقصود کیا ہے؟

”جب تک تم پتوں پہنچانا چھوڑو گی! میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جس دن میں نے
تمہیں غرارے، شلوار یا سکرٹ میں دیکھ لیا اسی دن سے تم میری شکل بھی نہ دیکھو گی!“

”تم سے مطلب میں جو چاہوں پہنچوں! تم کون ہوتے ہو!“— لڑکی پھر جھنجھلا گئی۔

”میں تمہارا میکنیت ہوتا ہوں! اور اس وقت تک رہوں گا جب تک پتوں!... تم مجھے
نہیں جانتیں! مجھے ایک عورت کے چلے کا انداز ناپسند تھا!... لہذا میں نے اس کے شوہر سے
اسے بلاق و لاودی!... حالانکہ میرے پانچ ہزار روپے ضرور خرچ ہو گئے!... لیکن!... شہر
میں وہ چیز تو نہ رہی جو مجھے ناپسند تھی! تم پر بھی دو چار ہزار خرچ کر دوں گا۔ پھر تمہیں یا تو شہر
چھوڑنا پڑے گا یا پتوں!“

”ارے تم خدائی فوجدار ہو!“ لڑکی وانت پیس کر بولی!

”خدائی فوج کا حوالدار میجر!...“ عمران نے سمجھ دی سے سر ہلانے کا!

لڑکی چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی! اگر میں شور چاہوں کہ تم مجھ سے بد تیزی کر رہے ہو تو؟“

”ارے خدا کے لئے چاہو بھی! میں یہی چاہتا ہوں کہ تم شور چاہا! اتنی؟ یہ سے میں جھک
کیوں مار بہا ہوں! مقصود یہی ہے۔ کہ تم شور چاہا!...“

”کیا کرو گے تم...!“

”دنوں کا کام گھنٹوں میں ہو جائے گا! تم کل ہی سے پتوں پہنچانا چھوڑو گی!... کہو تو پوری
اکیم بتاوں!... تم شور چاہا گی لوگ اکٹھا ہوں گے! میں کہوں گا کہ یہ میری بیوی ہے۔ دو
سال گزرے اپنے دادا زاد بھائی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ کارڈ پر تمہارا نام زیبا تحریر ہے۔ میں
جنت بی بی بتاؤں گا!... کہوں گا کہ یہ اسی لئے پتوں ڈالے پھرتی ہے کہ اسے کوئی پیچان نہ
کے... چلو شور چاہا... ہاہا!“

”کتنے کینے؟“ وہ کلکا کر زیر لب بڑا ہائی۔

”میں صرف دو منٹ تک اور تمہارے شور چاہے کا انتفار کروں گا!“

لڑکی کی لخت دوسری طرف مڑک جل پڑی۔ عمران نے بھی وہی حرکت کی۔ وہ خلاف سمت میں مڑا تھا... پھر پلتے چلتے دونوں نے ایک ساتھ مڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر جل پڑے۔

نظاہر عمران کی یہ حرکت احقة تھی!.... لیکن حقیقتاً اس کی تہہ میں بہت کچھ تھا... زیاد کی بجائے اگر اور کوئی لڑکی ہوتی تو عمران کی اس حرکت پر بڑھاۓ بغیر ہرگز نہ مانتی.... مگر وہ صرف جب خجل کر رہ گئی تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بڑی مشکل سے ضبط کر رہی ہے۔ عمران نے اس سے ایک ہی نتیجہ نکلا کہ اس کے ہاتھ ضرور ملوٹ ہیں اسی لئے وہ اپنی تشبیہ سے ذرتی ہے۔ اس وقت اس کا کسی قسم کا اقدام بھی پولیس کیس بن سکتا تھا۔ لیکن وہ پولیس کی نظر میں آنے سے کتراتی ہے۔ کونکہ خود اس کا ضمیر بھی احساسِ جرم کا شکار ہے۔

(۵)

سیکھ سروس کے آٹھوں بمبر جزیرے والی نمائش میں چکراتے پھر رہے تھے۔ انہیں شیلا نی ایک لڑکی کی تلاش تھی جس کا علیہ ایکس ٹونے بتایا تھا... لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ایکس ٹونے اس لڑکی کی تلاش میں کیوں ہے!....

جو لیا تھا فڑواڑ اور سار جنت ناشاد ساتھ جل رہے تھے! سار جنت ناشاد بڑا پر زرع چردہ رکھتا تھا۔ اس کی چڑھی ہوئی بھوری موچھیں ہی چہرے پر سب کچھ تھیں! لوگ اس کی صورت ہی دیکھ کر لرز جاتے تھے۔ گروہ خوف اسی وقت تک قائم رہتا تھا جب تک وہ بولتا نہیں تھا۔ جہاں اس نے گفتگو شروع کی سار اوقار رخصبت ہو گیا۔ جو لیا کو اس سے کچھ چڑھی ہو گئی تھی۔ لیکن کام کی حد تک تو برا داشت کرنا ہی پڑتا تھا۔ ویسے اگر وہ تھا ہوتی تو تنور یا ساتھ لگ گیا ہوتا اور تنور کی معیت میں کوئی کام کر لینا ممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا کیونکہ وہ اسے اپنے دکھے ہوئے دل کی پکار سنانا شروع کر دیتا تھا! سار جنت ناشاد کی بکواس کی دنیا۔ صرف اس کے اشعار کے انگریزی ترجموں ہی تک محدود رہتی تھی۔ مگر آج وہ کچھ چپ چاپ ساتھ۔ جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اسے شام سے شراب نہیں ملی تھی۔ یہاں نمائش کے کسی بار میں بیٹھ کر وہ اپنی پیاس کو بجا سکتا تھا۔ مگر ایکس ٹونے کا خوف! اسے ہر حال میں اطلاع ہو جاتی کہ سار جنت ناشاد نے ڈیوبنی پر شراب پی تھی۔

یہ لڑکی شیلا... وہ آہستہ سے بڑا بڑا۔ کہیں ہمارے ایکس ٹونے کوئی منکر نظر نہ ہو۔

”بکواس ہے... ایکس ٹونے بھی لوگ بیوں توں کی پرواہ کرتے ہیں۔“ جو لیا نے برا سامنہ پا کر کھا۔ وہ ایکس ٹونے کے متعلق کوئی بر اریمار ک سننا پسند نہیں کرتی تھی۔

”ایکس ٹونے!“ سار جنت ناشاد نے ایک طویل سانس لی۔ ”وہ شاید ہماری قبروں میں بھی گھس آئے گا۔“

اچانک وہ پلتے چلتے رک گیا اور جو لیا کو بھی محسوس ہوا جیسے ناشاد کو بتائے ہوئے ہیے کی لڑکی نظر آگئی ہو۔ مگر ناشاد بڑا بڑا۔

”یہ عمران بہاں کیا کرتا پھر رہا ہے۔“

”وہی جو دوسرے ہزاروں آدمی کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا تم بھول گئے کہ یہ نمائش گاہ ہے۔“

”میرا مطلب یہ ہے کہ کہیں یہ بھی اسی لڑکی کے پچکر میں نہ ہو۔“

”یہ کیوں کھر ممکن ہے۔“

”اس آسمانی تحریر والے کیس میں کیسے ممکن ہوا تھا! مجرم تک کون پہنچا تھا!“ تم یا عمران... اسے کس نے پکڑا تھا، ایکس ٹونے یا عمران نے...“

”اگر عمران نہ پکڑتا تو اسے ایکس ٹونے کی پکڑتا... تمہیں کس نے اطلاع دی تھی کہ عمران اور جو لیا مجرم موس کو لارہے ہیں۔!“

”تم ایکس ٹونے کی طرفدار کیوں ہو...“

”وہ میرا آفسر ہے.... کیا طرفدار ہونے کے لئے اتنا ہی جواز کافی نہیں ہے...“

”میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا.... میرا خیال ہے کہ عمران کو اس لڑکی کے سلسلے میں ٹوٹانا چاہئے.... مگر تم شاید اس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ اس نے ایک بار تمہاری جان بچائی تھی۔“

”یہ غلط ہے اگر عمران نہ ہوتا تب بھی ایکس ٹونے کو کچھ نہ کچھ ضرور کرتا کیونکہ وہ حالات سے باخبر تھا!“

”میرے خدا...! تم بڑی احسان فراموش ہو جو لیا!...“

”اس میں احسان فراموشی کی کوئی بات نہیں ہے!“ اگر عمران بھی اس وقت کی مصیبت میں پھنس جاتا تو کیا ہوتا! تم خود سوچو! کیا اس وقت ایکس ٹونے کی دنوں کو چانے کی کوشش نہ کرتا!“

”اوہ نہ ہے چھوڑو.... میں تو چلا.... کچھ دیر اس سے چھیڑ چھاڑ ہی رہے گی۔ اس سے

گفتگو کرنے میں برا مزہ آتا ہے۔

سارجنٹ ناشانے آگے بڑھ کر عمران کو جالیا۔ غیر ارادی طور پر جولیا بھی اسی طرف چل پڑی
”کس چکر میں ہو دوست!“ سارجنٹ ناشانے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”پچھے نہیں سوچ رہا تھا کہ اب ایں کو لاٹھی میں کیا کہتے ہیں!“ عمران نے مڑ کر جواب دیا۔ پھر
جولیا پر نظر پڑتے ہی بولا ”اوہ مس فولیا...!“

”جولیا“ جولیا نے براسمنہ بنا کر صحیح کی!

”اوہ معاف کیجئے گا..... نام مجھے بیشہ اسی طرح یاد آتے ہیں اور میں کیا خدمت کر سکتا
ہوں آپ لوگوں کی! ویسے آج یہاں آٹھوں موجود ہیں!“

”یہ بہت بڑی بات ہے کہ تم آٹھوں کو بیچنے ہو!.....“ سارجنٹ ناشانے کہا۔ ”شاید شہر
میں تم تھا آدی ہو جسے ہمارا علم ہے۔“

”اس میں برائی کیا ہے سارجنٹ شاداب!“

”شاداب نہیں ناشانے ناشانے....!“

”ایک ہی بات ہے!..... ہاں تو کیا برائی ہے!“ عمران نے لاپرواں سے سر ہلا کر کہا۔

”برائی تو اسی وقت معلوم ہو گی جب تم کسی سے اس کا تذکرہ کرو گے!“

”یعنی جس سے بھی اس کا تذکرہ کروں گا وہ تمہیں گالیاں دے گا! کیوں؟“

”تم تذکرہ کر کے دیکھ لوا!..... کیا حشر ہوتا ہے تمہارا!....؟“

”سارجنٹ ناشانے!“ جولیا نے اسے مخاطب کیا!..... ”اس جگہ کتنی دیر ٹھہر نے کاراڈہ ہے؟“

”جب تک بچارہ عمران آپ لوگوں کی حیثیت نہ بھول جائے۔“

عمران نے سر ہلا کر معموم لجھے میں کہا۔

”اچھا دوست پھر تم دیکھ ہی لینا!.....“ سارجنٹ ناشانہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ جب جولیا بھی

چلنے لگی تو عمران نے کہا! ”کیا خیال ہے.... اس موسم میں کافی اچھی رہے گی۔“

”نہیں شکریہ!.....“ جولیا نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

”وہ جانتی تھی کہ عمران اس کا تعاقب نہیں کرے گا! اس کی دانست میں اسے اس کا علم ہی نہ

رہا ہو گا کہ سیکرٹ سروس والے یہاں کیوں آئے تھے۔“

ایک جگہ وہ سب آٹے.... ان کی آپس کی گفتگو کا حصل یہ تھا کہ وہ شیلا کا پتہ لگانے میں
اب تک ناکام رہے تھے.... عمران جولیا نافذ و اثر اور سارجنٹ ناشانے کے علاوہ اور کسی کو نہیں ملا
فاس لئے اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا.... وہ سب ہی اسے بیچانتے تھے لیکن اس کے متعلق ان کی
رانے اچھی نہیں تھی۔

”اب ہمیں داپس جانا چاہئے!“ سویر نے کہا۔

جولیا کے علاوہ اور سب نے اس سے اتفاق کیا۔ جولیا کا خیال تھا کہ وہ اس وقت تک ٹھہرے
گی جب تک نمائش کا اختتام نہ ہو جائے اور اس نے ان سے بھی تباہ کرنے کو کہا۔

”بے کار بات ہے!....“ جغرفری بولا۔ ”ہم نے یہاں کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں
اسے خلاش نہ کیا ہو۔ اور پھر کیا یہ آرڈر تھا کہ نمائش کے اختتام تک ہم یہاں رکیں۔“

”میں تو روکوں گی!....“ جولیا نے کہا۔ اس کی یہ بات فیصلہ کن بھی تھی! کیونکہ تھوڑی ہی
دری بعد اس کے علاوہ اور سارے ممبر وہاں سے چلے گئے....

جولیا مختلف ہو ٹلوں اور ریستورانوں کے چکر لگاتی رہی.... وہ آج بڑی پر کشش نظر آرہی

تھی کیونکہ آج اسکرٹ کی بجائے سائز ہی میں تھی۔ سائز ہی میں وہ بھیشہ بہت اچھی۔ لگتی
تھی!.... اس کی عمر چوپیں سے کم نہیں تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں ابھی تک چہرے پر پاپن
نہیں آیا تھا انداز میں بعض اوقات شر میلے پن کی جھلکیاں نظر آنے لگتی تھیں.... اسے ایکس ٹو

کے خواب آنے لگے تھے۔ جب بھی کوئی سمجھیدہ اور پرو قار آدی اسے نظر آتا ہو اس کے متعلق
ہو پنے لگتی کہ کہیں وہ ایکس ٹو ہی نہ ہو.... وہ ایسے آدمیوں کو دری تک گھوڑتی رہتی تھی کہ وہ

لوگ بھی اسے محسوس کر لیتے۔ ان میں سے بعض تو غلط فہمی ہی میں بیٹلا ہو جاتے.... جولیا سے
یہ سب کچھ عموماً بے خیال ہی میں سرزد ہوتا تھا اور پھر جب وہ خیالات کی دنیا سے باہر آتی تو

اسے بڑی شرم دیگی ہوتی۔ آج بھی کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ وہ چلنے لگنے تھک گئی تھی لہذا
ستانے کے لئے ایک ریستوران میں جا بیٹھی ویژر سے کافی کے لئے کہا۔ اگر ایکس ٹو کو شراب

مالپندا نہ ہوتی تو شاید وہ شراب ہی طلب کرتی پہلے وہ کبھی کبھار پی لیا کرتی تھی۔ لیکن جب اسے
یہ معلوم ہوا کہ ایکس ٹو شراب یہوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ تب سے ایک بوند بھی اس کے

لئے حرام ہو گئی تھی۔

طرف دیکھنے لگا۔ جو لیا جلدی سے بولی ”نہیں جانے دیجئے! میں خواہ مخواہ بات نہیں بڑھانا پاہتی.... آپ کا بہت بہت شکریہ!

”آپ ہی لوگوں کی رحم ذلی کی وجہ سے غنٹے سر کشی کرنے لگے ہیں!“ اس نے جواب دیا۔ مار کھانے والا زمین پر بیٹھا بغیلیں جھائک رہا تھا۔ اچانک وہ اٹھ کر بھاگا اور لوگ اس کے پیچے ”ڈٹنے لگے۔

”ہمیں یہاں سے بہت جانا چاہئے۔“ جو لیا پہنچی ہوئی بولی۔

”جبکہ آپ کی مرضی اور یہے میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس کے دوسرا ساتھی بھی اس بھیز میں موجود تھے۔ لیکن مصلحت خاموش رہ گئے۔ ہو سکتا ہے کہ نمائش کے باہر ان سے بھی نپٹنا پڑے۔“

”ہو سکتا ہے!“ جو لیا نے کہا ”پھر آپ کیا کریں گے....“

”کچھ نہیں دیکھا جائے گا.... ان کم بختوں سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ پہلے یہ غیر ملکیوں سے گھبراتے تھے۔ اب انہیں بھی پریشان کرنے لگے ہیں۔ آپ شاید اطاalloی ہیں۔“

”نہیں.... سوکھیں....“

”اوہ! اتب ہی آپ میں اتنی مشرقتیت ہے۔ اطاalloی اور سوکھیں لڑکیاں ہماری ہی لاکیوں کی طرح شر میں ہوتی ہیں.... دیکھئے آپ اس مشرقی لباس میں قریب قریب مشرقی ہی معلوم ہوتی ہیں۔ ویسے میں صرف آپ کے لباس ہی سے آپ کو غیر ملکی سمجھا تھا۔ اچھا چلتے۔ میں آپ کو گھٹک پر پہنچا دوں۔“

”نہیں آپ کو تکلیف ہو گی۔“

”اس کی فکر نہ کر جئے! درد نہ آپ کو شکایت ہو گی کہ ایک اجنبی دلیں میں آپ کے ساتھ پہلوکی کی گئی تھی!“

”نہیں میرے دلیں میں بھی برے آدمی بنتے ہیں اور آپ کی طرح شریف بھی!“

”وہ چلتے رہے حتیٰ کہ نمائش کے احاطے سے نکل آئے۔ باہر بھی آنے جانے والوں کی غاصی بھیز موجود تھی اور اس کا سلسلہ گھاث تک تھا۔“

”وفتنگ کی نے قریب ہی سے کہا ”تھی تھا“ اور تین چار آدمی جو لیا کے ساتھی پر ٹوٹ پڑے۔ جو لیا چھل کر ایک طرف ہٹ گئی۔ لیکن اس کا ساتھی اتنی ہی دیر میں دو آدمیوں کو نیچے گرا چکا

”وہ کافی کی چکیاں لیتی رہی۔ ساتھ ہی اس کی نظر بھی چاروں طرف بھکتی پھر رہی تھی۔ یہاں درجنوں خوش پوش جوڑے نظر آرہے تھے اچانک اس کی نظر ایک آدمی پر رک گئی اور اس کا دل دھڑکنے لگا۔ یہ آدمی بھی ایسا ہی تھا جس پر ایکس ٹوکادھو کا ہو سکتا تھا۔ یہ قریب قریب ویراہی تھا جیسا وہ ایکس ٹوکو سمجھتی تھی یعنی ایکس ٹوکی جیسی تصور اس نے اپنے ذہن میں بنا رکھی تھی! بھرا ہوا سا پر وقار چہرہ، کشادہ پیشانی اور آنکھیں بوجی میں ڈوبی ہوئیں! جسم پر معمولی کپڑے کا سوت، لیکن رکھ رکھا میں سیلقد اور سترپاپن... سادہ سی نائی!

”وہ خیالات میں کھو کر اسے گھوڑتی رہی.... بار بار اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ چیف آف سرائیکن ٹوہے۔ اس سے سوال کر بیٹھے۔ اس سے پوچھئے کہ کیا وہ اس کا پرسار اے....“

”پھر وہ اس وقت چونگی جب بیراخالی برتن سینئے لگا اب وہ آدمی بھی اسے لکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ جو لیا نے جلدی سے بن ادا کیا اور باہر نکل آئی۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ کسی نے اس کے قریب ہی سے کہا۔“ ”درستے گا۔“

”جو لیا کر مرڑی۔ لیکن دوسرا سے ہی لمحہ میں اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ کیونکہ یہ وہی آدمی تھا جسے وہ ریسٹوران میں ایکس ٹوکو سمجھ کر گھوڑتی رہی تھی۔“

”کیا آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہیں!“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔

”جی.... ن..... نہیں! کیوں؟“

”میں سمجھا تھا شاید! آپ مجھے اسی طرح دیکھ رہی تھیں جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے!“ جو لیا نے کہہ کر آگے بڑھنے کا قصد ہی کیا تھا کہ قریب سے گزرتی ہوئی بھیز میں سے کسی نے دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے پہنچی، اچانک اس کے قریب کھڑے ہوئے آدمی نے مجھ پر ایک چھلانگ لگائی اور ایک کو گریبان سے پکڑتے ہوئے ایک طرف کھینچ لایا۔

”یہ کیا حرکت تھی؟“ اس نے اس کا گریبان جھبھوڑتے ہوئے کہا۔ یہ آدمی بھی خوش پوش ہی تھا وہ اس سے الجھ پڑا۔ لیکن ریسٹوران والا آدمی اس سے زیادہ طاقتور معلوم ہوتا تھا۔ اس نے دو ہی چار گھونسوں میں اسے زمین دکھادی۔.... ان کے گرد مجھ اکٹھا ہو گیا۔ جو لیا بری طرح بوكلا گئی تھی۔ لوگوں کے پوچھنے پر اس آدمی نے کہا ”اس نے ان خاتون کو جان بوجھ کر دھکا دیا تھا....“

”پولیس کو.... پولیس کو ذہ“ چاروں طرف سے آوازیں آئیں۔ اور وہ آدمی جو لیا کی:

"اوہا!" جولیا کی نیند بالکل غائب ہو گئی۔ "میں نہیں سمجھی۔"

"حالانکہ تمہاری آواز سے صاف ظاہر ہے کہ تم سب کچھ سمجھ گئی ہو۔"

"جی.... تو کیا!"

"ہاں!.... تم اسی گروہ کے ایک آدمی کے چکر میں پڑ گئی ہو!۔ وہ اسی وقت سے تمہارے پہنچا ہوا تھا۔ جب تم اپنے دوسرے ساتھیوں سے الگ ہوئی تھیں۔ بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ اس آدمی سے ہوشیار رہنا وہ جو کچھ بھی ہوا تھا ایک اچھا خاصاً راما تھا!"

"تو کیا آپ نے اسی لئے مجھے دہاں بھیجا تھا؟" جولیا نے شکایت آئیں لبھے میں پوچھا۔
"نہیں میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ تم پر ذورے ڈالنے کی کوشش کریں گے۔
یوں کہ تم ایک اسارت قسم کی لڑکی ہو!.... مگر اسے کیا کہا جائے کہ سماں ہی میں تم بالکل بدھو معلوم ہونے لگتی ہو! اور یہ حسن ضرور بڑھ جاتا ہے!...."
جو لیاں ریمارک پر شرمائی گئی۔

"اچھا سنو! ایکس ٹوکی آواز پھر آئی۔" ہاں تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کیا وہ تمہارے ساتھ تھا تھے قلیث میں بھی آیا تھا۔

"بھی نہیں! میں نے اخلاق اسے کہا بھی تھا.... مگر وہ جلدی کا بہانہ کر کے چلا گیا!
اپنی شرافت اور بے عرضی ظاہر کرنے کے لئے ابھر حال وہ پھر تم سے ملے گا مستقبل
زرب ہی میں! لیکن تم یہ نہ ظاہر ہونے دینا کہ اس کی طرف سے مطمئن ہو! اس سے خائن
ہونے کی ضرورت نہیں! وہ تمہیں جب بھی ملے گا! میں تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں گا!
کاش میں آپ کو دیکھ سکتی ہوں!"

"کیا کرو گی!۔۔۔ یہ ایک فضول خواہش ہے جو شاید کبھی نہ پوری ہو سکے!"
پھر ایکس نو نے جولیا کے جواب کا انتظار کئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا! جولیا نے ایک طویل
کاں لی اور ریسیور کہ کھڑکی کے باہر جھانکنے لگی! اس کی آنکھوں میں غم کے سامنے نظر
ارہے تھے۔

قہار پھر تیرے کو بھی جولیا نے خلاء میں اچھتے دیکھا۔ ایک ہی گھونٹے نے اسے بھی زمین پر پہنچا دیا۔ بقیہ دو بھاگ نکلے لوگ پھر ان کے گرد اکٹھا ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خاصی بھیڑ ہو گئی اور ان تینوں کو بھی نکل جانے کا موقع عمل گیا۔ بمشکل تمام انہوں نے لوگوں کے استفادات سے پچھا چھڑایا.... اور اب وہ بھی تیزی سے گھاٹ کی طرف جا رہے تھے

"میں پھر کہتا ہوں کہ پولیس کو روپورٹ دے دی جائے۔" جولیا کے ساتھی نے کہا۔
"ہونا تو یہی چاہئے۔" جولیا نے ہانپتے ہوئے کہا۔ لیکن بعد کی پریشانیاں دردسر ہو جائیں گی۔ تفتش ہو گی.... مقدمہ قائم ہو گا۔ ایسی دوسرا یستکروں چھکھیں!

"ہاں!.... یہ تو ٹھیک ہے۔" اس کے ساتھی نے آہستہ سے کہا۔
بہر حال جولیا کی جان میں جان آئی کہ وہ اس بحث کو آگے بڑھانے کی بجائے اس سے مخفی ہو گیا تھا۔

دونوں جلد ہی گھاٹ پر پہنچ کر ایک لانچ میں پیش گئے۔

(۶)

ٹھیک تین بجے رات کو جولیا کے فون کی گھنٹی بھی۔ وہ بے خبر سوری تھی۔ گھنٹی متواتر بھتی رہی اور جا گناہی پڑا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت ایکس نو کے علاوہ اور کون فون کر سکتا تھا..... جولیا اسے پوچھتی تھی۔ لیکن میٹھی نیند شاید دنیا کی ساری لذتوں سے افضل ہوتی ہے۔ درستہ وہ اس پر چھبھلاتی کیوں؟ اس نے لیئے ہی لیئے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اخالیا۔

"ہیلو! اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور اسے جواب میں ایکس ٹوکی آواز سائی دی۔
"کیوں! کیا؟ وہ تمہارے گھر میں بھی آیا تھا!"

"کون؟"
"وہی جس نے تمہیں غندوں سے نجات دلائی تھی!...."
"تو کیا یہ بھیج وہ آپ ہی تھے! جولیا نیند کی جھوک میں پوچھ بیٹھی۔ وہاب بھی اوں گھر رہی تھی۔
"احمق لڑکیوں کی طرح خواب نہ دیکھا کرو! ایکس ٹوکی غصیل آواز نے اسے چونکا دیا۔۔۔
وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہیں معلوم ہونا چاہئے۔ میں ایک اپیسے گروہ کے چکر میں ہوں، جو شریف اور بھولی بھالی لڑکیوں کو پیشہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔"

(۷)

دوسری شام عمران اسی لڑکی کے مکان کے سامنے موجود تھا! جس سے مانہاما "کرپلدار" کے دفتر میں ملاقات ہوئی تھی! پہلے اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ گھر میں موجود ہے یا نہیں! شاید وہ ابھی دفتر سے واپس نہیں ہوئی تھی! عمران نے ذرا ہی سی دیر میں اس کے متعلق بہتری معلومات فراہم کر لیں! وہ وہاں تھا رہتی تھی..... پڑوسیوں سے اس کی شناسائی نہیں تھی! کبھی کوئی اس سے ملنے کے لئے نہیں آتا تھا! اتنی گھر ہی پر گزار تھی! پڑوسیوں کا خیال تھا کہ وہ بہت مغروہ ہے!.... کسی نے آج تک اسے زناہ لباس میں نہیں دیکھا تھا! سرد یوں میں پتلون اور چڑے کی جیکٹ پہنتی تھی! اور گرمیوں میں قمپس اور پتلون پتلونیں بھی زناہ تراش کی نہیں ہوتی تھیں!

ٹھیک چھ بجے وہ مکان کی طرف آتی دکھائی دی! عمران نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا!.... لیکن وہ عمران کو دیکھتے ہی پکھ گھر اسی گئی!

"ہائی!...." عمران دیدے نیچا کر بولا "بھروسی پتلون!"

"یہاں تم پٹ جاؤ گے!" لڑکی نے خود کو سنبھال کر کہا! "بہتر ہے کہ چپ چاپ چلے جاؤ!"

"پٹ جانا میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا! سمجھیں!.... لیکن اب تمہیں یہ شہر چھوڑ دیا پڑے گا!.... تم شاید میری باقی کو مذاق سمجھتی ہو!... تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ میں پھل رات ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سو سکا!.... رات بھر تمہاری پتلون مجھے غصہ دلاتی رہی میری ہڈیاں سلکتی رہیں! اور آج صبح سے ہی میں نے تمہارے خلاف مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا!.... اس وقت میرے پاس اتنی اطلاعات ہیں کہ خدا کی پناہ!.... اب آخری بار بھر کہتا ہوں کہ یا پتلون پہنچنا ترک کر دوا یا اس شہر سے کہیں اور چل جاؤ!"

"شش اپ! اس نے بر اسمانہ بنا کر کہا اور آگے بڑھ گئی!

"پوست بکس نمبر دو سو تیرہ!" عمران نے بلند آواز میں کہا! اور وہ اچاک اس طرح ٹھان پٹھن پشت پر گولی گئی ہو!.... وہ پلکیں جھپکائے بغیر دیر تک عمران کو دیکھتی رہی پھر آہستہ آہستہ ہوئی عمران نے اپس آگئی!.... عمران نے اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر کہا۔

"شاید "کرپلدار" کے ایڈیٹر کو اس کی اطلاع نہیں ہے کہ تم بڑی رقموں کے منی آرڈر بھی وصول کرتی ہو!.... کیوں؟"

"تم کون ہو؟" لڑکی نے آہستہ سے پوچھا۔

"خدا تعالیٰ فوجدار! تمہیں اس سے کیا غرض۔ بس پتلون پہنچا چھوڑ دو! پھر کبھی میری شکل بھی نہ دیکھو گی! اب میں یہ ہے کہ آج صبح سے اب تک میں نے تم پر تقریباً پانچ سوروں پر صرف کئے ہیں۔"

"مجھ پر کیوں؟"

"آہا تو کیا یہ معلومات مجھے مفت حاصل ہوئیں ہیں! اب اگر میں نے کل بھی تمہیں پتلون میں دیکھا تو تم جیل میں دکھائی دو گی!"

لڑکی کچھ نہ بولی اس کے چہرے پر سر اسیکی کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ بھرے بازار میں چوری کرتے کپڑی گئی ہو!

"بس میں کل تک اور انتظار کروں گا!" عمران بڑی بڑی اور صبح ہی تمہارے دفتر کے سامنے تم پر ایک نظر ڈالوں گا!.... اگر تم نے میرا کہنا مان لیا تو پھر تو کبھی مجھے اپنے قریب نہیں دیکھو گی۔ سمجھیں!.... دوسری صورت میں کیا ہو گا! یہ تم خود ہی سمجھ سکتی ہو۔ دیسے تمہیں اسکرت غرائزے یا ساری میں دیکھ کر میں یہ بھی بھلا دوں گا کہ تم مجرموں اور سازشیوں کے ایک گروہ سے تعلق رکھتی ہو!"

"اب میں پتلون نہیں پہنچوں گی! وعدہ کرتی ہوں!"

"یااا!... ویری گذرا!..." عمران احمقانہ انداز میں بنس کر واپسی کے لئے مڑا!.... "سینے تو سکی!" لڑکی نے اسے روکا۔

"بس اب سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے! پرواہ مت کرو!" عمران نے اس کی طرف مڑے بیٹھ کھا۔ اور تیز قدموں سے چلتا ہوا ایک گلی میں مڑ گیا!

(۸)

کیپٹن جعفری باہر جانے کے لئے تیار تھا! جیسے ہی اس نے کوٹ کی آسمتوں میں ہاتھ ڈالے فون کی گھنٹی نجاح اٹھی!... جعفری نے جھلا کر کوٹ کو میز پر ڈال دیا اور رسیور اٹھا کر دہاڑا۔

"بیلو!"

غم جاناں.... ابے کھٹ کھٹ.... لہو بن کر.... ابے کھٹ کھٹ.... ہا.... ملھیک تو ہے....
غم جاناں لہو بن کر نیک آنکھوں سے کچھ یوں بھی.... ابے کھٹ کھٹ.... ابے کھٹ کھٹ
.... ابے کھٹ کھٹ.... ابے کھٹ کھٹ!

سار جنت ناشاد اسی طرح مصر عوں کی تقطیع کرتا تھا!.... "قاعدات فاعلات" کے بھیڑے
آج تک اس کی بھجھی میں نہیں آتے تھے!.... دیس وہ اکثر دوسرے شعر اکو عروض سے
بناو اقت اور بالکل ہی کندہ ناتراش بتایا کرتا تھا!

جب بھی کبھی کسی نشست میں شعر و شاعری کی بات چھڑتی سار جنت ناشاد عروض لے
پڑھتا!.... اور اس کے ہم شین جو اس سے زیادہ نہیں ہوتے تھے اس کی ہاں میں ملا تے!....
سار جنت ناشاد فوجی آدمی تھا! تعلیم بھی وابحی تھی! لیکن اس کے باوجود اسے جگت استاد
ہونے کا دعویٰ تھا! اور اس کے ساتھ والے اس کی استادی کے قائل بھی تھے!.... کیونکہ اکثر
اس کے اشعار میر و غالب جیسے اسمائیڈ کے اشعار سے بھی لا جاتے تھے!.... ایسے ہی ایک موقع
پر کسی نے اعتراض کر دیا!.... سار جنت ناشاد ہڑ سے بولا "تولد ہوا ہے! اس پر ایک زور دار
قہقهہ پر اپھر اچانک اسے یاد آیا کہ اسے "تولد" نہیں "توارد" کہتے ہیں! مگر اب کیا ہو سکتا تھا! اس
نے ہی مناب سمجھا کہ اب خود بھی تھبھوں میں شریک ہو جائے! مشاعروں میں بڑے ٹھے سے
جاتا!.... اس وقت اس کے جسم پر فوجی وردی کی بجائے چوڑی دار پاجامہ ہوتا!.... اور پھولدار
جامانی کی اچکن!.... سر پر لکھنی طرز کی نوپی! کلے میں پان دبا کر اس طرح چلتا جیسے پنڈلیاں
درد سے پھٹی جاری ہوں!.... مگر اس وقت وہ نئے میں ضرور ہوتا تھا!

بہر حال یہ تھا ناشاد!۔۔۔ اس مکھے میں کیوں تھا؟ اس کا جواب شاکد عمران کے علاوہ اور کوئی
نہ دے سکتا!

اس وقت ناشاد بہت زور و شور سے غزل کہہ رہا تھا!.... منتخب شدہ تو انی میں مصرع ہو
چکے تھے! صرف گریں لگانی باتی تھیں کہ فون کی گھنٹی بھی اور وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے اس کی
مشاعرے کے ڈائس سے نیچے پھینک دیا گیا ہو۔ وہ جانتا تھا کہ فون یا تجویلیا کا ہو گایا ایکس ٹوکا! اس
نے بڑی اختیاط سے ریسیور اٹھایا!

"ناشاد!...." دوسری طرف سے ایکس ٹوکی آواز آئی۔ "غزل ہو رہی ہے!"

"آہا!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم یقیناً پہنچنے کے میز کو صدمہ پہنچاؤ گے!"
"اوہ!.... آپ! گذ مار نگ سر! "جعفری بو کھلا گیا کیونکہ آواز ایکس ٹوکی تھی!
"مار نگ" دوسری طرف سے آواز آئی! "تمہارے لئے ایک کام ہے!"
"فرمائیے جتاب!

"ماہنامہ کر پلکدار" کے دفتر میں ایک لڑکی کام کرتی ہے!.... مس زیبا! نصر و انجی بلنگ
کے گیارہوں فلیٹ میں رہتی ہے! اس کے متعلق معلومات فراہم کرنی ہیں۔ وہ کن لوگوں میں
انھی تیتحتی ہے! اس کے متعلق صبح دشام تک کی روپرٹ بھجھے ہر روز چاہئے! تمہاری آسانی کے
لئے یہ بھی بتا دوں دفتر کے فرائض میں ڈاک وصول کرنا بھی اسی کے ذمہ ہے! اور وہ پوسٹ
آفس جا کر براہ راست دیں سے ڈاک وصول کرتی ہے! پوسٹ بکس نمبر دو سو تیرہ ہے! تمہیں
دیکھنا ہے کہ وہ روزانہ کتنے کے منی آرڈر وصول کرتی ہے اور دفتر میں کتنی رقم جمع کرتی ہے!

"پوسٹ بکس نمبر.... کس پوسٹ آفس کا ہے!"

"جعفری کبھی کبھی عقل بھی استعمال کر لیا کرو۔"

"میں نہیں سمجھا جتاب!" "جعفری پھر بو کھلا گیا!

"جب پوسٹ بکس نمبر کے ساتھ آفس کا نام نہ لیا جائے تو وہ نمبر ہر حال میں جز
پوسٹ آفس ہی کا ہوتا ہے!"

"اوہ!.... جی ہاں!.... جی ہاں! میں سمجھتا ہوں!"

"خیر!.... تو نیالاں تمہیں اتنا ہی کرنا ہے!"

"بہت بہتر جتاب!

سلسلہ منقطع ہو گیا! اور جعفری ریسیور کھ کر کوٹ پہنچنے لگا! ساتھ ہی وہ بر اسامنہ بنائے
ہوئے کچھ بڑا تاہمی جاری تھا۔

(۹)

سار جنت ناشاد ایک غزل کہہ رہا تھا!.... سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر اس نے بہت سے
تو انی لکھ رکھے تھے! ان قافیوں میں ایک ایک مصرع کہہ کر ان پر گریں لگاتا جا رہا تھا! اچانک
ایک مصرع میں اسے گاڑی رکھی ہوئی سی معلوم ہونے لگی! اس نے اس کی تقطیع شروع کر دی!

”نہیں جتاب!... میں پرانے کیسوں کے فائل اٹ رہا تھا! قسم لے لیجئے جو سان بھرے آدھا صدر بھی ہوا ہو!“
”اچھا تو سنو! تمہیں شاداب نگر جانا ہے اور مودل گر لوز اسکول میں ایک استانی ہے، تاہیرا اس کے متعلق معلومات فراہم کرنی ہیں۔ کس قسم کی معلومات فراہم کرو گے؟“

”وہ یعنی... یعنی کے!....“ سار جنٹ ناشاد ہکلا کر رہ گیا!
”میں اس کی عمر نہیں معلوم کرنا چاہتا!.... نہ عاشقوں کی تعداد سمجھے!“
”جی ہاں! جی ہاں!“ ناشاد بوکھلا کر بولا!
”پھر کیا معلوم کرنا چاہتا ہوں؟“
”جی.... وہ... یہ!“

”ش آپ اور بہت حسین عورت ہے!“ ایکس ٹونے کہا! ”تم اس پر نظم کہنے کی کوشش نہیں کرو گے! تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگوں سے ملتی جاتی ہے!.... اور یہ کہ کوئی اس کی عمرانی تو نہیں کر رہا ہے!“
”جی ہاں! میں سمجھ گیا!“

”تم شراب پی کر تفتیش کے لئے نہیں نکلو گے!“
”ارے جتاب! لا حول ولا قوة... میں نے بالکل ترک کر دی ہے! یعنی میرا مطلب ہے کہ ذیوٹی پر بالکل نہیں پیتا۔ یقین فرمائیے!“
”اس سے عشق کرنے کی کوشش نہیں کرو گے!“
”بہت بہتر جتاب!....“

(۱۰)

کیپشن خاور ایکس ٹونے کے حکم سے اس لڑکی کے باپ کے متعلق چھان بیں کر رہا تھا جس کی لاش مژک پر پائی گئی تھی.... اس نے اپنی روپورٹ مکمل کر کے ایکس ٹونے کے مخصوص نمبر ڈائل کے جو نیلفیون ڈائرکٹری میں نہیں تھے۔

”جی ہاں!....“ اس نے ماڈھ پیس میں کہا ”اب وہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کی لڑکی کی لاش تھی! وہ مشر ہار پر کامیب ہے!.... ہار پر کوت آپ جانتے ہی ہوں!“

”گے!... بے انداز دولت کا مالک ہے۔“

”ہاں میں ہار پر کو جانتا ہوں! تم نے مقتولہ کے متعلق اور کیا معلوم کیا!“

”وہ ایک خوش مزاج اور بانسلیقہ لڑکی تھی! وہ اڑھا احباب زیادہ و سیع نہیں تھا! جس لڑکے سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کے والدین کو پسند نہیں تھا!“

”بس تم نے یہی ایک کام کی بات معلوم کی ہے!.... اچھا پھر اس لڑکے کا کیا یہا!“

”اوہ!... اس کے متعلق تو میں بھی کچھ نہیں معلوم کر سکا!“ کیپشن خاور نے کہا!

”ہاں تمہیں سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ لڑکی کی خوشی مزاجی اور خوش سلسلگی کے متعلق پہلے معلوم کرو!... کیپشن خاور!“

”عالی جتاب!....“

”آج کل تم لوگوں نے اپنی عقولوں کو چھٹی دے رکھی ہے!...“ ایکس ٹونے ناخوٹگوار لہجے میں کہا ”اچھا بخھے اس لڑکے کا نام اور پتہ بتاؤ!“

”عادل پویز!...! سردار منزل!... فلیٹ نمبر سات!“

”اچھا ہاں! تمہارا کام ختم!“ ایکس ٹونے کہا اور سلسلہ مقطع ہو گیا۔

(۱۱)

جو لیانا فٹزو اور اس ملاقات کو اتفاقیہ بھجتی اگر ایکس ٹونے اس موضوع پر پہلے ہی گفتگونہ کر چکی ہوتی!.... وہی آدمی جس نے لڑکوں کے جزیرے میں اسے غنٹوں سے بچایا تھا ایک جزل اسٹور میں مل گیا! جو لیا کو سمنکس خرید رہی تھی! یہ یہک اس کی نظر کا وٹر پرداہنی طرف پڑی۔ اور اسے وہی آدمی نظر آیا وہ مختلف قسم کے پاچپ دیکھ رہا تھا اور اس میں اتنا منہک تھا کہ شاید اسے وہاں جو لیا کی موجودگی کی خبر ہی نہیں تھی۔ پہلے تو جو لیا نے سوچا کہ چپ چاپ نکل ہی جائے! لیکن پھر!... ایکس ٹونے کی ہدایت کا خیال آگیا! وہ سوچنے لگی ممکن ہے ایکس ٹونے بھی نہیں کہیں موجود ہو۔

دفعتہ ایک بار دونوں کی نظریں ملیں.... لیکن اس آدمی کے چہرے پر بدستور وہی اجنبیت کی پائی جاتی رہی!.... وہ پھر پاپوں کی طرف متوجہ ہو گیا!.... ایسا معلوم ہوا جیسے وہ جو لیا کو پہچانتے ہی نہ ہو جو لیا نے کامنکس خریدیں اور انکا پیکٹ سنجھاتی ہوئی باہر نکل آئی۔ وہ شاید ابھی

تک کوئی پاپ منتخب نہیں کر سکا تھا! جو لیا غیر ارادی طور پر باہر رک گئی! اس کے بازوؤں میں سنجا ہوا پیکٹ زیادہ وزنی نہیں تھا! اس نے دہانہ بھی نہیں گزرا.....

دیکھنے لگا جیسے اسے کسی کی تلاش ہو!.... جو لیا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھی!.... اس نے ایک بار پھر جو لیا کی طرف دیکھا اور اس انداز میں دوسری طرف دیکھنے لگا! جیسے بعض اجنبی را، گیر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں!

”کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا!....“ جو لیا نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

”وہ پونک پڑا اور ندامت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا“ معاف سمجھے گا یہ میری بد قسمتی ہے!.... ویسے میں یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میں نے آپ کو کہاں دیکھا تھا!“

”تجب ہے آپ اتنی جلدی بھول گئے! ابھی چار ہی دن پہلے کی بات ہے! ہم دونوں

جزیرے والی نمائش میں ملے تھے! اور آپ نے مجھے ان غنزوں سے بچایا تھا!“

”اوہ!...! ہا!... اف فوہ!.... میں بھی لکتا ہمکروں ہوں!.... مجھے یاد آگیا کیسے آپ اچھی تو ہیں نا۔“ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جلد سے جلد جو لیا سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔ لیکن کسی مجبوری نے پیر پکر کئے ہوں.... وہ بار بار سر اونچا کر کے اوہر اوہر دیکھنے لگتا تھا۔

”کیا آپ کو جلدی ہے!“ جو لیا نے پوچھا!

”آہا!.... بھی ہاں!.... مگر کوئی نیکی نہیں نظر آ رہی! میری کار تین دن سے ایک گیر اج میں پڑی ہوئی ہے۔“

”اوہ! تو چلے! میری گاڑی موجود ہے! اس میں پریشانی کی کیا بات ہے!“

”نہیں آپ کو تکلیف ہو گی!“

”ہا میں! اس میں تکلیف کی کیا بات ہے! مجھے تو خوشی ہو گی!“

وہ اسے اپنی کار کے قریب لے گئی اور وہ پچھلی نشست کار واژہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

”وہیں بیٹھیں گے آپ“ جو لیا نے پوچھا۔

”بھی ہاں ٹھیک ہے۔“

جو لیا نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا! ”کہاں چلتے گا۔“

”گیر ال اسکوئر میں رہتا ہوں.... ریکشن اسٹریٹ!.... دیکھنے آپ کو تکلیف ہو رہی ہے!“

جو لیا نے ہلکا سا تقدیر کیا!.... اور کار چل پڑی!.... ریکشن اسٹریٹ تک خاموشی ہی رہی!.... نہ جو لیا کچھ بولی اور نہ اس پر اسرار آدمی ہی نے کچھ کہا!

گیر ال اسکوئر کے سامنے کار روک کر جو لیا بھی نیچے اتر آئی!.... لیکن اس کی حرمت کی کوئی انہانہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ وہ آدمی پچھلی سیٹ پر نہیں ہے! جو لیا راستے بھر خیالات میں کوئی رہی تھی!.... اس نے ایک بار بھی پیچھے مرکر دیکھنے کی رسمت نہیں گوارا کی تھی!.... دیسے یہ تو لازمی بات تھی کہ روائی کی جگہ سے یہاں تک اس نے ٹرینک کا نیبل کے اشارے پر کئی چورا ہوں کے قریب گاڑی روکی ہو گی۔ وہ پچھلی سیٹ کی طرف گئی! مگر سیٹ نالی نہیں تھی! اس پر کیڑے کی ایک گھری سی نظر آ رہی تھی! مگر اس نے یہ گھری اس پر اسرار آدمی کے پاس نہیں دیکھی تھی!

وہ ابے کھولنے کے لئے جھک پڑی! لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ کسی بیتلی کو پڑ میں بیٹھی ہوئی ہوا! اور وہ بیتلی کا پڑ بڑی تیزی سے زمین کی طرف جاربا ہوا!.... اس کی آنکھوں تملے اندھیرا آگیا! پیشانی پر سینہ پھوٹ چکا۔

گھری میں ایک نوزائدہ بچے کی لاش تھی! وہ اسے بدھوای میں جلدی سے ڈھانک کر اگلی سیٹ کی طرف بڑھی!.... اور دروازہ کھول کر اسٹرینگ کے سامنے ڈھیر ہو گئی! وہ جلدی سے دہان سے نکل جاتا چاہتی تھی!.... ہر حال میں!.... لیکن ابھی وہ کار اسٹارٹ بھی نہیں کر پائی تھی کہ ایک آدمی دروازہ کھول کر اس کے برابر آبیٹھا! یہ صورت ہی سے کوئی لفڑا معلوم ہوتا تھا!.... ہر لحاظ سے وہ کوئی برآ آدمی تھا۔ جو لیا کانپ کر رہا گئی! اس نے پر سکون لجھ میں کہا ”لگبراؤ!.... نہیں سب نہیک ہو جائے گا!“ اس نے جلد انگریزی میں ادا کیا تھا! مگر لبھ پڑھے لکھے آدمیوں کا ساتھا! اس نے پھر کہا۔ ”گاڑی چلا! اور اسے دریا کی طرف لے چلو!.... بقیہ باتیں راستے میں ہوں گی!“

جو لیا نے باول ناخواستہ کار اسٹارٹ کی!.... لیکن اس کے ہاتھ کا پر ہے تھے!.... کار چل پڑی اور اس آدمی نے کہا۔ ”محترمہ ایسے کام رات کی تاریکی میں انجمام دیئے جاتے ہیں! وہ تو

شکیے! میری نظر پڑ گئی اور نہ آپ بڑی مشکل میں پڑ جاتی۔... آب میں بہت تھوڑے معاوضے پر آپ کا یہ کام کر ادؤں گا!.... کسی کو کافنوں کان خبر نہ ہوگی! مگر یہ کیا حمایت تھی! آپ تھی سڑک پر کار روک کر گھٹھری کھولنے لگیں! ”جو لیا کچھ نہ بولی۔ اس کا سر بری طرح پکار رہا تھا۔ ”یہ شاید!“ اس آدمی نے کہا۔ آپ کی کسی سینی کا پچھے ہے؟ یا آپ کی بہن کا! آپ کا تو نہیں ہو سکتا مجھے یقین ہے؟“

”میں کچھ نہیں جانتی!“ جو لیا نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا۔ کسی نے مجھے پھنسانے کی کوشش کی ہے؟“

”اڑے اب مجھے سے کیا پر دہ۔ میں تو آپ کی مدد کرنے جا رہا ہوں۔ اس طرح اسٹھکانے لگاؤں گا کہ کسی کو کافنوں کان خبر بھی نہ ہوگی!— آپ صرف سورپے مجھے دبجے گا!.... غریب آدمی ہوں! زیادہ تکلیف نہیں دیتا! ویسے اگر آپ کسی بڑے داوا کے پکڑ میں پڑ گئی ہوتی تو وہ ایک ہزار سے کم نہ لیتا!“ جو لیا کچھ اسی بدحواس تھی کہ سب کچھ بھول گئی تھی اسے صرف پچھے کی لاش یاد تھی اور یہ آدمی جو یک بیک اس طرح مسلط ہو گیا تھا۔...

اس نے پھر کہا۔ ”ایسے کاموں کے لئے مجھے ہمیشہ یاد رکھیے!.... میں آپ کو اپنا پوتہ دوں گا! اوہ!.... ذرا ٹھہریے!.... وہ اگلی لگی ہے تا!.... اس کے سامنے کار روک لیجے گا! وہاں چائے خانے میں میرا ایک دوست ہے! اسے بھی ساتھ لے لوں وہ مجھ سے زیادہ چالاک ہے!“

جو لیا نے سوچا موقع بہت اچھا ہے!.... یہ اپنے ساتھی کو بلانے کے لئے جائے گا اور میں چپ چاپ ہکک لوں گی۔ مگر وہ جو لیا سے بھی زیادہ ہو شیار تھا!

جو لیا نے لگی کے پاس کار روک دی! اسے موقع تھی کہ وہ اتر کر جائے گا لیکن اس نے کار ہی میں بیٹھے بیٹھے پان والے کو آواز دی!.... وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے پکار کر کہا ”ذرا شارٹی کو بھیج دے!“

پان والے نے جو لیا کو اس طرح گھور کر دیکھا ہے وہ کوئی عجوبہ ہوا! پھر وہ خود ہی اپنی دوکان سے کوڈ کر چائے خانے میں جا گھسا!.... دو دیا تین منٹ بعد ایک آدمی ہوٹل سے نکلا اور سیدھا کار کی طرف آتا دکھائی دیا!.... وضع قطع سے کوئی دلیلی عیسائی معلوم ہوتا تھا۔

”شارٹی! پچھے بیٹھ جاؤ!“ جو لیا کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا!

”یہ خاتون مصیبت میں ہیں! میں ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں!“

”بڑی اچھی بات ہے!“ شارٹی نے پچھلا دروازہ کھوٹ کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔ کار پھر چل پڑی آگے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا ”دیکھی طرف محترم!“ پھر وہ شارٹی کو بتانے لگا کہ کس طرح اسے ایک پچھے کی لاش دکھائی دی۔ جب وہ ریکشن اسٹریٹ میں کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اور اب اسے ہر حال میں ان خاتون کی مدد کرنی ہے۔

”تم بالکل گدھے ہو!“ شارٹی بولا ”خواہ خواہ دوسروں کے پھٹے میں پاؤں ڈالتے ہو!...“

آپ ہی سمجھ بوجھ لیتیں ان سے پوچھو دے بھی سکیں گی سو روپے! کام تو برا خطر ناک ہے!“

اتی دیر میں جو لیا کوچ بچ یہ محسوس ہونے لگا تھا جیسے وہ مجرم ہی ہو! نوزائدہ پچھے کی لاش اسی کی ذات سے تعلق رکھتی ہو!

”میں دوں گی.... سورپے؟“ اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ ”لیکن یہاں اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہیں۔“

”وہ کھا بینا!“ شارٹی نے قہقہہ لگایا! ”میں نہ کہتا تھا! کیوں اپنا وقت برباد کر رہے ہو!“

آپ کے پاس سورپے نہیں ہیں! آگے بیٹھے ہوئے آدمی نے غصیل آواز میں پوچھا!

”نہیں! یہاں نہیں ہیں! لیکن واپسی میں آپ میرے گھر چل سکتے ہیں!“

”میں گھر ور نہیں جانتا!“ وہ بیٹھے سے اکھڑ گیا! ”یا تو آپ یہیں سورپے ادا کر سکتے یا پھر میں آپ کو سیدھا پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا۔“

پولیس اسٹیشن کے نام ہی سے جو لیا بوكھلائی! وہ وہاں اپنی اصلی حیثیت بھی نہیں ظاہر کر سکتی تھی۔ اصلی حیثیت ظاہر کرنے کا تو یہ مطلب تھا کہ وہ بھکے ہی سے الگ کر دی جاتی! اور

مجھ سے الگ ہو جانے کے بعد زندگی جیسی گذرتی ظاہر تھی! حکم اتنی معقول تھوڑا دیتا تھا کہ وہ ایک کار بھی رکھ سکتی تھی! اریسوں کی طرح زندگی بسر کر سکتی تھی! اس کے خیال سے وہ کانپ لگی!.... ویسے اسے اطمینان تھا کہ ایکس ٹو کوان حالات کی خبر ضرور ہوگی! اور وہ اس کی طرف سے غافل نہ ہو گا!.... مگر اس وقت وہ کیا کرتی! پولیس اسٹیشن تک معاملات کا پہنچ جانا ایکس ٹو

کے لئے بھی ناقابل برداشت ہو گا۔

”دیکھئے آپ اتنی ہمہرائی کیوں نہیں کرتے۔“ جو لیا منٹا۔

”ہم جیسے لوگ اگر مہربانی کرنے لگیں تو خود بھوکوں مرجائیں۔ ہم سے تو کسی کو ہمدردی بھی نہ ہو!“

”پھر آپ جو کچھ بھی کہیے میں کرنے کو تیار ہوں!“

”پولیس اشیش! وہ غریا!“

”یہ نہیں ہو سکتا! اس کے علاوہ!“

”ٹھہر ہے! میں بتاتا ہوں!“ شارنی نے پچھلی سیٹ سے کہا! ”آپ ہمیں ایک تحریر دے دیجیے گا!“

”نہیں! آگے بیٹھے ہوئے آدمی نے غصیل آواز میں ”تحریر کیا ہوگی! نہیں روپے!“

”تم پھر گدھے پن کی باتیں کر رہے ہو!... ایک شریف خاتون ہیں ان کا اعتبار کرو! اہم ایک تحریر کافی ہوگی جب یہ ہمیں رقم ادا کر دیں گے ہم تحریر و اپس کر دیں گے!“

”تحریر کیا ہوگی!“ جو لیانے پوچھا!

”یہی کہ میں ایک نو زائدہ بچے کی لاش چھپا کر پھینکنے کے لئے لے جادہ ہوں! بچے کی بائیں ران پر ایک سیاہ داغ ہے۔ یہ میری سہلی اور مادیوی کا ناجائز پچھہ تھا! میں نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا میں اور مادیوی کو بدناہی سے بچانا چاہتی ہوں! میں یہ سب کچھ باہوش و حواس لکھ رہی ہوں!“

”اس تحریر سے کیا ہو گا!“ جو لیانے پوچھا!

”اگر آپ روپے ادا کر دیں گی تو یہ تحریر آپ کو واپس کر دی جائے گی! ورنہ دوسرا صورت میں اس کا پولیس اشیش جا بچپن لا زمی ہو گا! لاش ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے!“

جو لیا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی! ”مجھے کوئی اعراض نہیں ہے!“

”بس تو پھر ہیک ہے!“ گاڑی روکیے! میں آپ کو کاغذ اور قلم دیتا ہوں! یہ رہی میری ڈائری بس اسی پر لکھ دیجیے! پھر ہم آپ کو آگے جانے کی بھی رسمت نہ دیں گے!“

جو لیانے سڑک کے کنارے کار روک دی! اب اس کے چہرے پر سر اسیگی کے آثار نہیں تھے! اس نے کہا ”لیکن اس کی کیا صفات ہے کہ تحریر دے دینے کے بعد بھی آپ مجھے دھوکا نہ دیں گے! لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے بعد بھی لاش میری کار رہی میں چھوڑ جائیں!“

”نہیں! ہم بعدہ یہ نہیں کریں گے!... شارنی نے اسے اٹھینا دلایا!“

تھوڑی دیر بعد جو لیا اس کی ڈائری پر اس کے قلم سے لکھ رہی تھی۔ وہ جو کچھ بھی بولا جو لیا کہنی چل گئی! آخر میں! اس نے اپنا صحیح نام اور پتہ بھی لکھ دیا وہ مطمئن تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ جو کچھ بھی کر رہی ہے ایکس نو کی پسند کے مطابق ہو گا! ہو سکتا ہے! وہ اسے چارہ بنا کر شکار کھیل رہا ہو۔ ایسی صورت میں اسے وہی کرنا چاہئے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں!....

”اب اس کی کیا صفات ہے کہ یہ نام اور پتہ درست ہی ہو گا!“ شارنی نے ڈائری والیں لیتے ہوئے کہا!

”اگر آپ میراڑا یونیگ لا ٹسنس دیکھنا چاہیں تو پیش کر دوں! اس پر بھی بھی پتہ تحریر ہے“

”اوہ—ہاں! یہ ٹھیک ہے!... ذرا دکھائیے!“

جو لیانے اسے اپاڑا یونیگ لا ٹسنس دکھایا! اور وہ مطمئن ہو گیا!

”مگر“ جو لیا نے کہا ”آپ ان روپیوں کی ادائیگی کس طرح چاہتے ہیں!“

”جب آپ کہیں!.... ہم وصول کر لیں گے!“

”آپ میں سے ایک آدمی اس وقت بھی میرے ساتھ چل سکتا ہے! لیکن دوسرے کو لاش اٹھا کر سیکھیں اترنا پڑے گا!“

”اے بس ختم کیجیے!“ شارنی نے بہس کر کہا! ہمیں آپ پر اعتماد ہے۔ ہم کسی دن بھی آپ کے گھر پر آ جائیں گے!“

”جب دل چاہے۔“ جو لیا بولی!

”وہ دونوں اتر کے اشارنی گھری اٹھائے ہوئے تھا یہ لوگ دریا سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے! لہذا یہ سڑک بھی قریب ویران ہی تھی! جو لیا نے بڑی جلدی میں کار گھمائی اور شہر کی لٹک بھاگ لگلی۔

(۱۲)

عمران کافی دیر سے زیبا کو ہمارا ہاتھا اور وہ اس طرح گھل مل گئی جیسے دونوں بر سوں پرانے ٹانگی ہوں! وہ اب ساری میں رہنے لگی تھی! اور آج خود ہی عمران کو سڑک کے ایک فٹ پاٹھ پر نکلا تھا! ورنہ عمران تو منہ چرا کر نکلا جا رہا تھا!.... عمران نے اسے کہا بھی کہ وہ اسے نہیں پہنچتا!... دونوں زندگی میں پہلی بار مل رہے ہیں لیکن زیباسر ہو گئی! وہ کہنے لگی جو کچھ بھی ہو!

وہ اس کی دوستی کی خواہشند ہے اور اب زندگی بھر پتوں نہیں پہنچے گی! بھروسہ وہ دونوں ایک چھوڑ سے کیفیتی میں جاییں گے! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے زیبا سے چھوڑنا ہی نہ چاہتی ہو!

عمران نے کئی بار اٹھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن زینابے ہاتھ پکڑ کر بھالیا۔

”اچھا زیبا صاحب! بر سینیل تذکرہ ایک بات پوچھتا چاہتا ہوں! حالانکہ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے!“

”ضرور پوچھئے! میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی! اپنے متعلق سب کچھ بتاؤں گی!“

”پوسٹ بکس نمبر دو سو تیرہ کے متعلق بھی بتا دیجئے گا!“ عمران نے بڑے بھولے پنے پوچھا! اور زینابے کے چہرے پر ہوانیاں اڑنے لگیں۔ لیکن اس نے جلدی ہی خود کو سنجھا لیا!

”اس کے متعلق!“ اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا ”آخر آپ اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں!“

”بس یونہی مجھے الجھاؤں کو سمجھانے میں لطف آتا ہے.... تمہارے متعلق چنان میں کرتے وقت یہ چیز سامنے آئی تھی اور میں اب بھی الجھن میں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے پچھلے چار دنوں میں کتنی رقم و صول کی ہے اور کتنی ماہنے کے دفتر میں بحث کی ہے!“

”یہ مجھ سے نہ پوچھئے! زینابے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”خیر نہ بتاؤ!... لیکن میں جانتا ہوں کہ تمہیں ایک دن میری مدد کی ضرورت محسوس ہو گی!“

”آپ میری کیا مدد کریں گے!“

”میں!.... میں تمہیں اس طرح نہیں مرنے دوں گا جس طرح دوسری لڑکیاں مر جائیں ایں تمہارے چہرے پر کسی وزنی گاڑی کا پہیہ نہیں چلنے دوں گا! اگر تمہیں ایسے ہی انجم کا خوف نہ ہوتا تو تم نے میرے متعلق ان لوگوں کو بہت کچھ بتا دیا ہوتا!.... تم جانتی ہو کہ!“

”تمہیں ایسی صورت میں زندہ رکھنا پسند نہیں کریں گے! جب تمہاری اصلیت کی دوسرے ہ ظاہر ہو جائے!.... ماہنے کا ایڈیٹر تم پر اعتماد کرتا ہے لیکن تمہاری اصلیت سے واقف نہیں ہے!.... اور تم اسے دھوکا بھی نہیں دیتیں اس کی رقمات ان کے حساب میں جمع ہو جائیں!.... مگر بڑے منی آرڈروں اور بیویوں کا اسے بھی علم نہیں ہے!“

”آپ بہت کچھ جانتے ہیں! مجھے بتائیے آپ کون ہیں!“ زینابے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ

”نہ پہنچتی ہوئی آواز میں کہا۔“

”میں ایک بے ضرر شہری ہوں! بس اور کچھ نہیں!.... مجھے تفریحات کے لئے بہت انتہا ہے اور میری تفریح میں ہے کہ میں بے تکی حرکتیں کرتا پھر دوں! مثلاً بھی کہ تمہیں پتوں کا استعمال چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا!“

”آپ میرے دوست ہیں!“

”یقیناً!“ عمران سر ہلا کر بولا!

”تو پھر اب آپ اس گفتگو کو یہیں ختم کر دیجئے اور نہ مجھے میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی!“

”ختم کر دیا! اچھا باب اپنے متعلق مجھے کچھ بتاؤ!.... ہم دوست ہی کیسے جب ایک دوسرے کے متعلق کچھ نہ جانیں!“

”میرے متعلق بھی آپ بہت کچھ جانتے ہوں گے!“

”کچھ نہیں جانتا! سوائے اس کے کہ تمہارا نام زینابے!.... لیکن زیناب خود تمہارا ہی منتخب کردہ نام ہے! اور نہ تمہارا نام زہرہ جمال ہے مگر تمہیں مرد بنسنے کا خط ہے!.... ایک زمانے میں تم زہرہ جمال کی بجائے مرخ جلال ہو گئی تھیں! اور اسی وقت سے تم پتوں پہنچنی آرہی تھیں!.... ہرگز تم نے اپنا نام زیناب کہ لیا!.... کیونکہ مرخ جلال مصنوعی خیز معلوم ہوتا تھا!.... اس کے علاوہ اور میں کچھ نہیں جانتا! مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم اس گروہ میں کیسے آپنھیں تھیں!“

”گروہ!.... میرے خدا!.... آپ سب کچھ جانتے ہیں! اور اگر آپ یہ سب کچھ جانتے ہیں تو یقین کبھی کہ آپ ایک بہت خطرے سے دوچار ہیں! وہ لوگ آپ کو زندہ نہ چھوڑیں گے!“

”میں سمجھتا ہوں! میں جانتا ہوں کہ وہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں! مگر اب میں اس گروہ کا کل قلع کرنے کا تھیہ کر چکا ہوں! اسے توڑ دوں گا! تم دیکھتی رہو!“

”مجھے یقین نہیں ہے! کیا آپ کی پشت پر پولیس ہے!“

”نہیں میں بالکل تہبا ہوں! ہر وقت تمہارا ہتا ہوں! حتیٰ کہ میری جیب میں ایک قفتر اش پاؤ بھی تمہیں نہ ملے گا! اس کے باوجود بھی مجھے یقین ہے کہ میں اس گروہ کو توڑ دوں گا! کیا کبھی تمہارا خیر ملامت نہیں کرتا!“

”نہیں میں نہیں جانتی!“

”پھر تم سے کچھ پوچھنا ضرور ہی ہے! میں یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ تم وہ رقمیں کسے سمجھتی ہو؟“
”میں اگر بتاؤں تو تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا!“

”ختم کرو... میں جانتا ہوں کہ تم ساری رقم کو بڑے نٹوں میں تبدیل کر کے ایک پیکٹ بناتی ہو اور سڑک کے کنڈے لگے ہوئے ایک لیٹر بکس میں ڈال دیتی ہو۔ پیکٹ سادہ ہوتا ہے اور اس پر کسی کامنا یا پتہ تحریر نہیں ہوتا!“

”کیا آپ کوئی سرکاری سراغر سماں ہیں؟“ زیبائے اسے گھوکر پوچھا!

”نہیں میں ایک بیضرا شہری ہوں! تم اس کی فکر نہ کرو! اگر تمہارا دل چاہے تو اپنے گروہ والوں سے بھی میرا ند کر کر سختی ہو۔ حالانکہ ان میں سے کسی کو بھی تم نہ جانتی ہو گی! میرے علم میں یہی ہے میں ان لوگوں کے طریق کار سے بھی واقف ہوں! تم اگر چاہو تو اس پیکٹ میں ایک خطر کھکھتی ہو! سراغنہ کو میرے وجود کا علم نہ جائے گا!“

”میں ایسا نہیں کروں گی!“

”جان کے خوف سے!“ عمران نے پوچھا!

”نہیں مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں ہے!....“

”پھر کیا بات ہے!“

”کچھ بھی نہیں! میں صرف اپنا کام انجام دینا جانتی ہوں! اور بس! میرے گرد و پیش کیا ہو جائے اس سے مجھ کوئی سر و کار نہیں!“

”غیر!—!“ عمران نے ایک طویل انگرائی لی! اس شہر میں ایک دن خون کے دریا ضرور بیہیں گا! اس کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہی ہو گی!“

”ہاں تم مجھے ایسے ہی معلوم ہوتے ہو!“ زیبائے کہا اور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی!

(۱۳)

فون کاریسیور بڑی دیر سے جو لیانا فٹر واٹر کے ہاتھ میں تھا! اور وہ ایکس ٹو کو اپنی پہتائی کی جب وہ خاموش ہوئی تو دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”تم بالکل پروا نہ کرو! سب کچھ میری نظر میں ہے!.... میں اس وقت بھی تم سے زیادہ دور

”کبھی نہیں!“ زیبائے غصیلے لبجھ میں کہا! ”میرے دل میں انسانیت کے لئے ذرہ برایہ بھی ہمدردی نہیں ہے! میں تباہی اور بر باد دیکھتا چاہتی ہوں نوع انسانی کی تباہی اور بر بادی خواہ وہ این بھوکی کے ذریعے ہو! خواہ ان ایٹھوں کے ذریعہ جو خود انسان کے جسم و ذہن میں پائے جاتے ہیں! میں جو کچھ بھی کر رہی ہوں اس سے شرمندہ نہیں ہوں۔ مجھے آدمیوں ہی نے تباہ کیا ہے! مجھے میرے باپ نے تباہ کیا ہے! سوتیلی ماں نے تباہ کیا ہے۔ وہ دونوں مجھ پر بے پناہ مظالم کرتے تھے! میں پچھی تھی! جوان تھی! اس وقت میرا باپ مجھے بیدوں سے پینا کرتا تھا! سوتیلی ماں جو عمر میں مجھ سے تھوڑی ہی بڑی تھی۔ مجھے بھوکار کھتی تھی!.... خواہ خواہ مجھے آوارگی اور بد چلنی کے الام دیتی تھی! حالانکہ میں مقدس فرشتوں کی قسم کھا سکتی ہوں کہ اس وقت میں پاکدا من تھی! مجھے نفرت ہو گئی! عورتوں سے نفرت ہو گئی۔ مردوں سے نفرت ہو گئی!.... حتیٰ کہ ماں بننے سے بھی نفرت ہو گئی جو ہر عورت کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے! اب میں بہت خوش ہوں!.... لڑکیاں خود کو سمجھتی ہیں! میں ان سے ز قمیں وصول کر کے انہیں پہنچائی ہوں جوان لڑکیوں کو عصمت فروشی پر مجبور کرتے ہیں! وہ لڑکیاں خود تباہ ہوئی ہیں اور اب معاشرے کو تباہ کر رہی ہیں۔ میرے باپ کا کلیج ٹھنڈا ہو رہا ہے اور میری سوتیلی ماں ایسی لڑکیاں جن رہی ہے جو اس کا کلیج ٹھنڈا کریں گی.... اس سیالاب کو کون روک سکے گا!.... کوئی نہیں! کوئی بھی نہیں!“

”نہیں تم اتنی بری نہیں ہو! جتنی خود کو سمجھتی ہو!“ عمران نے سر ہلاکر سنجیدگی سے کہا

”تمہارا ضمیر زندہ ہے! تم اسے برا سمجھتی ہو۔ اسے تباہی سمجھتی ہو! مگر تم خود ایک آگ میں سلگ رہی ہو اس لئے تمہیں اس عظیم جہنم کی آنحضرت محسوس نہیں ہوئی دیے تم اسے جہنم ہی سمجھتا ہو! جنت نہیں! وہ لوگ جو اس کے ذمہ دار ہیں ان کے ضمیر البتہ مردہ ہو چکے ہیں کیونکہ یہ ان کا برس ہے!.... ظاہر ہے کہ اس کام سے تمہیں مالی منفعت نہ ہوتی ہو گی!“

”نہیں میں اپنا پیٹ پالے کے لئے ماہنے کے دفتر میں کام کرتی ہوں! انہوں نے مجھے بھی پیشہ کرنا چاہتا ہے مگر میں نے صاف کہہ دیا کہ میں مرد ہوں! پھر وہ کافی عرصہ تک مجھے تماں لڑکیوں کو پھانسے کا کام سوچنے رہے! پھر اس کام پر لگا دیا! اچھا بس میں اب اور کچھ نہیں بتاؤں گی!“

”میں خود تباہ نہ پوچھوں گا!.... کیونکہ اس سے زیادہ تم جانتی ہی نہ ہو گی۔ کیا تم اس آدمی سے واقف ہو جو اس گروہ کا سراغنہ ہے!“

”اوہ کچھ نہیں! جناب!.... میں خود بھول گئی!“ جو لیا بوجھلا کر بیولی!
”اچھا لس۔ اب اپنا کام شروع کر دوا!“
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا!۔ جو لیا بوری دیر تک رسیور ہاتھ میں لے کھڑی رہی!....

(۱۲)

شیلا غائب!.... ناہید غائب! شیلا کا تو خیر پتہ ہی نہیں معلوم تھا! لیکن ناہید فی الحقیقت شاداب نگر کے مالوں گر لزاں سکول کی ایک استانی تھی! اگر لزاں سکول میں معلوم ہوا کہ وہ ایک ماہ کی چھٹی پر ہے!.... اور گھر پر یہ معلوم ہوا کہ وہ پچھلے کمی دنوں سے لاپتہ ہے.... عمران کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ تھا! یوں تو اس کے سامنے بہتیرے مجرم تھے اور وہ انہیں ہر وقت پکڑ سکتا تھا۔ مگر فی الحال یہ اس کے پروگرام میں نہیں تھا! وہ تو دراصل اس گروہ کا طریق کار معلوم کرنا چاہتا تھا! کیونکہ اسی کے ذریعہ اس کی رسانی اصل مجرم تک ہو سکتی تھی پوسٹ بکس نمبر دو سو تیرہ کے متعلق تفہیش کرائے وہ زیبا لک پہنچتا تھا!.... پھر زیبا کے ذریعہ وہ لیٹر بکس اس کے علم میں آیا جس میں وہ ایک مخصوص تاریخ پر بڑے نوٹوں کا پیکٹ ڈالا کرتی تھی! اب وہ لیٹر بکس اس کی توجہ کا مرکز تھا۔

ناہید کی تلاش اسے اس لئے تھی کہ وہ اس سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا تھا! وہی بات جس کی طرف شیلا نے اشارہ کیا تھا یعنی ناہید ان لوگوں کو اطلاع دے گی کہ شیلا ایک سرکاری سراغر ساں کے چکر میں پھنس گئی ہے! شیلا کی یہ بات درست بھی نکلی تھی! کیونکہ تھوڑی دیر بعد داشن منزل کی کپاؤٹن میں چند نامعلوم آدمی نہ صرف داخل ہوئے تھے بلکہ انہوں نے عمارت میں گھنے کی بھی کوشش کی تھی!.... ایسی صورت میں فی الحال اس کے علاوہ اور کیا سوچا جاسکتا تھا کہ ناہید ہی نے انہیں اطلاع دی ہوگی!.... لہذا بہ عمران یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ناہید نے انہیں اطلاع دینے کے لئے کون ساطریقہ اختیار کیا تھا۔

عمران نے ناہید کے لئے بہت تگ و دو کی لیکن اس کا سراغ نہ مل۔ کا!.... ابھی ایک پیچیدہ مسئلہ اور باقی تھا مقتولہ رابعہ کی لاش!.... جسے اس کی ماں نے رابعہ کی لاش تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا! لیکن اس کے جسم پر رابعہ ہی کے کپڑے تھے! حتیٰ کہ پیر کے ناخم پر پی بھی وہی

نہیں تھا! جب تم شارٹی کی ڈائری پر لکھ رہی تھیں!.... اگر تم اسے وہ تحریر نہ دیتیں تو مجھے یہ صدمہ ہوتا!.... تم واپسی ذہین ہو!“
”مگر اس کا انجام!“

”انجام!.... تم مطمئن رہو! ان میں بے کوئی بھی تم سے سورپے وصول کرنے نہیں آئے گا! اب سارا کام خط و کتابت کے ذریعہ ہو گا!.... تم پونکہ غیر ملکی ہو! اس لئے اوپنے طبقے میں بہت جلد مقبولیت حاصل کر سکتی ہو۔ لہذا خیال ہے کہ تم سے کم از کم ایک ہزار روپے ہنوز دار کا مطالبہ کیا جائے گا!“

”لغت ہے! میں ایک آدھ کو شوٹ کر دوں گی!“ جو لیا جھنجھلا گئی۔

”اس طرح تم سارا کھلیل بگار دو گی! میں کہتا ہوں تاکہ کوئی تمہارا بال بھی بیکار کر سکے گا!“
”اب میرے لئے کیا کام ہے؟“

”اب تمہارے لئے ایک بہت ہی اہم کام ہے تمہارے علاوہ اور کوئی اسے انجم نہیں دے سکتا!.... سردار منزل کے فلیٹ نمبر سات میں ایک لڑکا عادل پرویز رہتا ہے! اس سے دو گز کرو۔ وہ اس مقتولہ کا دوست تھا جس کی لاش پکھ دن ہوئے ملی تھی!.... تم نہایت آسانی سے اس لڑکی رابعہ کی سیلی بن سکتی ہو! بلکہ تم اس سے یہ بھی کہہ سکتی ہو کہ تم رابعہ کی راہدار چھیں! یعنی ان دنوں کے رومان کا تمہیں علم تھا!.... وہ کہہ سکتا ہے کہ رابعہ نے کبھی تمہارے تذکرہ نہیں کیا!.... اس کے جواب میں زیادہ باتیں بنانے کی کوشش نہ کرنا بلکہ لاپرواںی سے کہ دینا کہ نہ کیا ہو گا!.... بقیہ میں تمہاری ذہانت پر چھوڑتا ہوں!“
”کیا آپ میرے کام سے مطمئن ہیں!...“

”بہت مطمئن ہوں! فیضر واٹر!.... تم بہت ذہین ہو! بقیہ آدمیوں سے کہیں زیادہ!“

”میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں!“ جو لیا باتے کسی منہجی سی بچی کی طرح منمنا کر کہا!
”کیا کروگی!.... اس سے کیا فائدہ! تم نے مجھے سیکلروں بارو دیکھا ہے! لیکن نظر انداز کیکن! میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ تم مجھے ایکس ٹو سمجھ سکو!“

”میں آپ کو...!“ جو لیا کچھ کہتے رک گئی!

”ہاں کہو! کیا کہنا چاہتی ہو!“

تھی جو رابعہ نے اپنے پیر کے زخم پر باندھی تھی!... لیکن اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ وہ رابعہ کی لاش ہرگز نہیں تھی۔ رابعہ کی ماں اگر اپنا بیان نہ دیتی تو بھی اس میں شبہ باقی رہ جاتا کہ یہ رابعہ ہی کی لاش ہے!... کیونکہ پیر کے زخم کے متعلق پوسٹ مارٹم کی زپورٹ کچھ اور ہی کہہ رہی تھی!... ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ پیر کا زخم موت سے پہلے کا نہیں ہو سکتا! وہ موت کے بعد ہی وجود میں آیا ہوا گا!... بہر حال اس سے عمران نے بتیجہ اخذ کیا کہ کسی دوسری کی لاش رابعہ کی لاش بنا کر منظر عام پر لائی گئی تھی!... مقصد جو کچھ بھی رہا ہو۔ مقصد ہی معلوم کرنے کے لئے جو لیما فائز و اثر کو عادل پروزی کے پیچھے لگایا تھا۔

آج تو عمران زیبا اور لیٹر بکس کے چکر میں تھا! کیونکہ آج معمول کے مطابق وہ اس پیکٹ کو لیٹر بکس میں ڈالنے والی تھی! عمران کو یقین تھا کہ زیبانے اس کی اور اپنی گفتگو کے متعلق اپنے گروہ والوں کو مطلع نہ کیا ہو گا!... وہ کافی چالاک تھی۔ اس نے بھی یہ سوچا ہوا گا کہ گروہ والوں کو آگاہ کر دینے کے بعد وہ محفوظانہ رہ سکے گی! وہ کسی آدمی کو کب چھوڑنے لگے جو پولیس کی نظر میں آگیا ہو!

عمران کی دانست میں ناہید اور شیلا کا غائب ہو جانا بھی اس بات کا کھلا ہوا ثبوت تھا کہ وہ گروہ والوں کی کسی نئی سازش کا شکار ہو گئیں! اور یہ بات اسے شیلا ہی نے بتائی تھی کہ گروہ کے لئے کام کرنے والی لڑکوں کے برے انعام کی اطلاع ہر لڑکی کو دی جاتی ہے۔ انہیں تنبہ کیا جاتا تھا کہ پولیس کی نظر میں آجائے کے بعد ان کا بھی وہ انعام ہو سکتا ہے!

عمران آج صبح ہی سے زیبا کے پیچھے لگا رہا تھا! آج یہ کام وہ خود ہی کرنا چاہتا تھا اس لئے اسے میک اپ بھی کرنا پڑا تھا!... چونکہ زیبا سے بہت قریب سے دیکھ چکی تھی اس لئے اس میک اپ کے بغیر چناند شوار ہی تھا!...!

زیبانے حسب معمول پوسٹ بکس نمبر دوسرا تیرہ کے منی آڑڑ وصول کئے! پوسٹ آفس سے واہی کے بعد بیچہ وقت دفتر ہی میں گزریا... پھر اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑی۔ پانچ بجے سے آٹھ بجے رات تک فلیٹ میں رہی... آٹھ کے بعد پھر باہر آئی... ایک نیکی لی اور کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی! عمران اپنی نو سیر میں بیٹھا اس کا تعاقب کر رہا تھا! اگر اس اسٹریٹ کے موڑ پر زیبا نیکی سے اتر گئی! اب وہ گیرال اسٹریٹ میں پیدل چل رہی تھی۔ عمران

نے اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا ایک پیکٹ دیکھا!... وہ اسے علاجی لئے جا رہی تھی! اپنے ایک جگہ عمران نے اسے جھک کر کوئی چیز اٹھاتے دیکھا! وہ جلدی سے آگے بڑھ آیا! زیبا وہی پیکٹ زمیں سے اٹھا رہی تھی۔ وہ غالباً ایک کینے سے نکلنے والے پانچ چھ آدمیوں کی بھیڑ سے الجھ گئی تھی اور اسی دوران میں پیکٹ کیسے گرا گیا تھا!... جوبات بھی رہی ہو! عمران یہ نہیں دیکھ سکا کہ یہ پیکٹ کیسے گرا تھا!... ازیبا پیکٹ اٹھا کر ہو نتوں میں کچھ بڑی بڑی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ عمران اس کے پیچے چلتا رہا! لیکن اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کا تعاقب کر رہا ہے!....

لیٹر بکس گیرال اسٹریٹ کے آخری سر سے پر تھا! زیبانے وہ پیکٹ اس میں ڈال دیا اور بغیر توقف کئے آگے بڑھ گئی!... عمران وہیں کھڑا رہا جہاں رکا تھا! پھر تھوڑی دیر بعد وہ بھی آگے بڑھا اور جیب سے ایک لفافہ نکال کر لیٹر بکس میں ڈالنے لگا۔ وہ دراصل لیٹر بکس میں لگے ہوئے قفل کی ساخت دیکھا چاہتا تھا۔

وہ پھر اپنی جگہ پر واپس آگیا!... چونکہ پہلے سے اس مہم کا پروگرام تھا اس لئے ساری تیاریاں مکمل تھیں۔ وہ رات بھر یہیں سڑک پر رک کر لیٹر بکس کی گمراہی کرنا چاہتا تھا! کار اس نے سڑک پر چھوڑ دی تھی!... اسی کار میں پھٹے پرانے کپڑوں کا جوڑا تھا!... عمران نے ایک دوکان سے سیلیمان کو فون کیا کہ وہ کار وہاں نے لے جائے۔ اس کا نوکر سیلیمان ایک اچھا خاصا ڈرائیور بھی تھا!... اسے فون کرنے کے بعد کار کی طرف آیا! اس میں سے پرانے کپڑوں کی گھٹری نکالی اور قریب ہی کے ایک پیکٹ پیشاب خانے میں جا گھسا۔

تحوڑی دیر بعد جب وہ وہاں سے برآمد ہوا تو علیہ ہی اور تھا! جسم پر وہی پیٹھا پر انالباس تھا اور وہ اس طرح لنگڑا تھا! وہ اچل رہا تھا جیسے پیر میں شدید ترین تکلیف ہوا! بغل میں ایک گھٹری تھی جس میں شاید وہ کپڑے تھے جنہیں کچھ دیر قبل پہنے ہوئے تھے!

ٹھیک لیٹر بکس کے سامنے سڑک کی دوسری طرف اس نے ڈیرہ ڈال دیا!... رات ٹھیک ہی جارہی تھی ایک بجے تک سڑک سننا ہو گئی! عمران ایک عمارت کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ وہ تھا نہیں تھا! دونوں طرف فٹ پاٹھوں پر کئی بے خانماں پڑے سور ہے تھے! کچھ دیر بعد عمران بھی لیٹ گیا لیکن اس کی نظر لیٹر بکس ہی پر تھی!... پھر کہیں کے گھریوال نے چار بجائے!

عمران نے اپنی رانوں میں زور زور سے چکلیاں لے کر نیند کو بھگانے کی کوشش کر رہا تھا ان جانے کیوں یہاں اس فٹ پاٹھ پر اسے گھر سے زیادہ آرام مل رہا تھا۔ آرام اور نیند میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے.... نیند آتی رہی اور وہ اسے اپنے ذہن سے جھک دینے کی کوشش کرتا رہا!

” یہ تو کچھ بھی نہ ہوا....“ وہ اس وقت برا بڑا جب اجلا پھونٹنے لگا! رات بھر لیز بکس کے قریب کوئی سنایہ تک نظر نہیں آیا تھا!

اب وہ اس پیکر کا انتظار کرنے لگا جو ڈاک نکال کر لے جاتا! اس نے سوچا ممکن ہے..... وہ پیکر بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی ہو! مگر یہ بات قرین قیاس نہیں تھی! ضروری نہیں کہ ایک ہی آدمی ہمیشہ ڈاک نکالتا رہے! لہذا یہ طریقہ تو اختیار کیا ہی نہیں جا سکتا! پھر دھوپ بھی پھینے لگی!

عمران جہاں تھا وہیں رہا۔

تقریباً سات بجے ایک آدمی ڈاک نکالنے کے لئے لیز بکس کا قفل کھونے لگا! عمران سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے خطوط نکالے ان میں سرخ رنگ کا وہ پیکٹ موجود تھا نہ جانے کیوں پیکنے اسے اٹھا کر دور سڑک پر پھیک دیا۔

لیز بکس کے قریب والی پان کی دوکان کا مالک اپنی دکان کھولنے جا رہا تھا! اس نے پیکر سے پوچھا: ”کیوں چاچا! کیا پھینک دیا؟“

” ارسے لالا۔ وہی پیکٹ اسے جانے کون حرام زادہ مجھ سے مذاق کرتا ہے۔“ پان والا اپنا کام روک کر پیکٹ کی طرف چھپتا اور پھر اسے وہاں سے اٹھا کر واپس آیا۔ وہ اسے چاک کرتا ہوا کہہ رہا تھا چھپلی بارا لے پیکٹ سے دو تین بڑی مزیدار تصویریں نکلی تھیں!“

اس نے پیکٹ کو کھول ڈالا مگر دوسرے ہی لمحہ میں بولا ” وجہت تیری کی ! یہ تو پرانا خبر ہے۔“ اور پھر اس نے اخبار نکال کر زمین پر ٹھنڈا اور لفافے کے پر زے اڑا دینے! عمران کی آنکھیں جیرت سے پھیل گئی تھیں! اور وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا! یہ تو کچھ بھی نہ ہوا وہ سوچنے لگا!... ان دونوں کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوا تھا جیسے اس سے پہلے بھی وہ اسی قسم کے پیکٹوں سے دو چار ہو چکے ہیں۔ خصوصاً پیکر کا رویہ ... اس نے جھلاہست ہی میں اسے دور پھینک دیا تھا! گویا اس سے پہلے بھی پرانے اخبار ہی کی طرح کی فضول چیزیں پیکٹوں سے برآمد ہوتی رہی تھیں۔ یہ بھی تو ممکن نہیں تھا کہ کسی نے اصل پیکٹ لیز بکس سے نکال کر اس کی جگہ

دوسری اڑال دیا ہو۔ اگر ایسا ہوا بھی تو عمران کو کیوں نہ خبر ہوئی کیونکہ وہ رات بھر لیز بکس کی گرفتاری کر رہا تھا۔ عمران الجھن میں پڑ گیا آخر اس پیکٹ میں روی اخبار ہوتا کیا معنی رکھتا ہے۔

عمران وہاں سے اٹھ کر دوسرے فٹ پاٹھ پر چلا آیا! اسی پان والے سے دو سگزیٹ، خردیت ایک سلگالیا اور دوسرے کو کان پر رکھ کر نیچے پڑا ہوا اخبار اٹھانے لگا!....

اخبار کو اٹھا کر وہ وہاں سے چل پڑا.... وہ سوچنے لگا! کیا زیبائے اسے الوہیا تھا! مگر وہ تو ابھی حال ہی میں اس بات سے واقع ہوئی تھی کہ کوئی اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھتا ہے!.... ڈاک نکلنے والے پیکر اور پان والے کی گفتگو کا ماحصل اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ اس قسم کے پیکٹ ہمیشہ لیز بکس میں ملتے رہے ہیں اور ان میں سے فضول چیزیں ہی برآمد ہوتی رہی ہیں۔ یہ مسلسل چکراتیں والا تھا!

گھر پہنچ کر اس نے غسل کیا اور لباس تبدیل کرنے کے بعد ناشتے کے لئے غل غپڑہ مانے لگا! اس کی دوست روشنی اس کے ساتھ نہیں رہتی تھی!.... سارا کام اس کا نوکر سلیمان ہی سنبھالے ہوئے تھا۔

ناشترے کر پکنے کے بعد عمران نے وہی اخبار میز پر پھیلایا دیا جو اس پیکٹ سے نکلا تھا چھپلی تاریخوں کا اخبار تھا۔ ایک جگہ حاشیے پر اسے نیلی روشنائی کی تحریر نظر آئی.... مگر یہ کچھ بھی نہیں تھا!.... کچھ رقصیں جوڑی اور گھنائی گئی تھیں! اکثر لوگ اخبار کے حاشیوں پر اس قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں! پھر اسے کچھ دستخط نظر آئے اور عمران نے بے ساختہ جھک کر انہیں غور سے دیکھنے لگا! پھر یہ بیک کری سے اچل پڑا!....

(۱۵)

جو لیانا فائز و اڑو وہ خط دیکھ کر سر انتہہ ہو گئی! حالانکہ ایکس ٹونے پہلے ہی اس کی پیٹھیگوئی کر دی تھی!... خط کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے بھجا گیا تھا!... تحریر ناچہ میں تھی!... اس میں جو لیا سے کہا گیا تھا کہ وہ ہر ہفتہ سات سور و پے ادا کرے ورنہ اس کی وہ تحریر پولیس کے حوالے کر دی جائے گی جو اس نے ایک فوز ائمہ بیچ کی لاش کے سلسلے میں دی تھی!.... رقم پونٹ بکس نمبر دو سو تیرہ کے پتہ پر بھیجنی چاہئے اور بیتیری دھکیاں تھیں!.... آخر میں کہا گیا تھا کہ وہ یہ رقم ادا کر سکتی ہے کیونکہ اگر وہ چاہے تو اعلیٰ طبقے کے لوگوں کو بے آسانی پھانس سکتی

ہے! بہر حال لب لباب یہ تھا کہ اگر وہ جائز طریقوں سے رتم حاصل نہیں کر سکتی تو اسے اپنی جان بچانے کے لئے کوئی ناجائز طریقہ اختیار کرنا ہی پڑے گا۔

جو لیا نے خط لکھنے والے کو بے شمار گالیاں دیں اور فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کرنے لگی لیکن دوسرا طرف سے کوئی جواب نہیں ملا!.... پھر اس نے کمی بار اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی! اس کے پاس عادل پروزیز کے متعلق بھی ایک اہم خبر تھی! دو بجے کے قریب خود ایکس ٹو کا فون آیا۔ جو لیا نے موصول ہونے والے خط کے متعلق بتا کر بولی۔ ”عادل پروزیز کے متعلق سنئے اب اس نے وہ بات بھی بتائی ہے جو پو پیس کو بھی نہیں بتائی تھی! وہ کہتا ہے کہ حقیقتاً ان دونوں نے فرار ہو جانے کا پروگرام بنایا تھا! مگر عین وقت پر وہ پراسرار طریقہ پر غائب ہو گئی!... اس کا بیان ہے کہ وہ شادی کرتا چاہتے تھے مگر رابعہ کا باپ اس رشتے کو پسند نہیں کرتا تھا! وہ دونوں ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہیں!“

”یعنی مسٹر ہادر پر کے دفتر میں!“ ایکس ٹو نے پوچھا!

”جی ہاں!...“ جو لیا نے جواب دیا! مگر یہ مرد بھی بڑے الو کے پٹھے ہوتے ہیں! عادل پروزیز کو مجھ میں رابعہ کی جھلکیاں نظر آنے لگی ہیں! وہ گھنٹوں میراہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے رو تارہتا ہے.... کہتا ہے کہ تم دن میں ایک بار اپنی صورت ضرور دکھایا کرو۔ ورنہ میں مر جاؤں گا!“ جواب میں ایک ٹو نے قہقہہ لگایا اور بولا ”عورتیں بھی ایسی ہی الو کی پٹھی ہوتی ہیں! کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ آدمی کو بری طرح الوبتی ہے.... وہ ورڈ سور تھہ ہو جاتا ہے کیش ہو جاتا ہے.... باڑن ہو جاتا ہے.... میر ہو جاتا ہے غالب ہو جاتا ہے دفتر کے دفتر سیاہ کرتا ہے!.... مگر مقصد.... مقصود ان سب کا صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بچے کا باپ بنتا چاہتے ہیں!.... یہ ایک بجٹ طلبہ مسئلہ ہے.... مگر میرے پاس فی الحال وقت نہیں ہے! پھر کبھی سمجھانے کی کوشش کروں گا!“

”آپ بڑے کھر درے ہیں!“ جو لیا بولی!

”ہاں میں کھر درا ہوں.... اس لئے ہر وقت خوش رہتا ہوں! مجھے کوئی غم نہیں ہے!“ جو لیا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا کہے.... اور ایکس ٹو نے بھی سلسلہ منقطع کر دیا!.... نہ جانے کیوں جو لیا اوس ہو گئی تھی....

(۱۶)

عمران زیبا سے پھر ملا! وہ دونوں ماہنامہ ”کر پلکدار“ کے دفتر کے سامنے ہی ایک دوسرے سے نکل گئے تھے! ازیبا سے دیکھ کر بہن پڑی!

”میں آج کل دن رات تمہارے متعلق سوچا کرتی ہوں، نہ جانے کیا بات ہے!“

”سوچتی ہو گئی کہ اس کی بدولت ضرور جیل نصیب ہو گی۔“

”ہونہہ! اس کی مجھے پروا نہیں ہے اگر مجھے اس کا خیال ہوتا تو تمہیں اتنا کچھ کبھی نہ بتاتی!“

”مجھے ان ساری لڑکوں سے ہمدردی ہے جو اس چال میں پھنس گئی ہیں!“ عمران نے کہا۔

”اچھا کہ بتانا پتوں کا کیا قصہ تھا!...“

”کچھ بھی نہیں! مجھے عورتیں صرف اپنے لباس میں اچھی لگتی ہیں!... اچھا آو چلو کہیں بیٹھیں گے!“

وہ کچھ دوستک پیدل چلتے رہے پھر ایک رسیتور ان میں جا بیٹھے!

”تمہارا خیال غلط ہے!“ عمران اس سے کہہ رہا تھا! ”میرا تعلق پو پیس سے نہیں ہے! لیکن میں اس گروہ کا قلع قلع کئے بغیر نہ مانوں گا!“

زیبا ہنسنے لگی بالکل اسی طرح ہیسے کسی بچے کی لاف و گزار پر بہن رہی ہو! عمران چڑھ گیا!

”کیا تم مجھے اُلو سمجھتی ہو؟“

”نہیں تم نے حالات کا غلط اندازہ لگایا ہے! یہ گروہ بہت بڑا ہے! اور ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ جس کے سپرد جو کام کر دیا گیا ہے وہ اسے آنکھیں بند کر کے انجام دیتا رہتا ہے! میری ہی مثال لے لو.... میں منی آرڈر اور نیئے وصول کرتی ہوں اور انہیں ایک پیکٹ میں رکھ کر ایک مخصوص لیٹر بکس میں ڈال دیتی ہوں لیکن مجھے علم نہیں کہ وہ پیکٹ کس کے پاس پہنچتا ہے!

کیونکہ اس پر نہ تو کسی کا پتہ لکھا جاتا ہے اور نہ نکٹ لگائے جاتے ہیں!“

”کل والے پیکٹ میں کیا تھا!“

”توٹ تھے!...“

”کیا وہ ہمیشہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے!“

”ہاں ہدایت یہی ہے!...“

عمران کچھ سوچنے لگا! پھر تھوڑی دیر بعد بولا "کل وہ پیکٹ تمہارے ہاتھ سے پہلی بار گرا تھا! ایسا کثر اسی طرح گر جاتا ہے!"

"اوہو! زیباقونک کر عمران کو گھورنے لگی پھر آہستہ سے بولی! " تو تم میرا تعاقب کر رہے تھے!... خیر مجھے اس سے بحث نہیں البتہ پیکٹ کے گرنے کا معاملہ عجیب ہے! اوہ ہمیشہ کہیں نہ کہیں میرے ہاتھ سے گرتا ضرور ہے! اشروع سے دیکھتی آرہی ہوں! اور اس کے مطابق بدایت یہ ہے کہ میں اسے لیٹر بکس میں ڈالنے کے لئے علائی طور پر لے جاؤں!"

"اور وہ پیکٹ کسی بھیز ہی میں پھنس کر گرتا ہو گا!"

"ہاں یہی ہوتا ہے! لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں یونی.... خیر ہٹاؤ!... دیکھو تم اس شلوار اور جمپر میں کتنی اچھی لگتی ہو! " پھر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے اور عمران تھوڑی دیر بعد وہاں سے اٹھ گیا!

(۱۷)

مقتولہ رابعہ کا باپ بہت پریشان تھا!... پولیس نے اتنے دنوں میں اسے ٹنگ کر ڈالا تھا!... دوسرا طرف عادل پرویز اس کے لئے سوہاں روح بنا ہوا تھا۔ وہ اسی کے دفتر میں اکاؤنٹنٹ تھا!... اور وہ خود فیجر!... کاروبار مسٹر ہارپر کا تھا!... یہ فرم بڑے بیانہ پر ایک پورٹ اور ایمپورٹ کا کام کرتی تھی!

رابعہ کا باپ کمزور دل کا آدمی تھا!... عادل پرویز اٹھتے بیٹھتے اسے دھمکیاں دیتا رہتا!... اسے ڈراتا اور سہاتا!... آخر ٹنگ اکر آج اس نے تھیہ کر لیا تھا کہ کم از کم عادل پرویز کو تو اس فرم سے نکلاوی دے گا!... وہ ٹنک سلاٹھے آٹھ بجے رات کو مسٹر ہارپر کی کوٹھی پر بیٹھ گیا! ہارپر آج کل اس پر بہت مہربان تھا! کارڈ ملتے ہی اس نے اسے اندر بلوالیا!... ہارپر ایک اچھے تن و تو ش کا آدمی تھا! عمر زیادہ نہیں تھی! جوان ہی معلوم ہوتا تھا ایک دلی عیسائی تھا!

"عادل پرویز میرے لئے بہت تکلیف دہ ہو گیا ہے جتاب! " اس نے کہا!

"کیوں کیا بات ہے!... عادل پرویز!... میرا خیال ہے کہ تمہاری لڑکی کے سلسلے میں میں نے اس کا نام بھی سناتھا!"

"جی ہاں!... میں بڑا بد نصیب ہوں! لڑکی جان سے گئی۔ میں بدنام ہو گیا!... اور اب وہ

مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دیتا ہے!"
وہ کیا قصہ ہے سناء تھے تمہاری بیگم اسے اپنی لڑکی کی لاش تسلیم نہیں کرتیں!... " ہارپر نے پوچھا!

"جی ہاں! اور مجھے بھی شبہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ میری لڑکی کی لاش ہی نہیں تھی! کسی نے اسے میری لڑکی کی لاش ثابت کرنے کی کوشش کی تھی!"
ایسا کون ہو سکتا ہے! جسے تمہاری لڑکی کا وہ لباس مل سکے جو وہ پہنے ہوئی تھی۔ ہارپر نے جھٹ سے کہا!....

رابعہ کے باپ نے کوئی جواب نہیں دیا! پھر ہارپر ہی نے تھوڑی دیر بعد کہا "کیا وہ عادل پرویز نہیں ہو سکتا! میں نے تو یہاں تک سنائے کہ دونوں شادی کرنا چاہتے تھے! لیکن تم اس کے ٹالاف تھے!"

"جی ہاں! یہ درست ہے! میں یہ رشتہ پسند نہیں کرتا تھا! آپ سے کیا پرده!
اچھا! تم اسے ایک ماہ کا نوٹس دے کر بر طرف کر سکتے ہو! اس کے بعد میں اس کے خلاف اکھواری کر سکوں گا!... تم مطمئن رہو!... اگر اس میں اس کا ہاتھ ہے تو خاطر خواہ سزا ملے گی!... بس یا اور کچھ کہنا چاہتے ہو!"

"لبس اتنا ہی! آپ کا بہت بہت شکریہ! میں عادل پرویز کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا!
اور کوئی بات...."

"جی نہیں!... اب آپ آرام فرمائیں!... " رابعہ کا باپ اٹھ کر کرے سے چلا گیا! ہارپر نے سگریٹ کے ڈبے سے ایک سگریٹ نکالا!... اور اسے ہونٹوں میں دبا کر شاید سلاگا بھول گیا!
وہ خیالات میں ڈوبا ہوا کرے میں ٹھیل رہا تھا! اچاک اس کی نظر کھڑکی پر پڑی جہاں ایک سیاہ رنگ کا ہاتھ اندر کی طرف رینگتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ ہارپر ٹھیٹے ٹھیٹے رُک گیا! پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک سر تا پاسیاہ آدمی کرے میں آکو!... اس کا چہرہ بھی سیاہ تھا! لیکن خدو خال ندارد!... صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں!... اس کے ہاتھ میں ایک عجیب وضع کاریو اور تھا۔

ہارپر بڑے پر سکون انداز میں کھڑا رہا اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ تھی!
دونوں خاموش تھے! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان میں سے کوئی بھی بولنے کا رادہ نہیں رکھتا تھا۔

”مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہو! مسٹر ہارپر!...“ سیاہ فام آدمی نے کہا!
 ”نمیں مجھے تمہارے مقدر پر بھی آرہی ہے!...“ ہارپر نے پر سکون لجھ میں کہا
 ”کیونکہ تم جس آسانی سے یہاں آئے ہو اسی طرح والی نہ ہوگی!“
 ”میں واپس جانے کے لئے نہیں آیا۔!“ سیاہ فام نے لاپرواں سے کہا۔
 ”خیر!“ ہارپر بولا ”اب مقصد کی طرف آ جاؤ!...“ کیا تمہیں اپنی تجویری کی کنجیاں دوں؟“
 ”ہم انیسویں صدی میں نہیں میں مسٹر ہارپر!“ سیاہ فام نے طغیری لجھ میں کہا۔
 ”یہ انیسویں صدی کے کسی لیئے کا بہر دب نہیں ہے!...“ اور آج کل کوئی آدمی بھی
 گھر میں بڑی رقبیں نہیں رکھتا!“

”پھر کیا تم مجھے بھیروں سنانے آئے ہو!...“
 ”ہو سکتا ہے بھیروں ہی کا وقت آ جائے!“
 ہارپر پھر خاموش ہو کر اسے گھورنے لگا!...
 ”تم ابھی عادل پر دین کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے!...“ سیاہ فام نے پوچھا۔
 ”اچھا!“ تو تم عادل پر دین ہو!...“ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں پہلے کیوں نہ پہچان سکا!“
 ہارپر نے مسکرا کر کہا!
 ”میں کوئی بھی ہوں! اس سے تمہیں کیا!...“ یہ معلوم کر کے تم نہ فائدے میں رہو گے
 اور نہ نقصان میں!“

”رشت آپ!...“ دفعٹا ہارپر بہت زور سے چینا۔...“ میں بد تمیزوں کو کبھی معاف نہیں
 کرتا!... اپنی حیثیت کوں بھولو...“

”اور میں تمہیں ایک دوسرا نصیحت کروں گا!...“ سیاہ فام نے آہستہ سے کہا۔
 ”بیکار حق نہ چاہو و...“ کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا!...“ ویسے بھی غل غمازان کر
 مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے ادل بہت کمزور ہے! اسی لئے روایوں بھی بغیر آواز کارکھتا ہوں!“

”کیوں! میری مدد کے لئے کیوں نہ آئے گا!“
 ”ستھنیلک گیس کے صرف تین غبارے ان کے لئے کافی ہوئے ہیں! انہیں گھنٹوں ہوش
 نہیں آئے گا! سچھے! اور اب تم میرے بے آواز روایوں کے رحم و کرم پر ہو!“

”تم کیا چاہتے ہو!...“
 ”رابعہ کی واپسی!...“
 ”کیا بکواس ہے! تم کس رابعہ کی بات کر رہے ہو!“
 ”عادل پر دین کی مجبوہ کی بات ہے... ذیر مسٹر ہارپر!...“
 ”میں اسے کیا جانوں!...“
 ”آہانتے بھولے نہ ہو!...“ کیا تم نے اس وقت اسے اپنے آدمیوں سے نہیں اٹھوالیا تھا جب
 ”ریلے سے تھوڑے فاصلے پر عادل پر دین کا انتظار کر رہی تھی!...“ کیا تم عرصہ سے اس پر نظر نہیں
 رکھتے تھے! کیا وہ اکثر تم سے بھی نہیں ملتی رہتی تھی!... میرے پاس واضح ثبوت ہے....“
 ہارپر کچھ نہ بولا! اس کی آنکھوں میں حرمت تھی!
 ”اور ناہید اور شیلا کا پتہ بھی تم ہی بے پوچھوں گا!“
 ”تم کون ہو...!“ ہارپر کی زبان سے بیسانٹ نکلا!...
 ”میں ان سب لڑکیوں کی موت کا ذمہ دار تمہیں ٹھہراتا ہوں، جن کی بگڑی ہوئی لاشیں
 ٹھیٹ اب تک مل چکی ہیں۔“
 ”تم کون ہو...!“ ہارپر نے بھروسی سوال دہرایا!
 ”میں تمہیں الام دینا ہوں کہ تم میثمار شریف لڑکیوں سے پیشہ کرتے ہو!“
 ”تم بکواس کر رہے ہو!“ ہارپر نے بھنسی بھنسی آواز میں کہا۔
 ”میں اتنا حق نہیں ہوں کہ ثبوت مہیا کے بغیر چلا آتا!...“ ویسے میرے پاس ایک اقرار
 احمد بھی تیار ہے جس پر تمہیں اپنے دستخط کرنے پڑیں گے....!
 ”کیوں!“

”کیونکہ تمہیں ایسی بھی رقم ملتی ہے جس پر اعمم نیکیں نہیں ادا کرنا پڑتا! ہر ہفتہ تم
 ہاروں روپے کرتے ہو! اس میں میرا بھی حصہ ہونا چاہیے!“
 ”اوہ!“ تم جو کچھ بھی بک رہے ہو اس کے لئے تمہارے پاس کوئی ثبوت بھی ہے!“
 ”ایک نہیں درجنوں ثبوت ہیں!... میں رابعہ... ناہید!...“ اور شیلا کو اسی عمارت سے
 الٹا کر اسکتا ہوں کیا سمجھے! شیلا اور ناہید کو بھی تم ختم کر دیتے مگر فی الحال تم مزید لاشیں سامنے

نہیں لانا چاہتے تھے۔ کیوں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!

"تم جھک مار رہے ہو!" ہار پر غریباً! "جن لڑکوں کے تم نام لے رہے ہو! میں نے آج تک ان کی شکلیں بھی نہیں دیکھیں۔ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ!"

"وہ لڑکیاں تمہاری کوٹھی ہی سے برآمد کی جاسکتی ہیں!"

"تم نے میرے آدمیوں کو بیویوں کو شوگوار رہیں! یہ تمہارا ہی بیان ہے! اسی صورت میں تک کیا تین ہزار لڑکیاں یہاں داخل ہو سکتی ہیں!...."

"تو گویا میں تمہیں خواہ مخواہ پھانسے کی کوشش کر رہا ہوں!" سیاہ فام آدمی پڑتا!

"یقیناً!... پتہ نہیں تم کون ہو!.... اور مجھ سے کیوں بُر خاش رکھتے ہیں!"

"بُر خاش! اربے یہ تم کیا کہہ رہے ہو مسٹر ہارپر! میں تو تم سے بڑی محبت کرتا ہوں ازیادہ نہیں صرف تیس ہزار روپیہ ماہانہ پر کام پہنچ سکتا ہے! جب اکیس دن کا مہینہ ہو تو اکیس ہزار!... فروروی جب اٹھائیں دن کا ہو تو تیس ہزار!... اکیس کا ہو تو... چالیس ہزار شاہنشاہ!... تو پھر میں نکالوں ناقرار نامہ!"

"شائد تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے!"

"ہاں دماغ کی خرابی ہی تو تھی جس کی بناء پر مجھے پوست بکس نمبر دسویہ کی معلومات حاصل ہوئیں! زیبائے ملاقات ہوئی میں نے وہ سرنخ پیکٹ بھی دیکھے جو زیبائی کی اسریت کے لیے بکس میں ڈالا کرتی ہے.... پھر ان پیکٹوں سے روپی کاغذ بھی برآمد ہوتے دیکھے!.... تم کس صفائی سے نوٹوں والا پیکٹ اڑا لیتے ہو۔ یہ بھی دیکھا ہے!.... اسی لئے تم نے ایک مخصوص رنگ کے پیکٹ میں نوٹ رکھنے کا حکم دے رکھا ہے! وہ پیکٹ ہاتھ میں لے کر چلتی ہے تم چند آدمیوں کی ایک بھیڑ لئے ہوئے اس سے گمراہتے ہو! اس کے ہاتھ والا پیکٹ غائب ہوتا ہے اور تم دیباہی ایک دوسرا پیکٹ اس طرح گردادیتے ہو کہ وہ اسے اپنا ہی پیکٹ بھیحتی ہے کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!"

ہار پر کچھ نہیں بولا اس کے چرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے! تھوڑی در بعد

اس نے آہتہ سے کہا!

"تمیں ہزار بہت ہیں!...."

"اس سے کم پر میں قیامت تک نہیں تیار ہوں گا!"

"وہ پھر سوچنے لگا! آخر اس نے کہا! "اقرار نامہ نکالو!... مگر تمیں ہزار بہت ہیں کچھ کم کرو!"

"چلو دس پانچ کم کرو!... اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے! تمہیں شرم آئی چاہئے! اتنا لاتے ہو پھر بھی صرف تیس ہزار ماہانہ پر جان نکلتی ہے!... میرے اخراجات بہت وسیع ہیں اپنے میں یکشتہ دو چار ہزار کم کر دیتا!— یہ لو... یہ رہا اقرار نامہ! اسے اچھی طرح پڑھ لو تاک بعد میں کوئی شکایت نہ پیدا ہو اور ہمارے تعلقات خوشنگوار رہیں!"

ہار پر اقرار نامہ اس کے ہاتھ سے لے کر پڑھنے لگا! یہ شاید اس کی سیاہ کاریوں کی پوری داد دھی کوکہ آہتہ اس کے چرے کی رنگت پھیلی پڑتی جا رہی تھی اور وہ بار بار اپنے نکل ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا!

"تم بہت خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو! میرے ساتھ مل کر کام کرو!... بہت فائدہ مل رہو گے! اس نے کہا!

"میں مفت کی روٹیاں توڑنے کا عادی ہوں! کام مجھ سے نہیں ہو سکتا! جب تیس ہزار گھر بننے میں گے تو مزید کام کرنے کی کیا ضرورت ہے!"

"اچھاںی الحال ایک کام کر دو!... اس کے لئے میں تمہیں بچاں ہزار دوں گا!"

"چلو بتاؤ! ممکن ہے! میں وہ کام کسی نہ کسی طرح کر دی ڈالوں! مگر آدمی رقم کام سے پہلے کالے ڈالوں گا! آدمی بعد میں!"

"مغلور ہے! کام یہ ہے کہ کسی طرح ان تینوں لڑکوں کو ٹھکانے لگا دو! آج کل میرے ہاتھے گردش نہیں ہیں اس لئے میں یہ کام خود نہیں انجام دیتا چاہتا!"

"دیکھو! میں خود تو نہیں کر سکتا یہ کام لیکن میرے پاس ایسے آدمی ضرور ہیں جو یہ کام انجام نہیں دیں لیکن وہ کم از کم دس ہزار کا مطالبہ کریں گے اس لئے بچاں ہزار کم ہے! ہاں ساتھ پر معاملہ طے ہو سکتا ہے."

"اچھا تو آؤ میرے ساتھ!"

"پہلے اس پر دخنخڑ کر دو!...!"

"یہاں میرے پاس قلم نہیں ہے!"

"میرے پاس ہے قلم!" سیاہ پوش نے قلم نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

ہار پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا!

"آہا! سیاہ پوش بولا!" نہیں دوست! میں وہ سخت چاہتا ہوں جو تم اپنے چیزوں پر کرتے ہو! کار باری کاغذات پر کرتے ہو! وہ سخت چاہتا ہوں۔ جو اس بیٹھنے والے پیکٹ کے پرانے اخبار پر تھے۔ انہیں سختگی کی بناء پر تو نہیں تم تک پہنچا ہوں اور ہاں آئندہ کے لئے نیجت پکڑو! اپنے سختگاہ ادھر اور ڈنیا کرو! اگر اس اخبار پر تمہارے سختگانہ ملے تو میں قیامت ملک تمہیں نہ پاسکتا!"

"تم واقعی بہت چالاک ہو! تم سے چالاکی نہیں چل سکے گی!" ہار پر نہیں کرس کر بولا! اور اسے وہی سختگانہ یہے جو سیاہ پوش چاہتا تھا! پھر بڑے خلوص سے کہا! "اب تو اپنی شکل دکھادو!"

"کیا ان سینکڑوں لڑکیوں نے تمہاری شکل دیکھی ہے؟ جنہیں تم بلیک میل کرتے ہو، آج سے میں تمہیں بلیک میل کروں گا اور تم زندگی بھرپڑے نہیں لگا سکو کے کہ میں کون ہوں! سیاہ پوش اس کے پیچے کھڑا تھا، جیسے ہی وہ اقرار نامے کو میز سے اٹھانے کے لئے جھکا ہار پر نے اچھل کر اس کے چہرے پر اپنا سر مار دیا! سیاہ پوش اس غیر موقع محلے کیلئے تیار نہیں تھا! وہ کراہ کر دوسرا طرف الٹ گیا! چوت شاید اس کی ناک پر لگی تھی پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا! اقل اس کے کہ وہ اٹھ سکتا ہار پر نے جھپٹ کر پستول اٹھالیا! نال سیاہ پوش کی طرف اٹھی اور ٹریگر دیا گیا! لیکن اس میں سے گولی کی بجائے پانی کی دھار نکلی! دوسرا طرف سیاہ پوش نے قبھر لگایا! پھر اگر وہ ایک طرف ہٹتے گیا ہوتا تو پستول اس کی پیشانی پر پڑتا! یہ وار بھی خالی جاتے دیکھ کر ہار پر بھاگ لکلا! سیاہ پوش اس کے پیچے جھپٹا! لیکن وہ نہ پر سے اقرار نامہ اٹھانا نہیں بھولا تھا!

ہار پر کوئی بھی بے باہر نکل جانے کی کوشش کر رہا تھا! لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی! اٹھایا ہا پوش نے اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا تھا! اس نے ہار پر کوئی ایک کمرے میں گھستے دیکھا! ... تیزی سے آگے بڑھا! ... لیکن کرہ خالی چاہا ہار پر کہیں نظر نہ آیا! دوسرا طرف کوئی دروازہ نہیں تھا! سیاہ پوش نے معنی خیز انداز میں سر بلایا! ایسا معلوم ہوا جیسے اسے کچھ یاد آگیا ہو... وہ اس گول میز کی طرف جھپٹا جو کمرے کے وسط میں پچھی ہوئی تھی! اس کا اوپری حصہ دونوں ہاتھوں سے گھمانے لگا! اپاک ایک کھٹاکا سنائی دیا اور کمرے کے فرش میں ایک جگہ ایک جھوٹ

ی خلا پیدا ہو گئی! اتنی چھوٹی کہ ایک ہی آدمی اس سے گذر سکتا تھا! ... سیاہ پوش بڑی تیزی سے اس خلاء میں اتر گیا! ... جیسے ہی وہ آخری زینے پر پہنچا اور کی خلا ایک آواز کے ساتھ بند ہو گئی! وہ ایک تہہ خانے میں تھا! لیکن یہاں کافی روشنی تھی اور گھٹلن کا احساس نہیں ہوتا تھا! وہ پچھے اسی طرح بیانیا گیا تھا۔ مگر تہہ خانے کے اس حصے میں سنا تھا! ... یہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا! سیاہ پوش آگے بڑھا! اور دروازے سے گذر کر دوسرا کمرے میں پہنچا! یہاں تین لڑکیاں موجود تھیں۔ اور چوتھا ہار پر تھا! سیاہ پوش کو دیکھ کر اس کے منہ سے ایک گندی سی گالی اور وہ اس پر ٹوٹ پڑا! مگر اس بار سیاہ پوش نے بڑی پھرپتی دکھائی! وہ ایک طرف ہٹ گیا! اور ہار پر دیوار سے جا گکرایا! تینوں لڑکیاں کھڑی ہو گئی تھیں۔ ان کے پیروں میں زخمیں تھیں! اور وہ ایک لیک گزر سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھیں۔

ہار پر پھر پڑا! لیکن اس بار سیاہ پوش کا گھونسہ اس کے جزے پر پڑا اور لڑکیاں بے تحاشہ ہٹنے لگیں! ہار پر گالیاں بکتا ہوا فرش سے اٹھ رہا تھا! ...

"کیوں خواہ مخواہ جان دے رہے ہو؟" سیاہ پوش نہیں کرس کر بولا! "ابھی اتنے دن تو جیو کہ لوگ تمہاری بچانی کی خبر سن سکیں! ..."

ہار پر اٹھ کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا اس کا چہرہ زرد تھا! اور ہونٹ خشک ہو گئے تھے!

"جالیس ہزار ماہانہ! اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب تم نے عقائدی کی بات کی ہے!" سیاہ پوش نہیں کرس کر بولا! "اچھا ان لڑکیوں کی بیڑیاں کھول دو!"

"کیا کرو گے؟"

"انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا مگر سائٹھ ہزار!"

"میں دوں گا!" ہار پر نے کہا اور اپنی جیہیں نٹول کر ایک کنجی نکالی! دوسرا لمحے میں وہ جھکا جو بیڑیاں کھول رہا تھا! لڑکیاں آزاد ہو گئیں!

"اب تم چپ چاپ! ایک جگہ کھڑے ہو جاؤ!"

"کیوں؟"

"ان لڑکیوں سے تمہیں جوتے کھلواؤں گا!" سیاہ پوش نے زہریلے لبجے میں کہا!

سیکرٹ سروس والوں کی طرف سے ملکہ سراج اسلامی کو سونپا گیا تھا! ملکہ سراج اسلامی کے سپر شنڈٹ کیپشن فیاض کی بوکھلا ہٹیں قابل دید تھیں! وہ صح سے افسران بالا کے سامنے قلابازیاں کھارا تھا!... اور سیکرٹ سروس والوں کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہا تھا! جنہوں نے اس چیز کی بھی تشریف کر ادی تھی کہ یہ کیس انہوں نے ملکہ سراج اسلامی کو دیا ہے۔
اسی شام کو عمران زیبائے ملائے... وہ آفس سے نکل رہی تھی! عمران کو دیکھتے ہی اس کی طرف چھٹی۔

”معاف کیجئے گا! میں نے آپ کو پہچانا نہیں!“ عمران نے بے رحمی سے کہا!

”ارے.... مجھے نہیں پہچانا! یا اب میرے بھی ہتھکریاں لگوانے آئے ہو! کیا تمہارا تعین سیکرٹ سروس سے ہے!“

”نہیں میرا تعلق کسی سے بھی نہیں ہے! میں نے تم سے کہا تھا کہ گروہ ثوت جائے گا! وہ ثوت گیا! میں نے تم سے کہا تھا کہ تم پتوں پہننا پھوڑ دو گی۔ تم نے پھوڑ دیا! اب میں کہتا ہوں کہ تم آئندہ شرافت سے زندگی بس کرو گی!— یہ بھی تمہیں کہنا پڑے گا!“

زیبائی کچھ نہ بولی وہ حرمت سے عمران کو دیکھ رہی تھی!

”آج میں نے ایک کہانی لکھی ہے! ”حاتم کی خالا“ لیا تمہارے رسائلے میں چھپ جائے گی!“

”تم دوسروں کو لاویکوں بناتے ہو!“

”پھر کیا بناوں! الو کے علاوہ اور کوئی پر نہ مچھے پسند نہیں۔“

”تم آخر ہو کیا ہا!“

”ایک بگڑا ہواریں! لیکن تم میرے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہو گی! ورنہ تمہیں بھی عدالت میں حاضر ہو ناپڑے گا اور پھر تم باعزت طور پر زندگی بسرہ کر سکو گی! اس دفتر سے الگ کر دی جاؤ گی! اور پھر کوئی دوسرا ادارہ بھی تمہیں لینے پر تیاز نہ ہو گا!“

”میں سمجھتی ہوں! میں کبھی کسی سے تذکرہ نہیں کروں گی!“ زیبائی کی آنکھوں میں آنسو آگئے! اور عمران بنتا ہوا آگے بڑھ گیا!...
اس نے گھر واپس آ کر جو لیا کو فون کیا!

”اوہ!“ دوسری طرف سے جو لیا کی آواز آئی! ”آپ نے اکیلے ہی یہ مہم سر کر ڈالی۔“

لڑکیاں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں! اور ہار پر چینا! ”تم ایسا نہیں کر سکتے!“
”ضرور کروں گا! میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں!“

ہار پر ایک بار پھر اس پر چھپت پڑا۔ مگر اس دفعہ سیاہ پوش نے اسے اپنے سر سے بلند کر کے اس زور سے فرش پر ٹھیک دیا کہ ہار پر کی چینیں نکل گئیں! اب ہار پر میں اٹھنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی!... وہ فرش پر پڑے ہی پڑے مغلقات اڑا رہا تھا!

”کیوں لڑکیوں! سیاہ پوش بولا!“ کیا تم اس پر جوتے نہیں بر ساؤ گی!“

”نہیں، ہم اس کیتھے کی بے بی سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے!“ شیلانے کہا!

”واقعی تم شریف ہو... اپنا سب کچھ کھو چکنے کے بعد بھی تم نے کچھ نہیں کھوایا!“ سیاہ پوش نے کہا پھر اربعہ کی طرف دیکھا جو ان دونوں سے کہیں زیادہ حسین تھی!

”تم اس کے ہاتھ کیسے گلی تھیں!“ سیاہ پوش نے اس سے پوچھا!

”اس نے مجھے زبردستی پکڑا لیا تھا!“ رابعہ نے مردہ سی آواز میں کہا۔

”کیا اسے معلوم تھا کہ تم عادل پرویز کے ساتھ فرار ہونے والی ہو!“

رابعہ نے اس کا جواب فوراً نہیں دیا! اس کے چہرے پر شرم دیگی کے آثار تھے! سیاہ پوش کے دوبارہ استفسار پر اس نے کہا ”وہ مجھے سے کئی بار کہہ چکا تھا کہ میں اس سے سوں بیرج کروں۔ لیکن میں تیار نہیں ہوئی! اس نے کسی طرح پتہ لگایا ہو گا کہ عادل پرویز میرادوست ہے!“

”ہوں! اور ناہید! تم نے اسے کس طرح اطلاع دی تھی کہ شیلانش منزل میں ایک جاہوں کے چکد میں پڑ گئی ہے! ناہید رونے لگی! بڑی مشکل سے اس کے ہلق سے آواز نکل گئی!

”میں نے کیسے اہالیاں کے نجیگی کو فون کیا تھا!“

”ہوں! تو وہ بھی اس کا آدمی ہے۔ خیر۔ اب باہر چلو!“

”کیا آپ وہی ہیں!“ شیلانے پوچھا! ”تو اس رات مجھے ملے تھے! اداش منزل والے!...!“

”نہیں!— وہ آدمی تو ایک عام شہری ہے! اس نے ہمارے مجھے کو اطلاع دی تھی!“

(۱۸)

دوسرے دن اخبارات کا انداز چیننے کا ساتھا! پولیس کی غفلت اور ملکہ سراج اسلامی کی لاپرواںی کو جی بھر کے اچھالا گیا تھا! اخبارات کو اس کا علم نہ جانے کیسے ہو گیا تھا کہ ہے،

"ہاں! یہ موقع ہی ایسا تھا!
مجھے اس کے متعلق بتائیے!"

عمران نے اسے بتایا کہ وہ بار پر تک کیسے پہنچا تھا!... اس سلسلے میں اسے یہ کہاں شروع سے چھیڑنی پڑی۔ کس طرح وہ لڑکوں کے جزیرے میں پہنچا تھا! کس طرح ناہید اور شیلا ملیں اور اس کے بعد ہی سے کڑیاں ملتی جلی گئیں پھر بات زیبائے گذرتی ہوئی اس پر انسے انبار تک پہنچی جس پر بار پر کے دستخط ملے تھے! بار پر صاف پڑھا جاتا تھا۔ اس نے ہار پر کے میکوں میں تقسیش کی اور یہ بات پاپیہ شوت کو پہنچ گئی اخبار پر بار پر ہی کے دستخط تھے۔

"اب میں نے ہار پر کے متعلق تقسیش شروع کی!" عمران نے ماٹھ پیس میں کہا "اور اس نتیجے پر پہنچا کر بار پر بھی اس میں یقیناً ملوث ہے! مگر اس وقت تک مجھے یقین نہیں تھا کہ بار پر ہی اس گروہ کا سر غنہ ہو گا! میں نے اپنی کئی راتیں اس کی کوئی میں برداشت کیں۔ اسی دوران میں مجھے اس تہہ خانے کا سراغ مل گیا جس میں تینوں لڑکیاں قید تھیں! لیکن اب بھی میں وثوق سے نہیں کہ سکتا تھا کہ بار پر ہی سر غنہ ہے! اور یہ شبہ ضرور تھا! لہذا اس شبے کی تصدیق کرنے کے لئے مجھے بھی ایک بد معاش کاروپ دھارنا پڑا۔... بہر حال اس نے مجھے بھی اپنی ہی برادری کا کوئی آدمی سمجھ کر سب کچھ اگل دیا!۔ اسے یقین آگیا تھا کہ میں صرف اسے بلیک میل کرنا چاہتا ہوں!

"یہ کیس پولیس یا محکمہ سر افسانی کے بس کا نہیں تھا! جولی کی آواز آئی!

"انباروں نے اچھی دھیان اڑائی ہیں!"

"پتہ نہیں! انہیں کیسے علم ہو گیا کہ یہ کیس میرے محلے نے انکے سپرد کیا ہے؟" عمران نے کہا
"یہ اطلاع میں نے بھم پہنچائی تھی!" جولیا نے فخریہ انداز میں کہا!

"جولیا! عمران کا لیجہ سخت ہو گیا" تم آئندہ ایسا نہیں کرو گی!

"بہت اچھا جناب! میں معافی چاہتی ہوں!"

"میری رائے لئے بغیر کوئی کام نہ کرو!"

"بہت بہتر! جناب!"

عمران نے سلسہ منقطع کر دیا!

روشی دروازے میں کھڑی اسے گھونرہی تھی!

"کوئی تھی! اس نے پوچھا!

"خالا عوہمان!" عمران نے بڑی سنبھالی سے جواب دیا! ان کی بکری نے بچہ دیا ہے....

لہذا وہ مجھے سے زچہ و بچہ کے حق میں دعا کیں وصول کر رہی تھیں!

"تم جھک مارتے ہو!" روشنی بگرگئی! مجھے بتاؤ کہ یہ جولیا کون ہے؟

"یہ بتانا بہت مشکل ہے! اور یہ میں اس کے نواسے کا نام تمہیں بتا سکتا ہوں۔ اس کا نام ڈاکٹر بالشپر تھا! مگر تم یہ سب پوچھ کر کرو گی کیا!"

"تم آوارہ عورتوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے! صحیح!

"اچھا تو کہیں سے کوئی شریف ہی لا دو!..." عمران نے کہا! پھر بڑے زور سے دھڑا!

"کیوں بے سلیمان کے بچہ تو کیا سن رہا ہے؟"

روشنی نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا! اتنے میں عمران دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا! سلیمان کا دوڑ دوڑ تک پتہ نہیں تھا!....

روشنی بڑا تی ہوئی کمرے سے چلی گئی!۔

(ختم شد)

عمران نے شاید تھیہ کر لیا تھا کہ کیپن فیاض کو آگے نکلنے کا موقع نہ دے گا۔ اس کی کار عمران کی کار کے پیچے تھی اور عمران اپنی کار کے عقب نما آئینے میں فیاض کی کار کے بدلتے ہوئے رخ دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ اپنے کار آگے نکلنے کی کوشش کرتا۔۔۔ عمران کی کار سامنے آجائی۔۔۔ شہر سے باہر نکلتے ہی عمران نے یہ حرکت شروع کر دی تھی۔۔۔ تھوڑی ہی دیر میں ملکہ سراغ سانی کا پرمنڈنٹ آپے سے باہر ہو گیا۔

آپے سے باہر ہو جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کے ساتھ اس کی نئی اسٹینو مس پر دین تھی۔۔۔ فیاض کو گمان بھی نہیں تھا کہ راستے میں کہیں عمران سے مُبھیڑ ہو جائے گی۔ بس ایک جگہ یک ایک کار اس کی کار کے برابر چلتی ہوئی نظر آئی پھر آگے بڑھ گئی۔ یہ عمران کی ٹو سیر تھی اور عمران نہایت سنجیدہ انداز میں اسے ڈرایو کر رہا تھا۔ نئی اسٹینو عمران سے واقف نہیں تھی۔ فیاض دل ہی دل میں جلس رہا تھا۔ وہ یہ چاہتا ہی نہیں تھا کہ نئی اسٹینو کے سامنے عمران سے جہڑپ ہو۔ عمران سے اس کی کو رومنی تھی۔۔۔ اور گفتگو کرتے وقت عمران یہ بھول جاتا تھا کہ وہ کس سے گفتگو کر رہا ہے۔

”نہ جانے کون بیہودہ ہے جناب؟“ اسٹینو بڑا بڑا اور فیاض ہارن دینے لگا۔ اچانک عمران کی کار کچھ اس پوزیشن میں آگئی کہ اگر فیاض پورے بوریک نہ لگاتا تو نکراوہ لازمی تھا۔۔۔ اس کی کار بریکوں کی چڑپاہٹ کے ساتھ رک گئی۔ پر وین کا سرڈیش بورڈ سے نکراتے نکراتے بچا۔ عمران کی کار بھی تقریباً اس گز کے فاصلے پر رک گئی۔ فیاض دانت بیٹا ہوا اپنی کار سے اتر آیا۔ دوسری طرف عمران کھڑا بسور رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑی سعادتمندی سے کہا۔

پھر کا خون

(مکمل ناول)

"میں معافی چاہتا ہوں جناب!" بھروسہ پروین کی طرف نیکھنے لگا جیسے ہی فیاض نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے عمران بول پڑا۔ "اب جانے بھی دیجئے۔ میں معافی مانگ چکا ہوں۔ قصور میرا نہیں اس کار کا ہے۔ پلائی تھی کل رات.... نشہ اس وقت ہوا ہے.... عجیب واقعہ ہوا جناب پہلی رات میں تھاپی رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ تھا پیسے میں بالکل مزاج نہیں آتا۔ اس لئے پڑوس سے ایک بُری پکڑ لایا۔ مگر کمری بھی شاید کی اللہ والے کی تھی۔ کم جنت نے چکھی سک نہیں۔ اب کیا کرتا۔ کسی نہ کسی کو تو شریک کرنا ہی تھا۔ لہذا تمین چارپاک کار کی ٹنکی میں انڈیل دیئے۔ اب اس وقت یہ ظالم نشہ میں ہے۔"

"جناب!" پروین نے فیاض سے کہا "یہ حضرت نشہ میں معلوم ہوتے ہیں۔ اور نشہ کی حالت میں کارڈر انیوگر ناجرم ہے۔"

"کار نشہ میں ہے محترم!" عمران نے بڑی سعادتمندی سے کہا۔ "آپ یقین کیجئے۔ میں نے پورے چار بڑے گپ ٹنکی میں انڈیلے تھے۔" فیاض الجھن میں پڑ گیا۔ وہ عمران سے تو تو میں میں کر سکتا تھا اور نہ یہی ممکن تھا کہ وہ چپ چاپ اپنی کار میں جا بیٹھتا۔ پروین کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس بد تمزیز آدمی کے خلاف جلد کسی کارروائی کی موقع ہو۔

"کیا آپ اپناؤ رانیوگ لا تنس دکھائیں گے؟" پروین نے کہا۔
"ضرور ضرور...." عمران سر ہلا کر بولا۔

اپاںک فیاض کو ایک دوسری تدبیر سوچ گئی۔ وہ ہنسنے لگا۔ بھروسہ پروین سے بولا "کیا تم انہیں نہیں جانتیں؟.... یہ اپنے ڈائرکٹر ہرzel صاحب کے صاحبزادے ہیں.... پر مذاق آدمی ہیں۔"
"اوہ...." پروین عمران کو یقچے سے اوپر تک دیکھ کر رہ گئی۔ وہ اس وقت کسمتی پتلون، زرد تمپیشن اور گلابی نالی میں تھا۔

"آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں مسٹر عمران؟" فیاض نے.... بڑی شرافت سے پوچھا۔
"تھا جا رہا ہوں۔ میرے پاس کوئی تشریف نہیں ہے۔" عمران نے پروین کی طرف دیکھ کر کہا "کیا یہ آپ کی نئی تشریف ہیں؟ آپ بہت جلد تشریف بدلتے رہتے ہیں.... کیا پرانی تشریف کا تبدالہ کر دیا؟"

پروین بر امامتہ بنا کر کار میں جا بیٹھی اور فیاض آہستہ سے بولا۔
"یہ کیا بیہودگی ہے؟"
"تم اتنی جلد اشیوں کیوں بدلتے ہو؟"
"تم سے مطلب؟"
"مطلوب تو نہیں ہے... مگر!"
فیاض اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی اپنی کار میں آبیٹھا۔ انہیں اس اشارت کیا اور پھر چل پڑا۔
"یہ ایک بہت بڑا کریک ہے۔" فیاض اپنی اشیوں سے کہہ رہا تھا۔ خود رحمٰن صاحب اس سے عاجز ہیں اور انہوں نے اسے اپنی کوٹھی سے نکال دیا ہے۔
"صورت سے بھی بالکل حق معلوم ہوتے ہیں۔" پروین نے کہا۔
"صرف معلوم ہوتا ہے.... حقیقتاً ہے نہیں!"
"مگر اس وقت یہ ایک خطرناک حرکت کر رہے تھے.... اگر کار میں لا جاتیں تو....؟"
فیاض نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب وہ عمران کے متعلق گفتگو ختم کر دینا چاہتا تھا۔
"اس وقت شاید وہ نشہ ہی میں تھے۔" پروین نے کچھ دیر بعد کہا۔
"نہیں.... وہ شراب نہیں پیتا۔" فیاض بولا۔

اشتے میں عمران کی کار پھر فیاض کی کار سے آگے نکل گئی اور اب فیاض کی سمجھ میں آیا کہ عمران کا مقصد کیا ہے۔ فیاض دراصل ایک واقعے کی تفتیش کے سلسلے میں سنگبار کے علاقہ کی طرف جا رہا تھا۔

سنگبار کے علاقہ میں ایک حادثہ ہو گیا تھا۔ حادثہ بھی ایسا کہ تفتیش کے بغیر اسے حادثہ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

سنگبار کے علاقہ میں ایک سڑک نکلنے کے لئے چٹانیں بارود سے اڑائی جا رہی تھیں۔ اچاک پتھر کے ایک ڈھیر سے خون بہہ نکلا۔ تازہ تازہ خون.... اور سرسری گھبرا گیا۔ اس نے مزدوروں کی گفتگی کرائی۔ آس پاس کے لوگوں کا معاشرہ کیا۔ خطرے کے الارم دینے والوں کو چیک کیا لیکن نہ توان شعبوں سے تعلق رکھنے والوں میں کوئی کم تھا اور نہ کسی چوکی سے بھی اطلاع ملی کہ کوئی اپنی آدمی ادھر آنکلا ہے۔ پتھر کے ڈھیر سے خون کی دھاریں پھوٹی رہیں!

اور سیز نے شہر اطلاع بھجوائی۔ اس کے مکملے نے پولیس کو اطلاع دی۔.... بہر حال یہ بات مگر سر اگر سانی تسلیک جا پہنچی۔ اور فیاض اس وقت موقعہ واردات کے معاملے ہی کے لئے شکار جا رہا تھا پولیس دہاں پہلے ہی پہنچ پہنچی تھی۔ لیکن وہ کیپٹن فیاض کی آمد کی منتظر تھی۔

فیاض سوچنے لگا۔ شاید عمران وہیں جا رہا ہے۔ لیکن اس نے تمہیر کر لیا وہ اسے منوعہ حدود کے اندر قدم بھی نہیں رکھنے دے گا۔

پروین نے عمران کے متعلق پھر کچھ پوچھنا چاہا۔ اور فیاض بر اسمانہ بنا کر بولا "ختم کرو!، پھر اس نے اپنی کار کی رفتار تیز کر دی۔ دونوں کاروں میں باقاعدہ قسم کی دوڑ شروع ہو گئی تھی۔ عمران اسے آگے نکلنے کا موقعہ نہیں دے رہا تھا۔ اس وقت خیتنا وہ پاگل ہی معلوم ہو رہا تھا۔ دونوں میں سے کسی کی بھی ذرا سی غلطی بتاہی لا سکتی تھی۔ پروین کے چہرے پر ہوا نیا اڑ رہی تھیں۔

"تم ایک سرکاری کام میں رخنہ اندازی کر رہے ہو؟" فیاض چیخ کر بولا

"تمہاری ہر چیز سرکاری ہے..... پروانہ کرو!،....." عمران کی دور سے آواز آئی۔

"کیا یہ آدمی پاگل ہے؟" پروین بڑی بڑی "ڈائرکٹر جزل کا لڑکا ہونا کوئی اسی بات نہیں۔ یہ توجہالت ہے؟"

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔

اس طرح وہ آگے پیچھے شکار کے علاقے میں پہنچے۔

یہاں پولیس پہلے ہی سے موجود تھی۔ فیاض کار سے اتر کر اپنی اسٹینو سیٹ تار کی باڑھ نے اندر چلا گیا۔ اس اتنے حصے میں جہاں پھر وہیں میں خون پالا گیا تھا، خاردار تاروں سے حد بندی کر دی گئی تھی۔ اور داٹلے کے راستے پر پھرہ تھا۔

دور دور تک اونچی پنجی پہلاں یوں کے سلے بکھرے ہوئے تھے۔ چنانیں خشک اور بے آب و گیاہ تھیں۔

فیاض نے اس حصے کا جائزہ لیا۔ جہاں سے خون بہا تھا۔ یہاں دور تک اکٹھی ہوئی چٹانوں کا سلسلہ تھا۔ اور یہ بتانا مشکل تھا کہ خون نہیں اسی جگہ سے بہا ہے جہاں اس کے بڑے بڑے دھبے نظر آرہے تھے یا وہ کہیں دور سے آیا تھا۔

بہر حال فیاض نے پہلے تو مختلف زاویوں سے موقعہ واردات کے فوٹو لینے کا حکم دیا۔

پھر اسی کے حکم سے دو بڑے بڑے کرینوں کے ذریعہ اکٹھی ہوئی چٹانیں اٹھائی جانے لگیں۔

O

عمران نے خاردار تاروں کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنی ٹوئیٹر میں بیٹھا ایک کتاب پڑھتا رہا ہے کتاب بچوں کی پورش سے متعلق تھی۔ اور اس کے سرورق پر تحریر تھا۔ "دانش منداوں کے لئے ایک تھفا!"

اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہیں کہ خاردار تاروں کے اندر کیا ہو رہا ہے.... دوسرا طرف فیاض کو بھی حرمت تھی کہ آخر عمران نے اندر آنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ وہ اس کی ملاصیتوں سے بخوبی واقف تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ ناممکن کو ممکن بنا لینا عمران کے لئے مشکل نہیں وہ اندر پہنچنے کے لئے کوئی نہ کوئی جواز ضرور پیدا کر لیتا۔

فیاض کی کار عمران کی کار کے قریب ہی کھڑی تھی۔ فیاض تھوڑی دیر تک تو تاروں کی حدود میں رہا۔ پھر اپنی کار کی طرف لوٹ آیا۔... ظاہر ہے کہ ان چٹانوں کو وہاں سے نہ تالینا گھٹری "گھٹری کا کام تو تھا نہیں۔

پروین اس کتاب کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی جسے عمران بڑے انہاک کے ساتھ پڑھ رہا تھا۔ عمران نے اب بھی ان کی طرف نہیں دیکھا اور نہ کتاب کی طرف سے نظر ہٹائی۔ فیاض کو دوڑ تک چپ چاپ کھڑا رہا۔ پھر عمران کے قریب جا کر بولا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"اوہ...." عمران سہے ہوئے انداز میں چونک پڑا۔ پھر اس طرح مسکرا یا جیسے کوئی غلطی کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔

"میں یہ کتاب پڑھنے کے لئے وہر آنکھا تھا۔" عمران نے سمجھی گی سے کہا "بات دراصل یہ ہے کہ گھر راستے پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ لوگ ٹوکتے ہیں اور کچھ اس انداز میں حرمت ظاہر کرتے ہیں جیسے میں یہ کتاب پڑھ کر کچھ ٹوکے بننے لگوں گا.... او.... ہاف.... بھی معاف کرنا.... مجھے خیل نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی ٹوکنے بھی ہیں! مجھے ایسی گفگوئے کرنی چاہئے۔"

"تم سے سمجھی گی کی تو قر رکھنا حماقت ہے!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"سنجیدگی بجائے خود ایک بہت بڑی حماقت ہے۔ تم خواہ کتنی ہی شدت سے سنجیدہ کیونز ہو جاؤ۔ زمین و آسمان اپنی جگہ پر رہیں گے"

"سنو!" فیاض ہاتھ پلا کر بولا "ابھی تک میں زمان صاحب کا خیال کرتا تھا لیکن اب انہوں نے بھی کہہ دیا ہے کہ تمہارے ساتھ کتنی قسم کی رعایت نہ کی جائے۔"

"افسوں!" عمران ایک طویل سانس لے کر دردناک لیچ میں کہا "تب تو پھر میں کواراہی مر جاؤں گا۔ میرے خیال سے اس وقت سازھے ایک بجا ہو گا۔"

فیاض کچھ بولے بغیر پھر اپنی کار کی طرف چلا گیا۔

"یہ کام جلدی ختم ہونے والا نہیں معلوم ہوتا۔" اس نے پروین سے کہا۔

"تو کیا یہاں سے وہاں تک ساری چنانیں بٹائی جائیں گی۔" پروین نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" ہو سکتا ہے کہ یہ خون آخری سرے سے بہہ کر آیا ہو:..." فیاض بڑھ لیا۔ چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر خاردار باروں کے اندر چلا گیا۔... پروین کو وہیں خبر نے کا اشارة کر کے گیا تھا۔

اس لئے وہ کار میں جا بیٹھی۔

وفتح عمران نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور اسے ایک لمبا چکر دے کر ٹھیک فیاض کی کار کی سیدھہ میں لے آیا۔ رفتار خاصی تیز تھی۔

پروین کے طق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیز نکلی۔ لیکن جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ عمران کی کار فیاض کی کار سے نکرانی نہیں بلکہ صرف ایک بالشت کے فاصلے پر رک گئی۔ عمران نے انجن بند کیا اور پھر کتاب کھول لی۔

پروین کی چیخ سن کر فیاض پلٹ آیا۔

"کیا چیخ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ فیاض اس کاشانہ جھنجور کر بولا۔

"اوہاہ ہے!" عمران نے لاپرواٹی سے کہا۔

فیاض نے جھلا کر کچھ کھنا چاہلے لیکن دوسرا ہی لمحہ میں اس کامنہ ایک جھٹکے کے ساتھ بند ہو گیا۔ نہ بان دانتوں کے درمیان آکر زخمی ہو گئی۔

عمران کا سر۔۔۔ کار کی چھپت سے نکلایا۔

"پروین اس طرح چینی بھی کسی نے اس کے چھر اگھوپ دیا ہو۔ وہ دھاکہ ایسا ہی خوفناک تھا۔ پھر ایک برا سا پھر ان کے قریب ہی آکر گرا۔۔۔ چینی۔۔۔ پھر ایک بھی چینی۔۔۔ باروں کی باڑھ کے اندر لوگ چیز رہے تھے۔ جدھر جس کے سینگ مانے جھاگا۔ کچھ اب بھی چینی رہے تھے۔۔۔ یہ شاید وہ لوگ تھے۔۔۔ جو پھر وہ میں دب کر دم توڑ رہے تھے۔ عمران کو دکھا کر اپنی کار سے باہر آیا لیکن اس کے سیڑھے کاپ رہے تھے۔ دھاکہ نے اس کے اعصاب پر بھی بر الارثہ لاثا۔

پھر یہ آدھے گھنٹے کے بعد معلوم ہو رکا کہ تقریباً پندرہ آدمی اپنے پروین پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔۔۔ یا تو وہ بربی طرح زخمی ہو گئے تھے۔ یا مر گئے تھے۔۔۔ کسی کو نہ معلوم ہو۔ رکا کہ وہ دھاکہ کیا تھا؟۔۔۔ کیوں بوا تھا؟۔۔۔ اس کا ذمہ دار کون تھا؟ زخمیوں کی حالت ابتر تھی۔ پولیس کی ریڈیو کار سے ہیڈی کو اور ملٹری کا انتشار موت ہی کا پیغام ہوتا۔۔۔ اس لئے پولیس کی گاڑی کے ساتھ فیاض کی کار بھی کام میں آگئی۔ عمران کی چھپوٹی سی کار کی مصرف کی رہی اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا۔

فیاض۔۔۔ عمران اور پروین وہیں موجود رہے۔ زخمی شہر بیجھ دیئے گئے اور مردے وہیں پڑے رہے۔

اور سینر فیاض کے قریب کھڑا ہکلا رہا تھا۔۔۔ نہ۔۔۔ نہ جانے۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ جتاب۔۔۔ آپ یقین کیجھ۔۔۔ یہ ناممکن ہے!

"پھر یہ دھاکہ کیا تھا؟" فیاض گرج کر بولا۔۔۔ "مخفی تمہاری لاپرواٹی کی وجہ سے اتنی بانگیں۔۔۔ یقیناً تمہارے آدمی نہیں کہیں بار و داں کر بھول گئے ہیں۔"

"ایسا ممکن نہیں جناب۔۔۔ جناب۔۔۔ میری ہی گمراہی میں نہ جانے کتنا کام ہو چکا ہے۔۔۔ پبلے بھی یہ کیوں نہیں۔۔۔؟"

"خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ بہت جلد حقیقت واضح ہو جائے گی۔۔۔ کوئی ایسا مکمل نہیں ہے جہاں لٹھ خوری نہ ہو رہی ہو!"

"اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں جناب عالی۔۔۔" اور سینر نے ایک طویل سانس

وہ فیاض کو ساتھ لے کر تار کی باڑھ کے اندر داخل ہو گیا۔۔۔ یہاں پانچ لاٹیں ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں۔ سرنے والوں میں دو کا نشیل تھے اور تین مزدور۔۔۔!

”تم یہاں کیوں آئے تھے؟“ فیاض نے پوچھا۔

”مجھے جیسے آدمی کے لئے یہ سوال قطعی فضول ہے۔ میں بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ خون کیا ہے؟“ مگر اب تو یہاں خون ہی خون ہے۔“

فیاض پکھنے بولا۔ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے کریبوں نے کچھ چنانیں ہٹائی تھیں۔

”یہ ادھر دیکھو!“ عمران بولا ”خون یہاں بھی ہے۔۔۔ یقیناً یہ کہیں دو رہی سے آیا ہے اور

دھاکہ نہیں اسی جگہ ہوا ہے جہاں اکھڑی ہوئی چنانوں کا سلسلہ ختم ہوا تھا۔“

”تو پھر۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں بھی یہی محظوظ کر رہا ہوں۔“ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”فی الحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اور سیریز بے قصور معلوم ہوتا ہے۔۔۔ ظاہر ہے کہ کل کے بعد سے اب تک یہاں کام نہیں شروع ہوں گے اگر اسی سلسلے کی کوئی سرگ وہاں اس جگہ تھی تو اسے بھی کل ہی پہنچ جانا چاہئے تھا اور اگر یہ اسی سلسلے کی کوئی سرگ جو اتفاقاً کل نہیں پہنچی تو آج اس کے لئے تم اور سیریز کو الراہم نہیں دے سکتے۔“

”الراہم کو فی الحال الگ ہٹاؤ۔۔۔ اتنی جانیں ضائع ہو گئیں۔۔۔ اس کا ذمہ دار کون ہو گا۔“

”کوئی نہیں۔۔۔ اگر زور لہ آیا ہوتا۔۔۔ اگر سیلا ب آیا ہوتا۔۔۔ تب کون ذمہ دار ہوتا۔۔۔ ان باتوں کو چھوڑو۔۔۔ اور پھر دھاکے کی نوعیت یقیناً تشویش کن ہے۔۔۔“ عمران اکھڑی ہوئی

ہاتاں کے ذہیر پر چڑھنے لگا۔

”یہ کیا کر رہے ہو؟“ فیاض نے کہا۔

”بھی میں تمہاری طرح سرکاری آدمی تو ہوں نہیں کہ میرے بعد سرکار کو کوئی دوسرا اعلیٰ مہیا کرنے کی فکر ہو گی۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ تم ادھر نہیں جاسکتے۔“ فیاض جھنجھلا گیا۔

”تم بھی آؤ۔“ عمران مڑ کر مسکرایا۔۔۔ ”تمہاری ایسوں پر تمہاری دلیری کی دھاک بیٹھ لے گی۔۔۔ ویسے دیر کرنے میں ہو سکتا ہے کہ دھاکے کی وجہ نہ معلوم ہو سکے!“

”جبکہ افیاض بھی چنانوں پر چڑھا۔۔۔ اس کا اول نہیں چاہتا تھا مگر عمران نے لڑکی کا حوالہ

لے کر کہا۔ ”غیر جو پچھے میرے مقدار میں ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔“

عمران نے اسے اشارہ کیا کہ وہ وہاں سے ہٹ جائے۔

”تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گے!“ فیاض نے اس سے کہا۔

”بہت بہتر جناب!“ اور سیریز نے کہا اور سر جھکائے ایک طرف ہٹ گیا۔

اب کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ تاروں کی باڑھ کے اندر قدم رکھ سکتا۔

”فیاض!“ عمران اس کے قریب پہنچ کر بولا۔۔۔ ”جہاں دھماکہ ہوا ہے۔۔۔ وہ جگہ شاید ان بے چاروں کے دائیں عمل سے باہر ہے۔“

”یہ کیسے کہا جاسکتا ہے؟“

”وہ نقشہ مگواڑ۔۔۔ جس کے مطابق کام ہو رہا ہے۔“

”ہاں! نہیں ہے۔۔۔“ فیاض بڑا لیا۔۔۔ اور اور سیریز کو اشارے سے بلا کر کہا۔۔۔“

”نقشہ لاڈ جس کے مطابق کام ہو رہا ہے۔“

”بہت بہتر جناب!“ وہ جانے کے لئے مڑا۔

فیاض نے ایک کا نشیل کو اس کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا۔

عمران نے پروین کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر زردی تھی مگر آنکھوں سے کسی خاص جذبے کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

”میری گاڑی میں بیٹھ جائیے۔“ عمران نے اس سے کہا لیکن وہ بدستور کھڑی رہی۔ پھر

فیاض کے ایماء پر وہ عمران کی ٹوسری میں جا بیٹھی۔ اور سیریز نقشے لے کر گیا۔ عمران اور فیاض بڑی دیر تک نقشے پر جھکے رہے۔

پھر عمران سر ہلا کر بولا۔ ”نہیں! فیاض صاحب! یہ دھماکہ ان کے دائیں عمل سے قطعی باہر ہوا ہے۔“

وہ چند لمحے ادھر ادھر نظر دوڑاتا رہا۔ پھر اور سیریز سے بولا۔ ”تمہاری آخری حدود سرن جھنڈی ہے نا!“

”جی ہاں۔۔۔ وہی ہے۔۔۔“

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔“ عمران فیاض کے شانے پر ہاتھ رکھ کر زمین سے امحتا ہوا بولا۔

وے ٹریس پر طنز کیا تھا۔
وہ بہشکل تمام اس جگہ تک پنجے جہاں دوسرا دھماکہ ہوا تھا... یہاں بھی اکھڑی ہوئی
چنانوں کے ڈھیر تھے اور ان کے نیچے ڈھلان تھی... بہتیری چنانیں لڑھتی ہوئی نیچے جا پڑی
تھیں۔ اچانک عمران چینا۔
”اوھ... خون... وہ دیکھو...“

ڈھلان سے خون بہہ بہہ کر نیچے جا رہا تھا۔ چنانوں کے نیچے سے کئی جگہ تپلی تپلی نالیاں سی
پھوٹ نکلی تھیں... اور موٹی موٹی سرخ لکیریں متحرک نظر آ رہی تھیں۔
فیاض کے پیروں طرح کاپنے لگا۔ عمران چنانوں سے اتر کر ڈھلان کی طرف جانے لگا۔
”یہ... لگ... کیا کر رہے ہو؟“ فیاض بڑا بڑا۔
”تم بھی آؤ...“ عمران نہ سبھے بغیر بولا۔

فیاض بھی ہمت کر کے نیچے اترنے لگا۔ اور وہ اس جگہ پنجے کے جہاں سے خون کی دھاریں
نکل رہی تھیں!
”اب تم کیا کہو گے؟“ عمران نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔
فیاض نے اپنے خلک ہونٹوں پر زبان پھیری لیکن پکھے کہنے کی بجائے عمران کی آنکھوں میں
دیکھا رہا۔

”آج اوھ کون تھا!“ عمران نے کہا۔ ”پھر یہ خون کس کا ہے؟... کیا ہے؟“
عمران نے چنانوں کے رخنوں سے جھاکنے کی کوشش کی... لیکن پکھنہ دیکھ رہا۔
وہ دونوں کافی دیر تک اوھ اور سر مارتے رہے۔ پھر عمران واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ
اچانک فیاض نے اسے ایک طرف جھپٹتے دیکھا۔

یہ کوئی چمکدار چیز تھی جسے اٹھانے کے لئے عمران جھکا تھا۔ فیاض تیزی سے آگے بڑھا...
وہ کسی دھات کی ایک چمکدار نکیہ تھی جس کا کچھ حصہ ایک بڑے پتھر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ عمران
اسے نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی آخر اس نے جیب سے قلم تراش چاٹو کا کل
کر کر اس کے قرب و جوار کی مٹی کھو دنی شروع کر دی۔
بدقت تمام وہ اسے نکالنے میں کامیاب ہوا۔

نکیہ پالش کئے ہوئے فولاد کی تھی جس کا قطر دائی خضرد رہا ہو گا۔ یہ ایک طرف سے سادہ
نی اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے دائیے کے اندر طوع ہوتے ہوئے سورج کا نقش تھا۔
”یہ کیا ہے؟“ فیاض نے کہا۔
”کچھ بھی ہو۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ یہ ایک وزنی دھات ہے۔ ہوا میں اڑ کر یہاں تک
انہی سے رہی.... کوئی نہ کوئی لایا ہی ہو گا۔ اور اس کی حالت سے یہ بھی نہیں ظاہر ہوتا کہ یہ
بادہ دونوں تک یہاں پڑی رہی ہے.... اس کی چمک دیکھو!“
”کیا تم اس سے کسی نیچے پر پتھر رہے ہو؟“ فیاض نے پوچھا۔
”نہیں.... مگر!“ عمران سوچنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”جب تک کہ یہ ساری
چنانیں یہاں سے ہٹانے لی جائیں.... اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“
عمران نے وہ نکیہ اپنی جیب میں ڈالنی چاہی۔

”نہیں!“ فیاض اس کاہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ ”تم یہاں سے کوئی چیز نہیں لے جا سکتے۔“
”تمہاری مرضی... میں اسے قبر میں نہ لے جاتا۔“ عمران نے براسا منہ بنا کر کہا اور وہ
چمکدار نکیہ اسے واپس کر دی۔
توہڑی دیر بعد سنگبار کا دیرانہ گاڑیوں کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ پولیس کے کئی مسلح
استہان پتھر گئے تھے۔ جن کے ساتھ ایمپولنس گاڑیاں بھی تھیں۔
عمران پھر اپنی کار کی طرف واپس آگیا۔
کیونکہ قانونی طور پر اب وہاں اس کیلئے کوئی گنجائش نہیں تھی! پروین بدستور بھیجھی رہی۔
”آپ لوگ اس طرف چل گئے تھے.... میں ڈر رہی تھی۔“ اس نے کہا۔
”ہوں اول...“

عمران اب اس میں دلچسپی لینے کے موڑ میں نہیں تھا۔ لیکن محض اس موقع پر... ورنہ وہ تو
پہلے دو ماہ سے پروین میں دلچسپی لیتا رہا تھا! اسی دن سے جب فیاض کے آفس میں اسکا تقریر ہوا تھا۔
وہ سورج رہا تھا اپنی تمام تر ذہنی قوتوں کے ساتھ.... اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔
پروین دوسری طرف کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ عمران نے اسے روکا نہیں.... وہ
ہر لمحے اسی طرح بیٹھا رہا... پھر انہیں اسٹارٹ کر کے کار کو سڑک پر نکال لایا۔

اس نے اس طرح فیاض کا استقبال نہیں کیا جیسے عموماً کیا کرتا تھا۔ اس کے اس غیر متوقع رویہ پر فیاض کو بھی حیرت ہوئی۔

”کیوں کیا بات ہے؟“ فیاض کری سمجھنے کر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”آج کچھ عجیب سے لگ رہے ہو!“

”مجھے تمہارے مستقبل کی قدر ہے....“ عمران نے شہنشہ سانس لے کر کہا۔

”میں تمہیں اس خون کے متعلق بتانے آیا ہوں....“ فیاض نے جیب سے سگریٹ کیس کھلا اور خاموش ہو کر اس میں سے ایک سگریٹ منتخب کرنے لگا۔ وہ خود کو پر سکون ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگرچہ اشتخار کے آثار اب بھی اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔

”تم سے زیادہ شاید میں اس کے متعلق جانتا ہوں۔“ عمران نے نشک لبھ میں جواب دیا۔

”کیا جانتے ہو؟.... اتنا ہی...“ جتنا پر لیں رپورٹ لے اڑے ہیں۔“

”نہیں.... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان اکھڑی ہوئی چنانوں کے نیچے سے برآمد ہونے والی لاشوں میں کچھ لا شیں ایسی بھی ہیں جن کی موجودگی محکمہ خارج کیلئے باعث تشویش ہو سکتی ہے۔“

”تم کیا جانو؟“ فیاض اسے گھومنے لگا۔

”تم شاید تمن ہزار معاملات میں چار ہزار بار مجھے سے یہی سوال کر چکے ہو۔“ عمران سر بلا کر بولا۔ ”خیر بتاؤ.... تم کیا بتانا چاہتے ہو؟“

”نہیں پہلے تم بتاؤ کہ تمہیں اس کا علم کیونکر ہوا۔ یہ بات چند خاص آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم!“ فیاض اسے گھومنے لگا۔

”یہی تم مجھے کوئی عام آدمی سمجھتے ہو؟“ عمران گھٹ گیا۔

”میں تمہیں آدمی ہی نہیں سمجھتا!“ فیاض نے پچھلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”خیر تم نہ بتاؤ.... میں تمہیں بتاؤں گا.... چھروں کے نیچے سے پندرہ کچلی ہوئی لا شیں برآمد ہوئی ہیں‘ ان کے ہاتھوں میں ہٹکڑیاں اور پیروں میں پیڑیاں تھیں.... اور اکھڑی ہوئی چنانوں کی اندر ونی ساخت کچھ اس قسم کی ہے جیسے وہ تراشی گئی ہوں۔“

”ہاں! ہو سکتا ہے!“

”کیا ہو سکتا ہے؟“

”جو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ تم سمجھتے ہو۔ دہرانے کی ضرورت نہیں!“

اچاک اس نے پر دین کی آواز سنی.... جو چیختن ہوئی کار کے پیچے دوڑتی آرہی تھی۔

”ٹھہریے.... ٹھہریے.... میرا پر س رہ گیا ہے۔“

عمران نے رفتار تیز کر دی۔ اور اب اس نے باہمی ہاتھ سے زپ کھینچی اور اسے گود میں رکھ کر اندر کی چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس میں تھوڑے سے سکون کے علاوہ ایک چھوٹا سا آئینہ، اور لپ اسٹک جیسی دوسری آرائشی مصنوعات تھیں۔ مگر ایک اہم چیز! اعشاریہ پانچ کا ایک پتوں، عمران نے ایک طویل سانس لی اور پرس کو پھر بند کر کے وہیں ڈال دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔ کار کی رفتار پھر کم ہو گئی۔

پھر عقب نما آئینے پر نظر پڑتے ہی اسے یقین ہو گیا کہ پیچے آنے والی کار میں پر دین ہی ہو گی۔ اس نے کار کی رفتار کم کر دی اور اسے موڑ نے لگا۔ دوسری کار تھوڑے ہی فاصلے پر رک گئی۔ پر دین کار سے اتر رہی تھی۔

”اوہ....!“ عمران نے بلند آواز میں کہا۔ ”میں واپس ہی ہو رہا تھا.... آپ اپنا پرس چھوڑ گئی تھیں میں نے ابھی دیکھا۔“

پر دین کار کے قریب آگئی۔

عمران نے پر س اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”فیاض سے ہوشیار رہے گا.... وہ ہر تیس رے جو تھے ماہ اسٹیو بدلتا ہے۔“

”اس مشورے کا شکریہ!“ پر دین برا اسمانہ بن کر بولی۔ اور پرس لیکر دوسری طرف چل گئی۔ عمران اس ریو اور کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا جو پر دین کے پر س میں نظر آیا تھا۔ ... شاید وہ اس کے لئے غیر متوقع نہیں تھا.... ویسے یہ ضروری نہیں تھا کہ کمپیٹن فیاض کی اسٹیو بگ قانونی طور پر پتوں رکھنے کی مجاز ہو سکتی!



تن دن کے بعد فیاض بوکھلایا ہوا عمران کے فلیٹ میں داخل ہوا۔

عمران تھا تھا۔ اور بظاہر بیکار نظر آرہا تھا۔ اس پر بلا کی سنجیدگی طاری تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اسے اپنے بچوں کے مستقبل کی قدر ستاری ہو۔

"میں سمجھتا ہوں کہ پہاڑیوں کو اندر سے تراش کر کچھ کال کو ٹھڑیاں بنائی گئی تھیں اور وہاں کچھ قیدی رکھے گئے تھے۔"

"اتقی مولیٰ عقل میں بھی رکھتا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کیا اس میں بھی کوئی عجیب بات ہے جو تم مجھے بتانا چاہتے ہو۔"

"کیا یہ بذات خود عجیب نہیں ہے۔"

"میری نظر نہیں! کیا پہاڑوں کا اندر سے تراشا جانا کوئی حیرت انگیز چیز ہے۔ آج سے دو ہزار برس پہلے کے لوگ بھی اس فن سے واقف تھے اور وہاں قیدیوں کا ہونا بھی حیرت انگیز نہیں ہے۔ کیا کسی کو قید کر کے کہیں بند کر دینا انسانی دسترس سے باہر ہے؟"

"تم کیا کہنا چاہئے ہو؟" فیاض کے لمحے میں اکتھت تھی۔

"میں تمہیں اس سلسلے کی سب سے زیادہ حیرت انگیز بات بتانا چاہتا ہوں۔" عمران فیاض کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "محکمہ خارجہ کے جس آفسر کی لاش آج وہاں سے برآمد ہوئی ہے۔ وہ کل چار بجے شام تک اپنے آفس میں دیکھا گیا ہے۔ آج جو لاشیں برآمد ہوئی ہیں وہ کم از کم تین دن پہلے کی ہیں۔ ان کی حالت ہمیں ظاہر کرتی ہے۔"

"تمہیں جیل میں ہوتا چاہئے؟" فیاض نے سمجھی گی سے کہا۔

"اور تمہیں چانسی کے تخت پر...." عمران کی سمجھی گی میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔

"یہ بات جو تم نے مجھے بتائی ہے ایک سرکاری راز ہے؟"

"اور میں نے یہ راز کسی غیر سرکاری آدمی پر نہیں ظاہر کیا۔"

"تم...." فیاض کچھ سوچ کر حاموش ہو گیا۔

"بہر حال!" عمران ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "مجھے اب اس قسم کے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی.... میں آج کل ادب کی خدمت کر رہا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ آج کل قم کیا کر رہے ہو۔" فیاض نے براسانہ بنا کر بولا۔

"اگر تمہیں ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو تم نے اتنی اہم معلومات کیتے حاصل کیں؟"

"یہ ان معلومات کی نالائقی ہے.... کہ مجھے جیسے ناکارہ آدمی کے فلیٹ میں چلی آئیں۔"

"عمران مذاق چھوڑو!" فیاض نے کہا۔ "میں سمجھی گی سے اس مسئلے پر تمہارا مشورہ چاہتا ہوں۔"

"میرا مشورہ یہ ہے کہ تم فی الحال اپنی نی اشیوں سے ہو شیار رہو۔"

"پھر وہی ہے تسلی.... تم آخر اس کے پیچھے کیوں پڑھتے ہو؟"

"میں نے تمہیں آگاہ کر دیا۔ آئندہ تم جانو!"

"اگر تم آنفلوونہ کرنا چاہتے ہو تو صاف صاف کہہ دو.... میں چلا جاؤں گا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "وہ فولاد کی نکیہ تو تمہارے پاس محفوظی ہو گی۔"

"اوہ.... وہ...." فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ہاں کیوں....؟"

"میں اسے ایک بار پھر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"فیاض.... جب میں سمجھی گی سے گفتگو کرنے پر تیار ہوتا ہوں تو تم مسخرہ پن کرنے لگتے ہو.... میں اسے دوبارہ دیکھنا چاہتا ہوں! مجھ سے وجہ نہ پوچھو!"

"وہ.... وہ.... دراصل.... کہیں گم ہو گئی...."

"ہاں...." عمران کر کی سے اٹھتا ہوا بولا۔ "تو پکتان صاحب میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔"

"کیا وہ اس سلسلے میں اتنی اہم تھی؟"

"اس سے بھی زیادہ!"

"کیا اہمیت رکھتی تھی؟"

"کچھ بھی نہیں... اب کچھ بھی نہیں۔ لیکن کیا وہ تمہاری جیب ہی میں پڑے پڑے کھو گئی تھی۔ یا تم نے اس کی کوڈ کھالی بھی تھا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں! میں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ اس لئے یہ بتانا مشکل ہے۔ ظاہر ہے کہ جب میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی تو میں کسی سے اس کا تذکرہ کیا کرتا!"

"مگر تی اشیوں؟"

"تم نے پھر اس کا نام لیا۔"

"اس سے تذکرہ کیا تھا یا نہیں...." عمران نے فیاض کے لمحے کی پروادئے بغیر کہا۔

کھڑی میں... میں نے اسے دیکھا ہے۔
”کب دیکھا ہے؟“
”زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ گزرے ہوں گے۔“
”مکان اس وقت بھی مغل تھا؟“
”جی ہاں! اور اس پر...“ کرائے کے لئے خالی ہے۔ ”کاپورڈ موجود ہے!“
”آج کل کے زمانے میں بھی مکان اتنے دنوں تک خالی پڑے رہتے ہیں؟“
”اس کے متعلق بڑی روایتیں سننے میں آتی ہیں.... مکان آسیب زدہ مشہور ہے!“
”اچھا!... میں دیکھوں گا!“

”وہ نکیہ.... اس پر دائرے میں طلوع ہوتے ہوئے سورج کا نقش تھا.... یہی ایک مغربی
ملک کی سیکرٹ سروس کا شناختی نشان ہے!“
”ہے نا!“
”سو فیصدی ہے.... مجھے افسوس ہے عمران!“
”پروانہ کرو!“
”کیا تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکو گے؟“
”نہیں!“ عمران نے بڑی صفائی سے کہا۔
”کیوں؟“
”لڑکی والے اسے ناپسند کرتے ہیں.... میں تم سے استدعا کروں گا کہ مجھ سے ملنا جانا
ترک کر دو میں اب نہایت شرافت سے زندگی میر کرنا چاہتا ہوں بات ٹھہر گئی ہے لیکن لڑکی
والے اس پر معرض ہیں کہ میرا پولیس والوں سے ملنا جانا ہے ان کا خیال ہے کہ میرے لئے
خالص گھنی کی تجارت موزوں رہے گی!“
”یار عمران!“
”نہیں بس!.... کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں کنوارہ ہی مر جاؤں تم خود تو شاذی شدہ ہو اور ہر
دوسرے ماہ اشیوں بھی بدلتی ہو وہاں یار! الحنفی ہے تمہاری دوستی پر... چکلدار ہے.... بس۔
”ختم...!“
اس نے رسیور کر دیا।

O

ٹھیک چہ بجے عمران کی کارگرینڈ ہوٹل کی کپاؤڈ میں پہنچ گئی۔ وہ تھا تھا۔
حسب معمول جسم پر شوخ رنگوں والا بس تھا۔ نیل پتلون۔ زرد قمیض۔ گلابی نائی اور
بے داغ برف ساشفاف کوٹ!
فلٹ ہیٹ گھری نیکی اور اس کے باہمیں طرف گلاب کی تمن کیاں اڑی ہوئی تھیں۔
گرینڈ ہوٹل کے بل کیپشن نے اگر اسے کار سے اترتے تو دیکھا ہوتا تو شاید اسے اندر گھسنے
لکھا نہ دیتا.... پھر بھی اس نے اسے ٹوک ہی دیا۔

”بہت اچھا کیا.... کوئی خاص بات؟“
”ہاں.... اور اب مجھے افسوس ہے.... کہ میں تمہاری باتوں کو فضول کیوں سمجھتا رہا!“
”کمرے میں اور کون ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
”کوئی بھی نہیں ہے.... میں تھا ہوں!“
”تب بھی آہستہ بولو!“

”کیوں نہ ہم میں سے کوئی اسے کرائے پر حاصل کرے....“ تنویر نے کہا۔
”نہیں.... اس کی نگرانی جاری رکھو!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔
وہ ابھی دروازہ تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ دوسرے فون کی گھنٹی بجی جس کے نمبر ٹیلفون
ڈائرکٹری میں موجود تھے۔
”بیلوبھا! عمران!“
”ہاں.... عمران....“
”میں فیاض ہوں!“
”گلے میں اپنے نام کا سائن بورڈ لکالو.... میں جانتا ہوں کہ تم فیاض ہو.... تفضل میں
نہیں ہو سکتے!“

”میں نے نشانات کے نمونے دیکھے ڈالے....“ فیاض بولا۔ اس کی آواز سے ایسا معلوم
ہو رہا تھا یہی وہ ہاپ رہا ہو۔

"جناب والا! اس بورڈ پر بھی نظر رکھیں۔" اس نے ایک بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جس پر تحریر تھا۔
شام کی تفریح کے لئے ایونگ سوت میں آنا نہ ہوئے!

"لیکن میں بھول گیا۔" عمران نے مفہوم لجھے میں کہا اور ڈائینگ روم میں داخل ہو گیا۔...
اس نے چاروں طرف نگاہ دیا۔ لیکن پردوین کہیں نہ دکھائی دی۔... البتہ اس نے جولیا ناظر و از کو دیکھا جو اس کی خطہ الحواہی پر مسکرا رہی تھی۔

عمران آہست آہست اس کی طرف بڑھنے لگا۔... اس کے جو قوں... کی چچاہٹ سارے ڈائینگ ہال میں گونج رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ دوسرے لوگ اسے گھور رہے ہوں گے۔ جولیا اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر بوکھلا گئی۔... کم از کم بالیقہ عورت تو ایسی بھی دھی میں عمران کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔... مگر جولیا کرتی ہی کیا۔...

"آپ کی اجازت سے...." "عمران آہست سے کہتا ہوا اسی کی میز پر جم گیا۔
"وہ دیکھئے.... میرے ساتھی...." جولیا ہکلائی۔

"جب آپ کا کوئی ساتھی آئے تو مجھے بتا دیجئے گا۔... میں اٹھ جاؤں گا لیکن ایسی صورت میں جبکہ میں تھا ہوں.... نہیں۔ میں تھا نہیں رہ سکتا۔ آپ دیکھتے ہی سب لوگ مجھے کہتی خراب نظروں سے گھور رہے ہیں۔ لغت ہے ان پر۔ کیا انہوں نے مجھے کوئی خوبصورت عورت سمجھ رکھا ہے۔ خدا غارت کرے ان کو!"

جو لیا نہیں پڑی۔ لیکن وہ الجھن محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ دوسرے لوگ اب اسے بھی گھورنے لگے تھے۔
"میں خود اٹھ جاؤں گی!" جولیا جھنجلا کر بولی۔

"تب آپ کی پوزیشن اور زیادہ منشکہ خیز ہو جائے گی۔ لوگ مجھے کوئی غنڈہ سمجھیں گے اور آپ کے متعلق کیا سوچیں گے۔ لیکن اگر آپ چپ چاپ بیٹھی رہیں تو یہی لوگ سمجھیں گے کہ میں ضرور کوئی فلم اشارہ ہوں.... وہ کیا نام ہے اس کا.... نہیں کپور...."

جولیا اسے بکواس کرتا چھوڑ کر اٹھ گئی لیکن وہ ہال میں کہیں نہیں رکی۔ اس کا رخ صدر دروازے کی طرف تھا۔

عمران ایک طویل سانس لے کر کری کی پشت سے نک گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بھی چاہتا رہا ہو کہ جولیا یہاں سے چلی جائے۔ اس نے بیرے سے کوئی کافی طلب کی اور آنکھیں بند کر لیں۔

تقریباً سات بجے تک وہ پردوین کی آمد کا منتظر رہا۔ لیکن وہ نہیں آئی۔

تلی ہوئی اطلاعات کے مطابق آج گیا اس کے معمول میں فرق آگیا تھا سو سات بجے اس نے میز چوڑی۔

فی الحال پردوین کے علاوہ اس کے ہاتھ میں دوسرے کارڈ نہیں تھا۔ وہ اس وقت سے جانتا تھا جب وہ فیاض کی شیو نہیں تھی۔ اس نے اسے دراصل ایک ایسے مشتبہ آدمی سے ملتے جلتے دیکھا تھا جس پر عرصہ سے عمران کی نظر رعنی تھی وہ بھوری ڈاڑھی والا ایک سفید فام آدمی تھا۔ عمران کا خیال تھا کہ وہ کسی مغربی ملک کا باشندہ ہے لیکن وہ بڑی فضیح اردو بولتا تھا۔... جس کا مقصد یہ ہو سکتا تھا کہ وہ خود کو مشرقی کا باشندہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

وہ ریکشن اسٹریٹ کی ایک بدنام عمارت میں مقیم تھا لوگوں کا خیال تھا کہ وہ عمارت آسیب زدہ ہے۔ عمران نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن جس دن پردوین کو فیاض کے آفس میں ملازمت ملی۔ اسی دن ریکشن اسٹریٹ کی اس عمارت میں قتل پڑ گیا۔ اور وہاں پھر...."کرانے پر خالی ہے.... کاپورڈ نظر آنے لگا۔

پردوین اتنی پرکشش تھی کہ آٹھ دس لڑکوں میں سے اسکا انتخاب کر لیا جانا مشکل نہیں تھا۔ فیاض کی حسن پرستی عمران پر اظہر من الشمس تھی۔ وہ ہر دوسرے تیرے ملائشیوں بدل دیتا تھا۔ پردوین کے متعلق عمران پہلے ہی بہتری معلومات بھیں پہنچا چکا تھا۔ وہ ایک پرائیویٹ فرم میں عرصہ سے ملازم تھی۔ اور اس فرم میں اس کی آمدنی موجودہ تنخواہ سے کہیں زیادہ تھی۔ پھر وہ فرم کی ملازمت ترک کر کے یہاں کیوں چلی آئی تھی۔

عمران گرینڈ ہوٹل سے نکل کر پردوین کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔... یہ حقیقت تھی کہ اب وہ اس کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا۔ خصوصاً اس طرح کہ اسے کبھی قسم کا شہر ہو جائے۔ ویسے وہ اس پر انظر ضرور رکھنا چاہتا تھا۔

اس نے ابھی تک اس کے متعلق ساری معلومات اپنے ماتھوں کے ذریعہ فراہم کی تھیں....

آج بھی اگر پروین کے معمول میں فرق نہ آیا ہوتا تو وہ بھی اس کے گھر کا رخ نہ کرتا۔ اطلاعات کے مطابق وہ بلا نامہ اپنی شاید تھا یا فیاض کے ساتھ گرینڈ ہوٹل میں گزارا کرتی تھی۔ اس نے ریگل لاج کے سامنے کار روک دی۔ اسی عمارت کے ستر ہویں فلیٹ میں پروین رہتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ کیپن جعفری سامنے والے فٹ پاٹھ پر موجود تھا۔ عمران نے اس کی ذیوٹی نہیں لگائی تھی لیکن وہ اس کی نظر وہ سچ کر اوپری منزل پر جانا چاہتا تھا وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ لیکن بے سود۔ کیونکہ پروین کا فلیٹ مقفل تھا۔ وہ اپنی کار میں آبیجا کچھ دور چلا۔ پھر ایک پلک نیلی فون بو تھے کے نزدیک کار روک دی۔

فون پر اس نے کیپن فیاض کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسرا طرف سے بولنے والے سے اس نے صرف اتنا ہی پوچھا کہ فیاض گھر پر موجود ہے یا نہیں؟ جواب اثبات میں ملا۔ اور تھوڑی دیر بعد فیاض کی آواز سنائی دی۔

”بیلو!... سوپر!...“

”کون!...؟ عمران!...“

”ہاں! میں ہوں!... کیا تم بتا سکتے ہو کہ آج پروین گرینڈ ہوٹل کیوں نہیں گئی؟ اور تم اس وقت گھر پر کیسے ہو؟“

”خدائیمیں غارت کرے!... پیچھا بھی نچھوڑو!“

”میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ عمران نے سمجھ دی سے کہا۔ ”تم آج اسے وہاں ضرور لا ستے۔ کیونکہ آج وہاں ایک خاص پروگرام تھا۔ مجھے اس کی وجہ بتاؤ!“

”پہلے تم بتاؤ کہ تم پروین کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟“

”تم نے آشیں میں ایک سائب پالا ہے اور تم کسی وقت بھی جنم رسید ہو سکتے ہو!“

”کیوں بکواس کر رہے ہو؟“

”محاط رہو!... فیاض! لیکن اس پر یہ نہ ظاہر ہونے دو کہ تم اس پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہو۔ بقیہ میں دیکھ لوں گا۔ اگر میرے کہنے پر عمل نہ کیا تو تمہیں کرانے کے رونے والے بھی نہ نصیب ہوں گے۔“

”تم سمجھدے ہو؟“

”ہاں! میں سمجھدے ہوں!“
فیاض کچھ نہ بولا۔ عمران نے کہا۔ ”بیلو!“
”ہاں!... ہاں!... میں کچھ سوچنے لگا تھا!“
”بتاؤ آج تم دونوں گرینڈ ہوٹل کیوں نہیں گئے؟“
”اس کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ اس نے کہا کہ وہ آفس سے سیدھی گھر جائے گی۔
”لیکن اس کا فلیٹ مقفل ہے۔“

”ہو گا!“ فیاض نے لارپ وائی سے کہا۔ ”ممکن ہے وہ تفریح کے موڈ میں نہ رہی ہو۔... بہانہ کیا ہو!... ویسے کیا تمہارے پاس اس کے خلاف کوئی واضح قسم کا ثبوت ہے؟“
”نہیں!... فی الحال نہیں ہے.... لیکن جلد ہی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لینے کی توجہ رکھتا ہوں۔“

”مجھے یقین ہے کہ تمہارے شہباد کی غلط فہمی پر مبنی ہیں!“ فیاض نے کہا۔
”جس فرم میں وہ پہلے کام کرتی تھی وہاں سے موجودہ تنخواہ سے ڈیڑھ گنی زیادہ رقم ملتی تھی۔“
”اوہ ہو!“ فیاض نے کہا۔ یہ ایسی اہم بات نہیں ہے۔ اسے دراصل مجھے سراغرسانی میں ملازمت کا شوق تھا۔ سراغرسانی سے دلچسپی بھی ہے۔ عگبار والا کیس اس کے لئے بڑا سخنی خیز بابت ہوا ہے۔“

”اچھا سوپر فیاض!“ عمران نے ایک طویل سانس لے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

O

ٹھیک ایک گھنٹے بعد عمران کی کار مجھے خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کی کپاؤٹل میں داخل ہوئی۔ سر سلطان پہلے ہوم سیکرٹری تھے اب ان کا تبادلہ مجھے خارجہ میں کر دیا گیا تھا۔ عمران کے پانے مداہوں میں سے تھے اور اب عمران برہ راست ان کی ماتحتی میں کام کر رہا تھا۔ مگر اس کا ٹم سر سلطان ہی کو تھا کہ مجھے خارجہ کی سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر کون ہے۔
اسے سر سلطان کا انتظار نیا ہد دیر تک نہیں کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ خود بھی اس سے ملنے کے لئے ری طرح بے چین تھے۔

”کیوں! عمران تم کیا کر رہے ہو؟“ انہوں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔
”میرے کچھ کرنے سے پہلے ہی بہت کچھ ہو چکا ہے۔“ ”عمران ناخوشگوار لمحہ میں بڑا لیا۔
”میں نہیں سمجھتا۔“

”آخر ایک تشریف کیوں ہی گئی کہ ان چنانوں کے نیچے سے کرمل زیدی کی لاش برآمد ہوئی تھی؟“
”تشریف تو نہیں ہوئی۔“ صرف چند آدمی جانتے ہیں۔

”اور ان چند آدمیوں میں وہ بھی شامل ہے جو لاش برآمد ہونے سے ایک دن پہلے کرمل زیدی کا پارٹ ادا کر تراہا ہے۔“
”اوہ! دشواری تو یہ تھی کہ یہاں کوئی اسے بھپاتانہ تھا۔ وہ براہ راست فوجی ہینڈ کوارٹر سے
میرے ٹکے میں آیا تھا۔“

”پھر اس کی لاش کی شناخت کیسے ہوئی تھی؟“ عمران نے پوچھا۔

”کل شام تک جو کرمل زیدی کی جگہ پر کام کرتا رہا ہے وہ اس کا یہ عکل تھا۔“

”یہ سیریز یہ قسمتی ہے کہ میں اس آدمی کو نہیں دیکھ سکا۔ بہر حال پتھروں سے برآمد ہونے والی لاش میں نے دیکھی ہے۔ اس کا چہرہ کچھ ایسا ہی تھا کہ بہت آسانی سے کوئی دوسرا اس کا میک اپ کر سکتا تھا۔“

”مگر وہ دوسرا چودہ لاشیں؟“

”برا مشکل کام ہے جتاب!“ عمران نے تشویش آمیز لمحہ میں کہا ”پتہ نہیں وہ لوگ کون تھے اور ان کی گرفتاری کا کیا مقصد تھا!“

”عمران!“ سر سلطان اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے ”تم جانتے ہو... یہ کتنا ہم معاملہ ہے... معلوم نہیں وہ آدمی کون تھا جو تقریباً یہ بختے تک ٹکھے خارج کی ایک اہم جگہ پر کام کرتا رہا پتہ نہیں اس نے حکومت کے کتنے راز معلوم کئے ہوں گے!“

”یقیناً اب آپ دیکھئے کہ اس کے چارج میں کیا کیا تھا!“

”ویسے تو... ابھی تک اس کے پرد کوئی کام کیا ہی نہیں گیا تھا!“

”کیا یہ محض اتفاق ہی تھا!“

”قطعاً اتفاق... ابھی تک اس معاملہ کا مسودہ ہی مکمل نہیں ہوا تھا جس پر ابے کام۔“

”باخا... مگر یہ تو سوچو کہ اتنے دنوں تک وہ آفسن میں رہا۔“

”میں سوچ رہا ہوں جتاب... لیکن اس معاملے کی کیا نو عیت تھی؟“

”ایک ملک سے ایک یہم فوجی معاملہ!“

”یقیناً یہ بہت اہم ہے۔“ ”عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔“ ”اب ہمیں ان چودہ آدمیوں کے متعلق ہی معلومات فراہم کرنی پڑیں گی۔ مگر ان میں سے صرف پانچ ہی ایسی لاشیں ہیں جو قبل ہادت کی جاسکتی ہیں... وہ تو بڑی طرح کچھی ہیں۔“

”کیپیٹن فیاض بذات خود تعمیش کر رہا ہے۔“ سر سلطان بولے

”جی ہاں! مجھے علم ہے۔“

”اس کا کیا خیال ہے؟“

”میں نے اس کا خیال معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔“

”میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم کچھ کر رہے ہو یا نہیں؟“

”میں غافل نہیں ہوں جتاب...“ عمران بولا۔ ”اچھا ب اجازت دیجئے!“

”مگر تھا راویہ تسلی بخش نہیں ہے۔“ سر سلطان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ دیا۔ ”بڑے غیر یقینی حالات میں جتاب!“ عمران نے سر کھجوا کر کہا ”میں ابھی تک کوئی لاحدہ سارہ ب نہیں کر سکا۔ لیکن توقع ہے کہ جلد ہی میں اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کو سکوں گی... اور کچھ نہ کر کا تو اس کی تمام ترمذہ داری آپ پر ہو گی۔“

”کیوں.... مجھ پر کیوں....“ سر سلطان نے حرمت سے کہا اور عمران کو گھورنے لگے۔

”آپ ہمیشہ مجھے سمجھنے کی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں... لیکن میں جب بھی سجدہ تاہوں بنے بنائے کام بگز جاتے ہیں میں نے ان دنوں آپ کی نصیحت پر عمل کرنے کی شکل کی تھی.... یہی وجہ ہے کہ اب تک مجھ سے کچھ بھی نہیں بن پڑا...“

”بیکار باقی نہ کرو“ سر سلطان مسکرانے

”اوضھ قبلہ والد صاحب نے کیپیٹن فیاض کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ جب بھی عمران

نش میں آجائے اس کے ساتھ کوئی مردود نہ بر قی جائے۔“

”تم جیسا نالائق لڑکا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔“ سر سلطان نہیں پڑے۔

بعد تمہیں پھر فون کروں گا... ہاں!... تم آج رات مجھے میری قیام گاہ پر نہ پاسکوگی!

O

تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے تھویر سے فون پر رابطہ قائم کر لیا۔
وہ ہسپتال سے گھر واپس آگیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اپنی بیویو شی کی وجہ نہ بتا سکے گا۔ اسے
اس کا علم ہی نہیں کہ وہ کیسے بیویش ہو گیا۔
ویسے اسے ایک آدمی پر شبہ ضرور ہے جو کچھ دیر اس کے قریب رک کر سگریٹ پیتا رہا تھا۔
تھویر نے بتایا کہ سگریٹ کے دھوئیں کی بوکچھے عجیب قسم کی تھی جو طبیعت پر گراں گزری
تھی۔ ہو سکتا ہے کہ بیویو شی دھوئیں کا نتیجہ رہی ہو۔
”اس آدمی کا حلیہ بتا سکو گے؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب! چونکہ میں نے اسے ایک راہ گیر سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی اس لئے اس
کا حلیہ یاد کر کے بتانا دشوار ہے۔“

”ہوں.... تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دھوائیں بہت ہی سریع الاثر تھا۔ ورنہ اس کی عجیب
کی بوکی وجہ سے تمہیں اس آدمی کا حلیہ ضرور یاد رہتا۔... تمہیں دراصل اتنی مہلت ہی نہ ملی
ہو گئی کہ تم اس کی شکل بغور دیکھ سکتے۔“

”جی ہاں... جناب!... یہی بات ہے!“
”اچھا تھویر! اب تم آرام کرو... پیشانی کا زخمی زیادہ گہرا تو نہیں ہے؟“
”جی نہیں معمولی سا ہے!“

عمران سلسہ منقطع کر کے بوٹھ سے باہر نکل آیا۔
اب اس کی کار ریکلشن سٹریٹ کی طرف جا رہی تھی جہاں وہ آسیب زدہ مکان داقع تھا۔
کار ایک گلی میں کھڑی کر کے اس نے وقت دیکھا۔ گیارہ بج رہے تھے۔ اب وہ ریکلشن
دیکھ کر طرف پیدل چل پڑا۔ شہر کے اس حصے کی رونق بہت کم ہو گئی تھی۔ زیادہ تر دکانیں
بیوگئی تھیں۔ کہیں کہیں ایک آدھ کیفیتیا ریستوران اب بھی بھرے پڑے نظر آرہے تھے۔
عمران جوزف روڈ اور وکٹوریہ روڈ کے چوراہے پر ایک باز پھر رکا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔

”چلنے آپ بھی یہ فرمائے ہیں! اب میرے لئے یہی ہاتھی رہ جاتا ہے کہ خود کشی کروں۔“
عمران دروازے کی طرف مڑا۔
سر سلطان نے اسے روکا نہیں!

اس کی کار ایک بار بھر یونہی بے مقصد شہر کی سڑکوں کے چکر لگا رہی تھی۔
فی الحال کسی خاص لائن پر کچھ کرنے کے لئے اس کے پاس مواد ہی نہیں تھے۔
ایک پیلک فون بوٹھ کے سامنے اس نے کار روکی! اور جو لیانا فٹرو اڈر کے نمبر ڈائل کرے
”لیں سر!“
دوسری طرف سے آواز آئی.... وہ اپنے چیف آفسر کی بھراہی ہوئی آواز بخوبی پہچانتی تھی۔
”جعفری اور تھویر کی طرف سے کوئی اطلاع؟“
”جی ہاں!... تھویر ہسپتال میں ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”وہ ریکلشن سٹریٹ والے آسیب زدہ مکان کے سامنے... کھڑے کھڑے... بیویش
ہو کر گر گیا تھا ب وہ ہسپتال میں ہے!“
”کیا چوتھ بھی آئی ہے؟“
”جی ہاں گرنے کی وجہ سے.... پیشانی زخمی ہو گئی ہے!“
”تم اس سے ملی ہو!“
”جی ہاں!“
”بیویش کیسے ہوا تھا؟“

”اس کا اسے خود بھی علم نہیں!“
”تو اب اس مکان کی نگرانی نہیں ہو رہی؟“
”جی نہیں.... میں نے اس واقعہ کے بعد کئی بار آپ کو رنگ کیا تھا لیکن آپ نہیں ملے۔“
”جعفری کی کیا رپورٹ ہے؟“
”آخری بار فون پر اس نے کہا تھا کہ پروین واپس نہیں آئی.... فلیٹ بدستور متفقی ہے۔“
”اچھا.... اب اگر اس کا فون آئے تو کہہ دینا کہ اس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی.... میں کچھ
عمران جوزف روڈ اور وکٹوریہ روڈ کے چوراہے پر ایک باز پھر رکا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔

کے نتائج سے اپنے لئے راستہ بنانا!

عمران نے بڑی تیز رفتاری سے اپنے فلیٹ تک کا راستہ طے کیا۔

ٹھیک پونے بارہ بجے وہ اپنے چہرے کی مرمت کر رہا تھا۔ بارہ بج کر بیس منٹ پر جب اس نے آئینے پر الوداعی نظر ڈالی تو عمران کی بجائے شیطان نظر آ رہا تھا۔

ڈاڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی..... سر کے بال کسی بے مرمت جہازی کا منظر پیش کر رہے تھے آنکھیں انگاروں کی طرح دمکتی ہوئی..... جسم پر قیدیوں کا سالابس تھا..... چار خانے کا کرتا..... منصر ساجانگیا..... اور سر پر گول ٹوپی وہ جبل سے بھاگا ہوا قیدی معلوم ہو رہا تھا۔

فلیٹ سے باہر نکلتے وقت اس نے ٹوپی اتاری اور اپنے جسم پر ایک چادر اس طرح ڈال کہ قیدیوں والا بس اس میں چھپ گیا۔ اس کے پیروں میں جوتے نہیں تھے۔ مگر پیروں کی حالت سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی میں کبھی جوتا بھی پہنا ہو۔ وہ کسی ہر دوسرے کے پیروں معلوم ہوتے تھے ریگل لانچ یہاں سے کافی دور تھی۔ لیکن عمران نے یہ مسافت پیدل ہی طے کی۔ پوری عمارت تاریک پڑی تھی۔ وہ پروین کے فلیٹ کے سامنے رک گیا غالباً اب وہ واپس آگئی تھی کیونکہ دروازے میں قفل نہیں تھا۔ عمران نے پہلے ہی ٹوٹ کر دیکھ لیا تھا۔ دوسرا ہے ہی لمحہ میں اس نے دروازے کے ایک شیشے پر ہاتھ مارا۔ جتنا کہ کی آواز آئی۔ شیشے کے ٹکڑے دوسری طرف کرے میں جاگرے۔

عمران نے اندر ہاتھ ڈال کر چختی نیچے گردی۔ دروازہ کھل گیا۔

یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ نیچے کی چھتی نہیں گراہی گئی تھی..... درنہ عمران کے فرشتے بھی اتنی آسانی سے دروازہ نہ کھوں سکتے!

اندر گھس کر اس نے دروازہ پھر بند کر لیا۔ لیکن اسی وقت دوسرا کرے کے روشنداں کے شیشے روشن ہو گئے۔ عمران اس کرے کے بند دروازے کی طرف چھپتا اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

دوسرا لمحے میں دروازہ کھلا اور پروین شب خوابی کے لباس میں نظر آئی۔ لیکن اس کے ہاتھ میں پستول تھا..... عمران چپ چاپ دیوار سے چکا کھڑا رہا۔ وہ اندر ہیرے میں تھا جیسے ہی پروین نے دروازے سے باہر قدم نکالا..... عمران نے پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔

پھر آگے بڑھ گیا! غالباً وہ کثوریہ روڈ کا چکر لگا کر..... ریکشن اسٹریٹ میں داخل ہوتا چاہتا تھا۔ آسیب زدہ عمارت کے قریب پہنچ کر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ریکشن اسٹریٹ سنان پڑی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے رات آدمی سے زیادہ گذر گئی ہو۔ وہاں کے سنائے کا عالم دیکھ کر عمران کو فی الفور اپنا پروگرام کیپیل کرنا پڑا۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ مگر اب یہاں کی حالت دیکھ کر یہ چیز قریب قریب ناممکن معلوم ہونے لگی تھی۔

سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ تو یہاں بیہو ش کیوں ہوا تھا؟ اس کی بیہو شی اتفاقیہ بھی نہیں کہی جاسکتی تھی۔ کیونکہ وہ صحت مند جسم و دماغ رکھتا تھا اور اس سے پہلے کبھی اسے اس طرح بیہو ش ہو جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ پھر اگر وہ بے ہوشی کسی آدمی کی کسی حرکت کا نتیجہ تھی تو وہ آدمی کون ہو سکتا تھا؟ اور اس سے یہ حرکت کیوں ہر زد ہوئی تھی؟

ان سوالات کا جواب عمران کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا کہ وہ آدمی اسی عمارت کے متعلق ہو سکتا ہے جس کی نگرانی تو یہ رکھ رہا تھا۔

پھر ایسی حالت میں اس عمارت کا رخ کرنا گویا موت کے منہ میں جانا تھا۔ ظاہر ہے اس عمارت سے تعقیل رکھنے والے باخبر تھے کہ ان کی نگرانی ہو رہی ہے۔ ورنہ تو یہ بیہو ش کیوں ہوتا؟

وہ سنان راستے پر چلتا رہا۔ نزدیک و دور ایک تنفس کا بھی پتہ نہیں تھا۔ عمران نے یہ بات یہاں پہنچ کر نہیں سوچی تھی۔ یہ سوال پہلے ہی اس کے ذہن میں تھا۔ مگر اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ریکشن اسٹریٹ گیزارہ بجے ہی سے اس طرح ویران ہو جائے گی۔ اگر اس سڑک پر اس وقت تھوڑی بہت آمد و رفت بھی ہوتی تو شاید عمران اپنا کام کر گزر رہا ہوتا۔ لیکن ایسی صورت میں کوئی دیوار ہی اس کے لئے قند بن سکتی تھی کوئی کھڑکی ہی موت کا پیغام لا سکتی تھی۔ وہ چپ چاپ ریکشن اسٹریٹ سے گذر گیا۔ پھر کار تک دوبارہ پہنچنے کے لئے اسے ایک اسپاچکر کا ناپڑ کار اسٹارٹ کرتے وقت وہ بالکل خالی الہ ہن تھا۔ لیکن جیسے ہی کار آگے بڑھی۔ ”عمرانیت“ جاگ آئی۔ اور عمرانیت جب بھی جاگتی تھی کچھ نہ کچھ ہو کر رہتا تھا۔ عمران اسے عمرانیت کہتا تھا ”عمرانیت“ کا مطلب تھا عمران کا مخصوص انداز فکر و عمل نہیں..... بلکہ صرف عمل... فکر کا دخل کہاں عمرانیت میں.... یعنی سمجھے یونہجے بغیر کوئی حرکت کر بیٹھنا... اور... پھر اس

"خبردار! اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "آوازنہ نکلے ورنہ گلا گھونٹ دوں گا۔" پستول کی نال پر دین کی کپٹی پر تھی.... اور وہ حیرت سے آنکھیں بھڑائے عمران کو گھوکر رہی تھی.... مگر.... ان آنکھوں میں خوف کا شانہ تک نہ تھا۔

"پہلے تم مر جاؤ گی!.... اس کے بعد وہ مجھے پاسکیں گے۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "کون؟" پر دین کی تیز قسم کی سرگوشی کرے میں گوچی! "پولیس میرے تعاقب میں ہے!

"اوہو!" پر دین نے لاپرواہی سے کہا۔ "تو تم میرے لئے مصیبت ہو گے؟" "میں اس وقت تک یہاں ٹھہروں گا.... جب تک کہ وہ یہاں سے چلنے نہ جائیں!" "ہوں!" پر دین اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی.... "تم اس وقت تک یہاں ٹھہر سکتے ہو! اندر چلو!"

عمران نے پستول اس کی کپٹی پر سے ہٹالیا۔ وہ بڑی لاپرواہی سے چلتی ہوئی اپنے بستر پر جا بیٹھی اور ایک کری کی طرف اشارہ کر کے کہا.... "بیٹھ جاؤ۔" عمران روپور کارخ اس کی طرف کتے ہوئے بیٹھ گیا۔ "ریو اور مجھے واپس کر دو۔"

"نہیں!" عمران غرایا
"فضول ہے.... اگر میں شور بھی مچاؤں تو تم مجھے گولی نہیں مارو گے۔"
"ماکر دیکھو!"

"ہو سکتا ہے کہ تم بہت چالاک ہو۔" پر دین مسکراہی۔ لیکن میک اپ کے معاملے میں کچھ ہو۔" عمران بوکھلا گیا.... لیکن بوکھلا ہٹ چہرے سے نہیں ظاہر ہونے دی!
"میں یہ بھی جانتی ہوں!" پر دین چند لمحے خاموش رہ کر آہستہ سے بولی۔ "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"جانتی ہوتا.... ہاہا...." عمران نے احمدوں کی طرح تقبہ کیا۔
"تم نے اس دن میرے پرس میں پستول دیکھا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ یہی بات ہے بہر حال تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں بغیر لا ٹنس کا پستول کیون لے پھرتی ہوں؟"

"قدرتی بات ہے!" عمران مسکراہی۔

"لیکن.... تمہیں یہ معلوم کر کے مایوسی ہو گی کہ میرے پاس اس پستول کا لا ٹنس ہے۔"

"ضرور ہو گا!" عمران نے اس کی بات تسلیم کر لی۔

"پھر تم یہاں اس بھیں میں کیوں آئے ہو؟"

"محض یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم لکنی حسین ہو!"

"بس اب جاؤ!" پر دین دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولی "ورنہ نیں بہت بری طرح

پیش آؤں گی!"

"واہ.... واہ.... کیا بات کہی ہے۔ گویا میں نے اتنی منت اس طرح واپس چلے جانے کے لئے کی ہے۔"

پر دین کچھ نہیں بولی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"تم حقیقتاً کیا چاہتے ہو؟"

"حقیقتاً میں تمہیں بری طرح چاہتا ہوں" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا.... "وہ.... کا کیا کہتے ہیں اسے.... کیا نام ہے.... جب تک تم جواب کا محبت.... محبت.... کا جواب.... بذریعہ جوانی پوست کارڈ.... اور.... لاحول.... پھر غلط ہو گیا۔"

"مجھے یہ تو قوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔" پر دین نے خنک لبھے میں کہا۔ "... فیاض صاحب مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتا چکے ہیں.... تم یہ تو قوف بن کر دوسروں کو یہ تو قوف بنانے کی کوشش کرتے ہو!"

عمران نے دل ہی دل میں فیاض کو دوچار گالیاں دے کر انہیں سو سے ضرب دے دی....

تقریباً چار سو گالیوں کا ثواب فیاض کی رون کو بخش کر اس نے پر دین سے کہا "اگر تم میری اشیوں ہو تو میں ساری دنیا کو شارٹ ٹینڈ میں تبدیل کر دیتا.... مگر.... یہ تمہاری تقدیر کی خرابی

ہے کہ تم فیاض جیسے کوڑھ مغز کے حصے میں آئی ہو!"

"اب میں عفریب ایک ملازم بھی رکھوں گی۔"

"کیوں!" عمران نے لہک کر پوچھا۔

"تکہ تم جیسے شریف آدمیوں کو باہر جانے کا راستہ معلوم ہونے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔"

”مجھے یقین آگیا!

”پھر....؟“ پروین نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”پھر.... کیا بتاؤ؟“ عمران نے سر جھکا لیا..... میں نے تمہارے پر س میں روپ اور دیکھے

ر تمہارے متعلق فنط اندازہ لگایا تھا۔“

”اب کیا خیال ہے؟“

”مجھے افسوس ہے!“

”لیکن تمہیں میری اتنی فکر کیوں پڑی ہوئی تھی اور اس وقت اس بھیس میں آنے کی کیا

ضرورت تھی....؟“

”اس جملے میں دو سوال ہیں!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا ”پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مجھے تم پر رحم آتا ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں تمہاری حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں اس پورے جملے کا مطلب نہیں سمجھیں۔“ پروین نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے تم پر اس لئے رحم آتا ہے کہ تم فیاض سے واقف نہیں۔ دو تین ماہ بعد وہ تمہیں بھی رخصت کر دے گا۔“

”یعنی کہیں اور تبادلہ ہو جائے گا!“ پروین نے کہا ”کیا حرج ہے.... میں سرکاری ملازمت چاہتی تھی۔“

”لیکن تنخواہ اتنی نہیں ملے گی۔ بقیٰ فیاض کی ماتحتی میں مل رہی ہے۔“

”کیوں.... نہیں یہ ضروری نہیں۔“

”قطعی ضروری ہے۔ یہ تو تم نہیں سمجھ سکتیں۔ فی الحال تمہیں جو زیادہ الاؤنس مل رہے ہیں ان کا نہ کہہ سرکاری کافیات پر نہیں ملے گا۔ وہ سب کچھ فیاض اپنی جیب سے ادا کرتا ہے۔“

”نہیں!“ پروین کے لمحے میں حیرت تھی۔

گر عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ حیرت حقیقی نہیں بلکہ مصنوعی ہے!

دو چار ماہ وہ تمہیں رکھے گا.... پھر کسی دوسرے شعبے میں جھوٹ دے گا۔ اور تم وہاں اکتا

”کیا تم مجھے اس پستول کا لائننس دکھانکتی ہو؟“ عمران نے کہا۔

”نہیں!“ پروین نے سخت لمحے میں کہا ”لیکن.... تم اس کی اطلاع پولیس کو شوق سے دے سکتے ہو!“

”گھر سے بہاں تک پیدل آیا ہوں۔“ عمران نے مغموم لمحے میں کہا۔

آج شاید اس کے ستارے ہی خراب تھے۔ صبح سے اب تک کوئی کام نہیں بنا تھا ویسے اس اُل بات کا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ پروین توقعات سے بڑھ کر ذہین اور چالاک ہے۔ لیکن وہ اس واقعہ کا سبب اپنے پستول کو سمجھتی ہے۔

عمران خاموشی سے اسے دیکھتا ہا۔ پروین بھی خاموش تھی۔ شاید وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا ”اچھا! اگر یہ پستول میں نے غیر قانونی طور پر رکھ چھوڑا ہے تو تم میرا کیا کرو گے؟“

”کبھی تمہاری طرف رخ بھی نہ کروں گا....“ عمران اپنے دونوں کان پکڑ کر بولا۔

”کیوں؟“

”جو عورتیں بغیر لائننس کا روپ اور رکھتی ہوں۔ بھلا دہ کیا جائیں کہ تیر نظر.... اور درد جگر کیا چیز ہے۔“

”بکواس مت کرو!“ پروین شر میلے انداز میں مسکرانی۔

”بس میں آخری بار کہہ رہا ہوں.... کہ مجھے اس روپ اور کے بارے میں مطمئن کر دو۔“

پروین تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اٹھی۔

ایک سوت کیس کھولا۔

چند لمحے کپڑوں کی جہیں اللئے رہی.... پھر ایک لفافہ نکال کر عمران کے قریب آئی۔

”یہ رہا لائننس....“ اس نے کہا ”میرے باپ کو پہلی جگہ عظیم میں بہترین فوجی خدمات کے سلے میں چند راتاں ملی تھیں ان میں سے پستول کا لائننس بھی ہے جو نسل بعد نسل ایک دوسرے کی طرف منتقل بھی ہو سکتا ہے!“

عمران نے لفافہ اس کے ہاتھ سے لے کر لائننس نکالا۔ اسے غور سے دیکھا زہا۔ پھر واپس کرتا ہوا بولا۔

کر جھاگ نکلوگی!

"لیکن تمہیں پچھلی اشیوں سے ہمدردی کیوں نہیں تھی؟"

"تم کیا جانو کہ نہیں تھی..... ارے میں نے اس کے ساتھ بھی اپنا بہت ساتھی وقت بردا
کیا تھا۔ مگر اتفاق سے وہ بھی تمہاری طرح ضدی اور نا سمجھ تھی۔"

پروین پکھ سوچنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

پھر شدید ترین غصے کی ساری علامتیں اس کے چہرے پر نظر آنے لگیں اور اس نے دانت
پیش کر کہا۔

"اگر یہ حقیقت ہے تو میں مزہ چکھادوں گی فیاض صاحب کو!"

"تم اس کا کیا کر لوگی؟" عمران نہیں پڑا۔

"اس کا جواب تو وقت ہی دے گا.... وہ کوئی اور رہی ہوں گی.... جو چب چاپ ذرع
ہو گئیں۔ میرے ساتھ اس قسم کی حرکتیں کر کے فیاض صاحب خمارے میں رہیں گے۔"

"تم پکھنہ کر سکو گی! وہ بہت بڑا آدمی ہے!"

"غیر تم مجھے خواہ غصہ نہ دلاو... تم دیکھ لو گے کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"صبر کرنے کے علاوہ اور پکھنہ کر سکو گی.... غیر.... اس مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتا
ایک دن تم خود ہی محسوس کرو گی کہ میں غلطی پر نہیں تھا۔"

"تم بھیں بد کر کیوں آئے تھے؟"

"ہاں اس مسئلے پر تین گھنٹے تقریر کر سکتا ہوں...." عمران نے سنجیدگی سے کہا "سب سے
پہلے تم اپنے متعلق پکھ سنو میں نے تمہیں پہلی پہلی دیکھا اور نہ جانے کیا.... یعنی کہ... وہ
ہو گیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ لک... ک... ک... عمران نے شرما کسر جھکالیا پھر انپے منہ پر
تھپٹہ مارتا ہوا بولا "بکواس.... عمران.... پلیز.... شپ اپ.... ہاں تو جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ
تم اپنی پہلی ملاز مت میں بیہاں سے زیادہ پیسے کمائی تھیں تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ میں سمجھا شاید
تمہیں فیاض سے وہ ہو گئی ہے... کیا کہتے ہیں.... یعنی کہ.... لل لا حول.... ہاں.... پھر میں
نے تمہارے پر س میں پستول دیکھا اور میری خاش بڑھ گئی.... میرا خیال تھا کہ تم کسی جرام پیش

گروہ سے تعلق رکھتی ہو اور فیاض کی ماتحتی میں کام کرنا کسی خاص غرض پر بنی ہے مگر میں بالکل
بدھو نکلا..... ہاہا..... کیا خیال ہے؟"

پروین کافی دیر تک اسے خاموشی بے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"فرض کرو میں کسی جرام پیشہ گروہ سے تعلق رکھتی ہوں.... تو تم کیا کرتے؟"

"آمدنی.... میرا خرچ اسی سے چلتا ہے.... میں بڑے بڑے جرام پیشہ لوگوں کو بلیک
میں کر کے اچھی رقبیں بنایتا ہوں.... کیا فیاض نے تمہیں میرے متعلق کچھ نہیں بتایا؟"

"یہ سب کچھ جانے کے باوجود بھی فیاض صاحب نے آپ کو چھوٹ دے رکھی ہے؟"

"مجبور ہے بے چارا.... میں یہ سمجھ لو کہ میں اسے بھی بلیک میں کرتا ہوں.... کیا تم یہ
سمجھتی ہو کہ قانون کے محافظوں سے جرام سرزد نہیں ہوتے۔ فیاض کے چند جرام سے میں
واقف ہوں.... نہ صرف واقف ہوں بلکہ ثبوت بھی بہم پہنچا سکتا ہوں۔ بہی وجہ ہے کہ فیاض
صاحب میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔"

"بہت خطرناک آدمی ہو!" پروین آہستہ سے بولی "کسی دن کوئی دل جلا تمہیں گولی مار دے گا۔"

"بڑھاپے سے قبل یہ ناممکن ہے اور اس سال تک کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا.... یہ لو اپنا
پستول سنبھالو!"

عمران نے پستول اس کی طرف اچھال دیا اور پھر مسکرا کر بولا "اسے مجھ پر خالی کر دو اگر
ایک بھی گولی میرے جسم کے کسی حصے پر پڑ جائے تو پانچ ہزار کا چیک اسی وقت مجھ سے لے لو!"
پروین ہنسنے لگی اور پھر بولی.... "تم جانتے ہو کہ میں یہ نہ کر سکوں گی۔"

"تم قطعی کر سکتی ہو؟" عمران نے سنجیدگی سے کہا.... "میں جیل سے ہاگے ہوئے کسی
قیدی کے میک اپ میں ہوں۔ تم میری موت کے بعد بہ آسانی یہ بیان دے کر گلو خلاصی
حاصل کر سکتی ہو کہ میں نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔"

پروین نے اس کا یہ جملہ بچ گئی حرمت سے بنایا۔ اس بار حرمت ظاہر کرنے کا انداز
مصنوعی نہیں تھا!

"چلو شروع ہو جاؤ!"

پر وین پھر نہس پڑی اور کہا۔

”فرض کرو.... تم پر ایک بھی گولی نہ پڑی۔ لیکن فائزوں کی آوازیں کر پڑو سی آئیں گے.... پھر تم کیا کرو گے.... ایک مفرور قیدی کی حیثیت میں تمہاری جامانت نہ بن جائے گی؟“

”تم واقعی بہت ذہین ہو....“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”میں نے اس کے متعلق سوچا ہی نہیں تھا.... اچھا خیر.... میں تمہیں دوسرا حرب دیتا ہوں!“

عمران نے اپنے کرتے کے اندر پاٹھ ڈال کر ایک عجیب وضع کاریوں اور نکالا اور اسے پر وین کی طرف بڑھاتا ہوا بولا ”یہ بے آواز ریوال ہے.... اس میں چھ گولیاں ہیں ڈرو نہیں.... فائز کرو بے تکلف!“

پر وین ریوال اور کوہاٹھ میں لے کر اتنے پہنچنے لگی۔ لیکن انداز سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ عمران کی تجویز پر عمل کرے گی۔

”کیا اس کا لائنس ہے تمہارے پاس....؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں.... مجھے لا لائنس کون دے گا!“

”اس کے باوجود بھی تم خود کو ایک شریف شہری سمجھتے ہو؟“

”بوجوگ مجھے نہیں جانتے.... وہ یہی سمجھتے ہیں۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”اچھا اب خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ!“

”تو تم مجھ پر فائز نہیں کرو گی؟“

”نہیں!“

”بڑی ڈرپوک ہوا!.... جب ہمت کا یہ عالم ہے تو پھر پرس میں پستول لئے پھرنے سے کیا فائدہ؟“

”دیکھو گے میری ہمت؟“

”کیا دکھاؤ گی؟“.... عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”اچھا تو تیار ہو جاؤ.... میں فائز کروں گی.... مگر ٹھہرو! پہلے اس کا امتحان کروں۔“

اس نے میٹھل پیس پر رکھے ہوئے گلدان کا نشانہ لے کر ٹریگیز دیا۔ گلدان کے پرخے اڑ گئے۔

”تیار....!“ اس نے ریوال کا رخ عمران کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”بالکل تیار....“ عمران کسی بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا رہا۔
پر وین نے پے در پے پانچ فائز کر کے۔ عمران گویا ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اس کے پیور زمین پر لگتے معلوم ہی نہیں ہوتے تھے۔

پانچ مختلف جگہوں پر دیوار کا پلاسٹر اڑ گیا تھا۔

”اب کیا خیال ہے؟“ عمران سعادتمندی سے اپنا سر کھجاتا ہوا بولا۔

”خدا کی قسم!.... میں.... کیا کہوں؟“ پر وین بری طرح ہاپ رہی تھی۔ اس کے برخلاف اتنی اچھل کوڈ کے بعد بھی عمران کی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔

”تم کیا.... اچھے اچھے کچھ نہیں کہہ سکتے ہاں!“

پر وین اپنے بستر پر بیٹھ گئی.... چند لمحے عمران کو ٹھوڑتی رہی۔ پھر بولی ”ان صلاحیتوں کے باوجود بھی تم کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کر سکتے۔ باپ کا نام بدnam کرتے پھرتے ہو!“

”لخت ہے تم پر....“ عمران جلا گیا۔ ”تم بھی شریف آدمیوں کی سی بکواس کرنے لگیں اگر آئندہ میرے سامنے باپ کا حوالہ دیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا.... ہاں!“

”اچھا.... تمہارے ساتھ کوئی اینگلو بریز لڑکی بھی رہتی ہے؟“

”اب نہیں رہتی.... اس میں بھی شرافت کے تھوڑے بہت جرا شیم پائے جاتے ہیں.... اس لئے میں اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا.... شروع میں سمجھا تھا کہ میرے کام کی ہے!“

”تم نے فیاض کے لئے بھی تو اکثر کیس نپٹائے ہیں۔“

”بہت دنوں سے ایسی کوئی غلطی نہیں کی.... اور نہ آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔“

”مجھے سراغر سانی سے بڑی دلچسپی ہے۔“ پر وین نے کہا ”یہی وجہ ہے کہ میں اس ملازمت کے پیچھے دوڑی تھی۔“

”غالبًا یہ دلچسپی جاسوسی ناولوں کی رہنمی منت ہے.... کیوں....؟“

”نہیں میں نے اس فن پر میکنیکل کتابیں پڑھی ہیں۔“

”اچھا۔ اب میں جاؤ؟“ عمران نے اٹھنے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں! اب تم جنی دیر چاہو.... بیٹھ سکتے ہو!“

”کم یا زیادہ کے متعلق میں نہیں جانتا..... لیکن مجھے اپنی حماقتوں پر اتنا اعتقاد ہے کہ کرتل فریدی کی ساری ذہانت دھری رہ جائے سنگ ہی کو بھی میں چند ہی سمجھتا ہوں جس نے کرتل فریدی کو نچا کر رکھ دیا تھا۔“

”برا غرور ہے تمہیں اپنی صلاحیتوں پر!“

”اب مجھے بور نہ کرو میں جا رہا ہوں“ عمران اٹھتا ہوا بولا ”لاوا! میرا ریوالو!“

”ریوال اور ضبط!“ پر دین مسکرائی۔

”مصیبت میں پھنس جاؤ گی اس کا لائن تمہارے لاٹنیس سے مختلف ہو گا۔“

”تمہارے پاس کون سالاٹنیس ہے؟“

”مگر میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔“

پر دین نے ریوال اس کی طرف بڑھا دیا اور آہستہ سے بولی۔

”ہم و قاتوفقا ملتے رہیں گے۔“

”اس طرح ملنے والے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔“ عمران نے کہا۔ اور اپنی چادر سمیت کر تیز قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

O

دوسری صبح عمران نے سب سے پہلے جولیانا فائزہ والر کو فون کر کے پر دین کی کڑی گرانی کیلئے تاکید کی۔

”بچپنی رات مجھ سے ایک نفلٹی ہو گئی جتاب!“ جولیانے کہی ہوئی آواز میں کہا۔
”کیا ہوا؟“

”آپ نے کہا تھا کہ میں کچین جعفری کو ریگ لاج سے ہٹالوں لیکن میں بھول گئی۔“
دیسے میرا خیال ہے کچین جعفری کی روپورٹ آپ کیلئے یقیناً کار آمد ہو گی۔“

”کیا روپورٹ ہے؟“

”وقت بر باد کرنے سے کیا فائدہ؟“ عمران نے مضحل آواز میں کہا۔ ”میں جس کام کے لئے آیا تھا وہ نہیں ہو سکا۔ میں سمجھا تھا کہ تم اپنے مطلب کی ہو لیکن تم بھی شریف ہی نہیں۔“

”فرض کرو میں شریف نہیں پھر؟“

”نہیں فرض کروں گا..... اتنی دیر تک فرض کرتے رہنے سے مجھے کیا فائدہ پہنچا ہے؟“

”بیٹھو! بیٹھو! کیا تم مجھے یہ فن سکھا دو گے؟“

”کون سافن؟“

”بھی گولیوں سے اس طرح بچنا.....“ پر دین بولی ... ”میں نے اسکے متعلق صرف سنا تھا۔“

”کہاں سنا تھا؟ یہ فن عام نہیں ہے؟“

”ایک یہیں الاقوامی بھرم سنگ ہی اس کا ماہر تھا۔“

”بس تو یقین کرو کہ سنگ ہی بے بعد عمران ہی رہ جاتا ہے تیرا کوئی شایدی نکلے یہ فن میں نے اسی دوغلے چینی سے سیکھا تھا۔“

”کب؟ کہاں؟“

”لندن میں وہاں میری مدد بھیڑ ایک مشہور قاتل اور ڈاکو مکار نس سے ہو گئی تھی سنگ ہی بھی ان دونوں لندن میں مقیم تھا۔ میں نے سنگ ہی اور مکار نس کو آپس میں لڑا کر اپنا اللو سیدھا کر لیا۔“

”کیوں جھک مار رہے ہو سنگ ہی وہ آدمی تھا جس نے کرتل فریدی جیسے آدمی کو تکلا مارا تھا۔“

”میں وہ آدمی ہوں جس نے سنگ ہی جیسے مکار آدمی سے ایسا مشکل فن حاصل کر لیا تھا ویسے کرتل فریدی سے بہت زیادہ مرعوب معلوم ہوتی ہو۔“

”یقیناً کرتل فریدی کی ذہانت کوون پہنچ سکتا ہے۔“

”اڑے جاؤ! ادھر دیکھو! میرا نام عمران ہے! میرے ہتھے اگر کبھی چڑھے یہ حضرت تو انہیں آرام کرنے کے لئے کم از کم چھ ماہ کی چھٹی لینی پڑے گی۔“

”کیا تم کرتل فریدی سے زیادہ ہو؟ پر دین نے بر اسلام نہ بنانے کا روپ چھا۔“

”عمران! فوراً ریگل لاج پہنچو! پروین قتل کر دی گئی... تمہارا آنا ضروری ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

قبل اس کے کہ عمران کچھ کہتا۔ دوسرا طرف سے سلمہ منقطع کر دیا گیا۔ عمران نے بہت براسامنہ بنایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسے قدم قدم پر ٹکست ہو رہی تھی۔

اس نے بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا۔ نیچے آکر گیراج سے کار بکال اور ریگل لاج کی طرف روشن ہو گی۔ راستے ہمروہ عجیب طرح کی الجھن میں بیٹا رہا۔ اس میں اس کی جھٹی حس کو بھی داخل تھا۔ ریگل لاج کے سامنے پہنچ کر اس نے کار روک دی لیکن وہاں اسے کسی غیر فطری بات کا احساس ہوا۔ اور وہ بات اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی کہ ریگل لاج کے قرب و جوار کے حالات معمول پر تھے۔ کہیں بھی اسے کوئی پولیس میں نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے واپسی کے لئے کار موڑی ہی تھی کہ سامنے سے فیاض کی کار آتی دکھائی دی۔ اسکے پیچے پولیس کار تھی۔

عمران کو اپنی کار روک دینی پڑی۔ اس نے سوچا۔ یقیناً وہ کسی جاں میں پہنچنے والا ہے۔ کیونکہ فیاض نے فون ہی پر کہا تھا کہ وہ ریگل لاج میں موجود ہے۔۔۔ فیاض کا رسے اتر کر اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا ”کیا بات ہے؟“

”بات میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”مجھ سے کہا کہ میں ریگل لاج میں موجود ہوں اور خود اب تشریف لارہے ہیں۔“

”میں نے؟.... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ دیسے ابھی کسی نامعلوم آدمی نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ پروین اپنے فلیٹ میں قتل کر دی گئی!“

”لیکن مجھ سے کیپٹن فیاض نے کہا تھا کہ میں ریگل لاج میں موجود ہوں۔ پروین قتل کر دی گئی ہے فرو آؤ!“

”تم اس فلیٹ میں گئے تھے؟“ فیاض نے اسے گھور کر پوچھا۔

”نہیں! میں نے جب یہاں پولیس کی گاڑی نہیں دیکھی تو سمجھا شاید کسی نے مذاق کیا ہے.... واپس جا رہا تھا کہ تم آگئے!“

”چھا تم نہیں ٹھہر دے.... میں اوپر جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک تمہیں نہیں ٹھہرنا پڑے گا۔“

”پروین نے پونے بارہ بجے اپنے فلیٹ کا قفل کھولا تھا۔ وہ تمہاری نہیں تھی اس کے ساتھ ایک لمبے قد کا آدمی بھی تھا۔۔۔ جس کی شکل نہیں دیکھی جاسکی۔ پروگرام کے مطابق ایک بجے سار جنت ناشاد نے کیپٹن جعفری کی جگہ لے لی۔ سار جنت ناشاد کا بیان ہے کہ تقریباً دو بجے ایک محبوب سا آدمی پروین کے فلیٹ کے دروازے کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہوا۔ اور ایک گھنٹے بعد جب وہ فلیٹ سے باہر نکلا تو اندر کا کمرہ روشن نظر آ رہا تھا۔“

”لبے آدمی کے متعلق کیا پورٹ ہے جو پروین کے ساتھ آیا تھا؟“ عمران نے پوچھا۔

”اس نے ساری رات فلیٹ میں گزاری تھی اور ٹھیک پانچ بجے وہاں سے نکلا تھا۔“

”ناشاد نے اس کا تعاقب کیا تھا؟“

”تعاقب تو کسی کا بھی نہیں کیا گیا۔۔۔ آپ کے احکامات صرف نگرانی کے لئے تھے۔“

”اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہئے۔۔۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ ناشاد سے غلطی ہوئی مگر وہ تمہارا تھا وہاں سے دو آدمی نکلے تھے۔“

”خنز۔۔۔ فی الحال کچھ نہیں وہاں کم از کم تین آدمی لگا تو۔۔۔“

عمران نے سلمہ منقطع کر دیا۔۔۔ وہ اس لبے آدمی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جعفری اور ناشاد کی روپرتوں کا یہ مطلب تھا کہ وہ لمبا آدمی اس وقت بھی فلیٹ ہی میں موجود تھا جب اس نے پروین کو اپنے کرتب دکھائے تھے۔ اور اس کے خلاف اپنی تگ و دوکی وجہ یہ قرار دی تھی کہ اس نے اس کے پرس میں پستول دیکھ لیا تھا۔

وہ لبے آدمی کے مغلق سوچ تارہ۔ جس کی شکل نہ جعفری دیکھ پایا تھا اور نہ سار جنت ناشاد۔۔۔ مگر وہ آدمی بھوری ڈاڑھی والا نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ وہی مشتبہ آدمی جس کے ساتھ پروین کو دیکھ کر عمران اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

وہ سوچ تارہ مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

دفعہ فون کی گھٹنی بھی اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔ دوسرا طرف سے بولنے والے نے کہا کہ وہ کیپٹن فیاض ہے۔

پھر گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

فیاض نے کارخ ویرانے کی طرف ہو گیا!

O

فیاض نہیک سات بجے شام کو عمران کے باپ رحمان صاحب کی کوئی تھی میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر گہرے تقریر کے آثار تھے۔

نوكرا سے ڈرائیور میں بٹھا کر اطلاع دینے کے لئے اندر چلا گیا۔

رحمان صاحب جلد ہی آگئے۔ فیاض نے انہیں دیکھ کر انہنہا چاہا۔

”بیٹھو..... بیٹھو..... کیا خبر ہے؟“ رحمان صاحب نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”کیا عرض کروں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”کیا بات ہے؟“

”مقتولہ کے کمرے میں ایک کرسی پر عمران کی انگلیوں کے کنی نشانات ملے ہیں۔ نہ صرف ری پر..... بلکہ ایک نشاں مقتولہ کے پستول پر بھی ہے۔ اسی پستول پر جس سے وہ قتل کی گئی ہے.... پستول پر دوین ہی کا تھا۔ وہ اس کالائنمنس رسمتی تھی۔ مجھے پہلے سے بھی اس کا علم تھا کہ ل کے پاس ایک پستول ہے۔ اب آپ فرمائیے کہ میں کیا کروں؟“

”میں کیا بتاؤں..... جو تم مناسب سمجھو..... اگر عمران گرفت میں آتا ہے تو میں اس کی غارش نہیں کروں گا۔“

”مگر جناب میرے اور اس کے تعلقات..... میں کیسے گوارا کروں گا۔ بہتر ہے کہ آپ روپی طور پر میرا تباہ ل کر دیں۔“

”اس تجویز پر میں تمہیں معطل کر سکتا ہوں!“ رحمان صاحب نے غصیلی آواز میں کہا۔ ”تم رُس کی اوایگل سے بیچھے ہٹ رہے ہو..... اگر عمران مجرم ہے تو وہ نہ تور حمان کا بیٹا ہو سکتا ہے رہنے تمہارا دوست.... سمجھے!“

اچاک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور رحمان صاحب نے انھ کر ریسور اٹھا لیا۔

”بیہاں کیچپن فیاض ہے؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کون؟ عمران! تم کہاں سے بول رہے ہو؟“

فیاض نے کچھل کار والے انگلیوں کو اپنے بیچھے آنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔

عمران اپنی کار موڑی چکا تھا۔ جیسے ہی فیاض نظر وہ نسلک ہوا۔ وہ نسلک ہوا۔ دوسری کار میں بیٹھے ہوئے کاشیبلوں نے ان کی گفتگو نہیں سن تھی ورنہ شاید عمران اتنی آسانی سے گلو خلاصی حاصل نہ کر سکتا۔

وہ اندر حادھند اپنی کار دوڑائے لئے جا رہا تھا۔

اس نے بھاگ نکلنے کا فیصلہ بڑی جلدی میں کیا تھا۔

اسے یقین تھا کہ پر دوین قتل کردی گئی ہے۔ اسی لئے وہ بھاگ نکلا۔ وہ جانتا تھا کہ جس نے بھی اسے قتل کیا ہے.... وہ اس سلسلے میں اسے پھنسانا چاہتا ہے۔ ورنہ فیاض کی طرف سے فون کیوں کیا جاتا۔ اور فیاض کو کسی گنمام آدمی کی ہلف سے فون کیوں موصول ہوتا! عمران سوچ رہا تھا کہ وہ یقیناً پھنس جائے گا۔ کیونکہ وہاں کی ایک کرسی پر اس کی انگلیوں کے نشانات ملیں گے۔

ہو سکتا ہے کہ پر دوین کے پستول پر بھی اس کی انگلیوں کے نشانات محفوظ ہوں۔ یقیناً محفوظ ہوں گے۔ کیونکہ انہی نشانات کی بناء پر کسی نامعلوم آدمی نے اسے پھنسانے کی کوشش کی ہے۔ پر دوین کے فلیٹ کے نشانات یقیناً پولیس کو چکرا دینے والے ہوں گے۔ کیونکہ گولیوں کے چھ نشانات دیواروں پر بھی نظر آئیں گے.....

لیکن اسے بھر پر دوین کا پستول یاد آگیا۔ وہ سونے لگا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ہی پستول سے قتل کی گئی ہو اور اسی پستول پر خود اس کی انگلیوں کے نشانات پائے جائیں گے۔

عمران بے تھا شاکار چلا رہا تھا۔ اس وقت اس کی جیشیت بالکل مجرموں کی سی تھی! کیونکہ وہ بجھیت ایک ٹو منظر عام پر نہیں آ سکتا تھا۔

گھر پہنچ کر اس نے جلدی میں وہ فون تار سے الگ کیا جس کے نمبر ڈائرکٹری میں نہیں تھے۔ وہ مرانسیمیر اٹھا لیا جس کے ذریعہ وہ اکثر اپنے ماتحتوں سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے انہیں اس صندوق میں ڈالا جس میں میک اپ کا سامان رہتا تھا۔ وہ صندوق کو اٹھانے ہوئے بیچھے آیا۔

تین یا چار منٹ کے اندر ہی اندر اس کی کار پھر سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ لیکن جلدی ہی

کرنے لگا۔

اچاک رحمان صاحب بڑا ہے ”اسے باتوں میں الجھائے رکھو... میں دوسری فون پر ایک پیچھے سے معلوم کرتا ہوں کہ یہ کہاں سے بول رہا ہے۔“

رحمان صاحب کمرے سے چلے گئے۔ عمران دوسری طرف سے کہہ رہا تھا ایک لمبا آدمی تمہارا اصل شکار ہے جو داہنا پیر زمین پر رکھتے وقت باسیں پیر سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اس وجہ سے چال میں بلکی سی لنگڑا ہست محسوس ہوتی ہے۔“

”وہ کہاں ملے گا؟“

”تمہارے بڑے بھائی کی سرماں میں!“ عمران جھلا کر بولا۔

”پیارے عمران ذرا ذہنگ کی بات کرو!“

”آہا.... بہت بے تکلفی سے گفتگو کر رہے ہو۔ کیا والد صاحب قبل کمرے سے تشریف لے گئے.... آہا! میں بھی کتنا احتیم ہوں.... وہ یقیناً تشریف لے گئے ہوں گے۔ ایک پیچھے سے معلوم کریں گے کہ میں کہاں سے بول رہا ہوں۔ سنو! فیاض ڈار لنگ بلکہ سوبھیت ہارت میں پیلک بو تھے نمبر ۲۷ سے بول رہا ہوں۔ اب چلاشب بخیر! والد صاحب سے کہہ دینا کہ ان کی صلاحیتیں مجھ میں منتقل ہونے کے بعد کچھ ڈار لنگزی ہو گئی ہیں.... ہاں.... ثانا....“

”ارے سنو تو کسی.... وہ.... میں.... تم....“ فیاض ہکلاتا ہی رہ گیا اور دوسری طرف سے سلسہ منقطع کر دیا گیا۔

ٹھیک اسی وقت رحمان صاحب نے کمرے میں داخل ہو کر کہا ”پیلک بو تھے نمبر ۲۷“ پھر فون کی طرف دیکھ کر بولے۔ ”یہ کیا.... میں نے تم سے کہا تھا کہ اسے روکے رکھنا۔“

”جناب عالی! میں کیا عرض کروں؟“

”عرض کیا کرو گے خاک.... تم سے اتنا بھی نہیں ہو۔ کا اور اتنی ذمہ دار پوسٹ ہو لڑ کرتے ہو.... تمہیں شرم آئی چاہئے۔“

”وہ مجھ سے کہیں زیادہ ذمیں ہے۔“ فیاض نے مردہ کی آواز میں کہا۔

”بے کار بکواس!“

”میں اس کی اطلاع ڈائرکٹر جزل صاحب کو ہرگز نہیں دے سکتا.... رسیور فیاض کو دے دیجئے!“ ”یہاں فیاض نہیں ہے۔“ رحمان صاحب نے غصیل آواز میں کہا۔

”پھر بھلا بتائیے کہ میں کیوں نہ بھوٹ بولوں؟“ عمران کے لمحے میں بڑی سعادتمندی تھی۔

”شش اپ... سکور... نیہودے....“ رحمان صاحب نے چیخ کر کہا اور رسیور فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

”بیلو....!“ فیاض گا صاف کرتا ہوا بولا۔

”فیاض!“ عمران نے دوسری طرف سے کہا۔ یہ قتل تین اور پانچ بجے کے درمیان ہوا ہے اور اس وقت میں اپنے فلیٹ میں بے خبر سورہنا تھا یعنی کہ گدھے نجک کر..... آج کل گھوڑے تو ملے نہیں!“

”تم کہاں سے بول رہے ہو؟“

”کل ہتاوں گا۔ لیکن آخر تم فلیٹ میں کسی تیرے آدمی کی موجودگی کے امکانات پر غور کیوں نہیں کرتے؟ میری انگلیوں کے نشانات کو بھول جاؤ۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ پیش قول کے دستے پر میری انگلیوں کے نشانات ملے ہوں گے۔ مگر یہ تو سوچو کہ غیر معمولی حالات میں مجھ سے ایسی غلطی سرزد ہو سکتی ہے.... کیوں؟“

”مگر تمہاری انگلیوں کے نشانات کیوں؟“

”میں دو بجے سے تین بجے تک اس کے فلیٹ میں رہا ہوں اور اسے زندہ چوڑ کر آیا تھا۔“

”تم وہاں گئے کیوں تھے؟“

”اسے قتل کرانے... اگر میں وہاں نہ جاتا تو وہ قتل نہ کی جاتی۔“

”یعنی؟“

”وہ جن لوگوں کے لئے کام کر رہی تھی۔ انہیں شاید اس کا علم ہو گیا ہے کہ میں اس کی اصلیت معلوم کر لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”تم نے اسے نہیں قتل کیا؟“ فیاض بولا۔

”گھاس کھا گئے ہو تم شاید!“ عمران نے دوسری طرف سے کہا۔ بھلا میں اسے کیوں قتل

تھی.... جو کرٹل زیدی کی جگہ ملکہ خارجہ کے دفتر میں کام کرتا رہا تھا..... خود کرٹل زیدی کے متعلق عمران نے ہیڈ کوارٹر سے بہتری معلومات حاصل کر لی تھیں۔ کرٹل زیدی لمبے قد کا آدمی ضرور تھا۔ لیکن اس کی چال میں لنگڑا بہت نہیں تھی عمران نے سوچا کہوں شریکشن اسٹریٹ کے آسیب زدہ مکان میں قسمت آزمائی کی جائے۔ لیکن پھر اسے توبیر کی بیہوٹی کا واقعہ یاد آگیا۔ اور اسے یہ خیال ترک کرنا پڑا کہ وہاب بھی ریکشن اسٹریٹ والے مکان میں ان لوگوں کا کچھ سراغ پاسکے گا۔

پھر وہ کیا کرے؟

یہ ایک مشکل سوال تھا۔ فی الحال کوئی مشتبہ آدمی بھی اس کی نظر میں نہیں تھا! ایسے حالات میں منطقی شعور پر بھروسہ کرنا غضول ہی ہوتا ہے۔ لہذا عمران نے تباخ اخذ کرنے کے لئے مطلق کو بیکار ہی سمجھا... اور اسی مقصد کے حصول کے لئے تخلی کا سہارا ڈھونڈنے لگا... لیکن تھوڑی بھی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اس سے بھی کام نہ چلے گا۔ اس کے آبھوں ماتحت بھی اس دراز قد آدمی کی تلاش میں تھے مگر ابھی تک انہیں کامیاب نہیں ہوئی تھی۔

دراز قد آدمی کے خلاف اب تک دو جرم ثابت ہو چکے تھے ایک تو یہ کہ وہ کرٹل زیدی کے روپ میں ملکہ خارجہ کے دفتر میں کام کرتا رہا تھا اور دوسرا یہ کہ پروین کا قاتل وہی تھا۔ یہ محض عقلی گدا نہیں تھا بلکہ فنگر پر نہ کے ماہرین اس کی تصدیق کر چکے تھے! پروین کے فلیٹ کے باتح رومن کے دزوڑے کے پینڈل پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشان اور ملکہ خارجہ کے دفتر کی چند کریں پر ہتوں پر ملے ہوئے نشانات میں کوئی فرق نہیں تھا۔

ومران نے ایک پیلک ٹیلیفون بوتھ سے جولیا نا فٹزوڈر کو فون کیا آجھل وہ اسی طرح اس سے دن بھر کی رپورٹ حاصل کیا کرتا تھا۔ جو لیا دوسرا طرف سے کہہ رہی تھی ”ہمیں ایک ایسے لبے آدمی کا سراغ مل گیا ہے جو چلتے وقت داہنے پر زور دیتا ہے اور چال میں ہلکی سی لنگڑا بہت محسوس ہوتی ہے۔ وہ کرٹل نادر کے دفتر میں کام کرتا ہے اور اسی کوئی نہیں کے ایک حصے میں اس کا قیام بھی ہے۔ یہ کرٹل نادر ایک ریٹائرڈ فوجی ہے۔ پچھلے پانچ سال سے ایکسپورٹ اور ا

فیاض کچھ نہ بولا۔ رحمان صاحب غفا ہوتے رہے۔ ”کیا تم اس عہدے کے لائق ہو؟ بتاؤ... بولتے کیوں نہیں؟“

”میں نے روکنے کی کوشش کی تھی۔ باتوں میں الجھایا تھا لیکن بے خیال میں تھوڑا بے تکلف ہو گیا۔ بس اسی پر وہ کھنک گیا کہنے لگا کیا اللہ صاحب کمرے سے تشریف لے گئے؟ تم بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر رہے ہو۔ ضرور تشریف لے گئے ہوں گے تاکہ ایکچھ سے معلوم کر سکیں کہ میں کہاں سے بول رہا ہوں۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ پیلک بو تھے نمبر ۷۲ سے بول رہا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے... اتنی ذرا سی بات پر وہ کھنک گیا۔“

رحمان صاحب بچھ نہیں بولے۔ چند لمحے خاموشی رہی۔

پھر انہوں نے کہا ”میں کچھ نہیں جانتا... تین دن کے اندر اندر اسے حاضر کرو۔“ ”میں انتہائی کوشش کروں گا جناب!“

”تمہیں اور پچھے کہنا ہے؟“

”جی نہیں!“ فیاض امتحا ہوا بولا ”اب اجازت دیجئے!“

O

میک اپ کے باوجود بھی آدمی اپنی آنکھوں کی بناوٹ اور چلنے کے انداز سے پہچانا جاسکتا ہے۔ لہذا عمران کو آنکھوں کی خاص فلکر تھی۔ اس کے لئے اس نے باریک شیشوں کی عنیک استعمال کی تھی۔ رہ گئی چال... اس کا بدلت دینا عمران کا باسیں ہاتھ کا کام تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جسم کے کن حصوں پر کتنی طاقت صرف کرنے سے چال بدلت جاتی ہے۔ لہذا چال سے اسے پہچان لینا آسان کام نہیں تھا۔

اسے اس لبے آدمی کی فلکر تھی جو چلتے وقت داہنے پر زیادہ زور سے زمین پر رکھتا تھا... جس کی وجہ سے چال میں ہلکی سی لنگڑا بہت کا احساس ہوتا تھا۔ سارجنٹ نا شاد کی رپورٹ کے برابر ایسا ہی ایک آدمی پروین کے فلیٹ سے نکلا تھا اور اس آدمی کے متعلق بھی یہی رپورٹ

”ساتھ ہی کام بھی ہوتا رہے گا جناب! میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس لئے آدمی کو دیکھے لیجئے۔ ممکن ہے ہم سے غلطی ہوئی ہو۔“

”خوب! عمران بھرائی ہوئی آواز میں ہنا...“ اس طرح تم مجھے ڈھونڈ نکالو گی۔ یعنی جو شخص بھی کرٹل نادر کے آفس یا اس کی کوئی بھی کے گرد منڈلاتا ہوا انتظار آجائے... وہ سو فیصدی ایکس ٹو ہو گا... کیوں؟... یہی تدبیر سوچی ہے نامن نے؟“

جو لیا پہنچ لگی اور عمران نے کہا۔

”کہیں اس بوڑھے کو ایکس ٹو نہ سمجھ لینا جو اس وقت بھی کرٹل نادر کے آفس کے قریب ہی موجود ہے۔“

”کیا.... کوئی ایسا آدمی وہاں موجود ہے؟“

”ہاں.... وہ کمپنیت بہت چالاک ہے... اتنا چالاک کہ تم سے پہلے ہی اس لئے آدمی کے چکر میں پڑ گیا۔“

”وہ کون ہے؟“

”عمران۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”عمران وہاں پہنچ گیا۔“ جو لیا نے حیرت سے کہا۔

”ہاں! اگر تم چاہو تو اسے پریشان کر سکتی ہو۔ کیونکہ فیاض نے اس کی گرفتاری کا وارث نکالا یا ہے۔“

”جی ہاں! میں نے بھی سنا ہے... شاید پروین کے فلیٹ میں اس کی انگلیوں کے نشانات بھی ملے ہیں۔ مجھے بڑی حیرت ہے کہ یہ ہر معاملے میں بالکل ہماری ہی لائکن پر دوڑتا ہے۔“

”لیکن وہ دوڑتا ہی رہ جاتا ہے اور میں فائدہ اٹھا لیتا ہوں۔ اس کا وجود فیاض کے لئے نقسان دہ ہو سکتا ہے... میرے لئے نہیں۔“

”اچھا میں دیکھوں گی۔“

”لیکن اس کا خیال رہے کہ عمران کی گرفتاری ہمارے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہو گی اسے فیاض کی دسٹرس سے دور ہی رہنا چاہئے۔“

اپورٹ کرتا ہے۔ ٹیوی اسٹریٹ میں اس کا آفس ہے۔ اور کوئی... صدر روڈ پر ہے... پندرہ صدر روڈ!“

”سب سے پہلے اسے کس نے دیکھا؟“ عمران نے پوچھا۔
”کیپٹن خاوز نے۔“

”پھر تم نے بھی اسے دیکھا؟“

”جی ہاں میں نے بھی خاور ہی کی اطلاع پر اسے دیکھا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ وہ مطلوبہ آدمی سے سو فیصدی مشابہ ہے۔“

”نادر کے آفس میں وہ کیا کام کرتا ہے؟“

”اکھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا... ویسے اس کے متعلق تفصیلات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے!“

”تو یورپ سے کیا کام لے رہی ہو؟“

”کچھ بھی نہیں وہ آرام کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجرموں کی نظر میں آگیا ہے۔ لہذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس سلسلے میں اب اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔“

”تم واقعی بہت ذہین ہو جو لیا۔“ عمران نے کہا۔

”شکریہ! لیکن اب میں ان تعریفوں سے خوش نہیں ہوتی۔“

”کیوں؟“

”اب مجھے اسی حالت میں خوشی ہو گی جب آپ میرے قریب بیٹھ کر میری ذہانت کی تعریف کریں گے۔“

”ایسا شاید کبھی نہ ہو سکے۔“

”اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں خود ہی آپ کو ڈھونڈ نکالوں۔“

”کھلی ہوئی اجازت ہے۔“ عمران نے کہا۔

”شکریہ! میں کوشش کروں گی۔“

”ابھی نہیں! یہ فرصت کی باتیں میں۔ فی الحال ہمیں کام کرنا ہے۔“

”مگر عمران پر دین کے فلیٹ میں کیسے داخل ہوا تھا کہ اپنے آدمی اسے نہیں دیکھ سکے۔“
”آہا.... کیا تمہیں وہ مجھوں آدمی یاد نہیں جو دروازے کا شیشہ توڑ کر فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔“
”کیا وہ عمران تھا؟....“ ”جو لیا کے لبجے میں حیرت تھی۔
”ہاں! وہ عمران تھا۔“

”پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس قتل میں اسی کا باتھ رہا ہے۔“

”خدا جانے.... میں ابھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اسے ضرور یاد رکھو کہ عمران کی گرفتاری سے ہم نقصان میں بھی رہ سکتے ہیں۔“

”تو کیا ہم پوشیدہ طور پر اس کی بھی حفاظت کریں۔“ ”جو لیا نے کہا۔

”ہاں! مگر اس طرح کے اسے اس کا علم نہ ہونے پائے۔ وہ بے چار اندازہ طور پر ایکن ٹو کے لئے بڑی محنت کر رہا ہے۔“ ”عمران نے کہا۔“ ”اچھا ب میں تقریباً آٹھ گھنے بعد تمہیں پھر فون کروں گا! نہبڑو.... نہبڑو.... سنو! ایک تدبیر سمجھ میں آرہی ہے۔ اس طرح سارا کام اپنے آسانی ہو جائے گا.... تم عمران کو دھکاؤ کر اس نے تمہارے ساتھ مل کر کام نہ کیا تو تم اسے گرفتار کراؤ گی۔ وہ اس پر مجبور ہو جائے.... سمجھیں....؟“

”جی ہاں! سمجھ گئی.... لیکن اس کی پہچان کیا ہے؟“

”سفید اور گھنی ڈاڑھی.... آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک، ناک کے نچلے حصے پر گہری بُرخی اور خفیف سا نغمہ.... وہ تمہیں کرتل نادر کے آفس کے سامنے والے ریستوران میں ملے گا.... اچھا.... بس!“

عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا۔

O

عمران جو لیا کے پہنچنے سے پہلے ہی اس ریسٹوران میں پہنچ گیا۔ وضع قطع سے وہ کوئی بُرخا ڈاڑھی والا یورشین معلوم ہوتا تھا۔ اس کے آرڈر کی چاٹ آئی ہی تھی کہ جو لیا آپنی۔ وہ تیر کی طرح عمران کی طرف آئی۔

279
”اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو!“ اس نے جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ عمران دمہ کے مرضیں کی طرح ہاتھا ہوا بولा ”بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ....“ اگر تمہیں دستے کی بیماری سے نفرت نہ ہو۔
جو لیا بیٹھنے ہوئی اس کی طرف جھک کر بولی۔ ”قطیعی نہیں! ایسی صورت میں نفرت کی ہی نہیں جاسکتی جب کسی جوان آدمی کو دمہ ہو جائے۔“

”لوگی! تم میرے بڑھاپے کا مذاق اڑا رہی ہو۔ تم سے خدا سمجھے اور خدا کرے تم ابھی بوڑھی ہو جاؤ۔“

”ہاں میں بوڑھی ہو سکتی ہوں لیکن مجھے دمہ ہرگز نہیں ہو گا۔ میرے پھیپھڑوں میں اتنا دمہ ہی نہیں ہے کہ میں زبردستی ہاپ سکوں۔“

”تم شاید پاگل ہو گئی ہو....“ ”عمران نے جھلا کر کہا۔“ ”کیا ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟“ ”اچھی طرح۔ اگر میں تمہاری ڈاڑھی تو نوچ لوں تو کیسی رہے؟“

”تم مردہ نظر آؤ.... اور میں چھانی کے تختے پر۔“ ”بوڑھے ڈار لنگ! جو لیا نہس کر بولی“ اسی فٹ پا تھہ پر ایک ڈیوٹی کا نشیبل ٹھیل رہا ہے۔ کہو تو میں اسے بھی تمہاری چائے میں شریک کر لوں؟“

”تم کیا بک رہی ہو تو کی؟“ ”تم کیا بک رہی ہو تو کی؟“ ”ہوں....“ ”جو لیا اسے گھورتی ہوئی بولی“ ”تم کیپھن فیاض کو دھو کاوے سکتے ہو مجھے نہیں!“ ”ارے باپ رے....“ ”عمران اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اور جو لیا نہس پڑی۔

پھر اس نے کہا۔ ”کہو تو بلاوں ڈیوٹی کا نشیبل کو؟“ ”ہم.... ہپ.... مجھے سوچنے دو۔“

”اچھی طرح سوچ لو۔ تمہیں یہاں اپنی موجودگی کی وجہ بھی بتانی پڑے گی اور یہ بھی بتانا پڑے گا کہ کہ پر دین کے فلیٹ میں شیشہ توڑ کر کیوں داخل ہوتے تھے؟“

”ہاں میں تم یہ بھی جانتی ہو؟“ ”عمران بو کھلا کر بولنا“ میں تو فن ہو گیا۔ ”نہیں۔ ابھی تو سرف دم اکھڑا ہے۔ کفن و فن میرے ذمہ ہو گا۔“ ”جو لیا مسکرانی

"تم تو آج اس عورت کی طرح باتیں کر رہی ہو۔ جس نے ہاتھی کی موت پر چیزوں کو مبارک باد دی تھی۔"

"اس لئے آدمی کا نام کیا ہے جو کرنل نادر کے دفتر میں کام کرتا ہے؟"

"بواۓ!" عمران چیخا "ایک گلاس پانی... ٹھانڈا والا...." اور پھر وہ بری طرح کھانے لگا۔

"اس سے کام نہیں پڑے گا۔ جو لیا نے سمجھی گی سے کہا۔" تمہاری بچت اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرو۔"

"تمہارے ساتھ تو دیے ہی میرا کام تمام ہو جاتا ہے... میں کام کیا کروں گا... آہا... کیا نام ہے جو لیا ناٹھنڈواڑی۔"

"کوئی شروع کر دی تم نے... بلو منظور ہے... یا... کیپیٹن فیاض کو فون کروں؟"

"کیا قصہ ہے... آخر یہ سکرٹ سروس والے آج کل مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہیں؟"

"میری بات کا جواب دو۔"

"خیال برا نہیں ہے... عمران پکھ سوچتا ہوا بولا۔" آج کل میں اکیلا بھی بور ہو گیا ہوں چلو منظور ہے... مگر ایک شرط پر..."

"کیا شرط ہے؟"

"تمہیں میرے کنبے پر عمل کرنا پڑے گا۔ میں کسی کے احکامات کا پابند نہیں ہوں گا۔"

جو لیا فوراً ہی پکھ نہیں بولی۔ کافی غور و فکر کے بعد اس نے کہا۔ "چلو منظور ہے۔" دیے وہ

سوق رہی تھی کہیں یہ بات ایکس ٹوکی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

"میرے کنبے پر عمل کرو گی۔" عمران نے کہا۔

"باں... کتنی بار کہوں۔"

"اچھا... تو کرو... میرے کنبے پر عمل کرو۔"

"کیا کروں؟"

"اپنے گالوں پر زور زور سے پھٹر مارو۔"

"ہشت..."

"پھر میں تم اوگوں کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔" عمران نے سمجھی گی سے کہا۔ دونوں آہست آہست ٹھنڈوں کر رہے تھے۔ عمران نے دوبارہ کہا۔ "میرے کنبے پر عمل کرو۔"

"بے سکے مذاق مجھ پسند نہیں ہیں۔"

"تم نہیں مارو گی تو میں ہی رسید کر دوں گا۔"

"ش! اپ!"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران اس کے گال پر ایک تھپڑر سید کر کے چینا۔ "تجھے کرنل نادر کے دفتر میں ملازمت کرنی ہی پڑے گی۔"

جو لیا ہکا بکارہ گئی۔ اس کا ہاتھ چوٹ کھانے ہوئے گال پر تھا۔ اور آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

عمران پھر گر جا۔ تجھے کرنل نادر کے دفتر میں نوکری کرنی ہی پڑے گی۔"

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" ایک آدمی قریب ہی کی میز نے امتحا ہوا بولا۔

عمران کسی چیز پر بوڑھے کی طرح اس پر الٹ پڑا۔ "تم سے مطلب؟" میں نے اپنی لڑکی د تھپڑر مارا ہے۔ تم کون ہو تو خل دینے والے؟"

جو لیا ناموش بیٹھی رہی۔

"مگر بناب! یہ ظلم ہے... ناشائستگی ہے! اس نے عمران سے کہا۔

"یہ ناشائستگی تم سے نہیں سرزد ہوئی... اپنا کام کرو... عمران ہاتھ جھک کر بولا۔ پھر ولیا نے کہا "اخو... ابھی چلو... وہ میں تم کو یہیں دفن کر دوں گا۔"

اب سارا مغالمہ جو لیا کی سمجھ میں آگیا۔ لیکن یہ طریقہ برا دا ہیات تھا۔ وہ دل ہی دل میں مران کو گالیاں دیتی رہی۔

"تم نے نہیں سن؟" عمران دانت پیس کر بولا۔

"میں اس کے دفتر میں ملازمت نہیں کر دوں گی۔ وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔"

"اچھا تو جہاں تمہارا دل چاہے مر رہو... میری چھٹ کے نیچے واپس نہ آنا... بھیس؟... میں بڑھاپے میں بھی اپنا بیٹ پالنے کے لئے محنت کر سکتا ہوں... میری نظر و نون

سے دور ہو جاؤ۔

”ڈیڈی.... تم پاکل ہو گے ہو.... یہاں اس طرح مجمع عام میں توین کر رہے ہو۔ اب میں تم پر تھونکے بھی نہ آؤں گی!“ جولیا اٹھنے لگی۔

لیکن اس آدمی نے آگے بڑھ کر کہا

”محترمہ! اذ راسنے تو سکی!.... یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ کر غل نادر بزرے آدمی ہیں؟“

”پھر تم نے دخل دیا۔“ عمران جھلانے ہوئے لجھے میں بولا۔

”جبور آد خل دینا پڑا۔ کیونکہ میں ایک اچھے آدمی کے متعلق کسی کی بری رائے نہیں برداشت کر سکتا۔“

”ارے تو تم ٹھیکیدار ہو سارے زمانے کے؟“ عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

کرے کے سارے ہی لوگ ان کی طرف متوجہ تھے!

”نہیں.... کر غل نادر سے میرا تعلق ہے.... اس لئے میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔“

”کیا تعلق ہے؟“

”میں ان کی فرم کا اسنٹ فیجر ہوں!“

”اوہو!“ عمران یکنثی کھڑا ہو کر اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ”معاف کیجئے گا جناب! کر غل نادر کے لئے میں ذاتی طور پر کوئی برا خیال نہیں رکھتا۔ یہ ابھی بچی ہے.... ناکچہ ہے.... کسی نے کہہ دیا ہو گا۔ کر غل نادر برے آدمی ہیں۔ آپ تشریف رکھئے تا.... جی ہاں.... یہاں اسی کری پر.... مجھے افسوس ہے جناب اپنے رو دیے پر.... مجھے معلوم ہوا تھا کہ کر غل نادر کے دفتر میں ایک ناپس کی جگہ خالی ہے اے جو!.... بیٹھ جاؤ.... میں تمہیں حکم دیتا ہوں!“

جو لیا پناہ چلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے بیٹھ گئی۔ وہ اس وقت کافی حسین معلوم ہو رہی تھی۔

عمران کافی دیر تک بکواس کرتا رہا۔

ایس آدمی نے کہا کہ فی الحال دفتر میں کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ لیکن وہ جولیا کے لئے جگہ

پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔

پھر وہ عمران کو وہیں بیٹھے رہنے کی تاکید کر کے جو لیا کو اپنے ساتھ دفتر لے گیا۔ جو لیا کی واپسی آؤتھے گھنٹے بعد ہوئی.... مگر وہ تنہا نہیں تھی.... اس کے ساتھ نہ صرف وہ اسنٹ فیجر تھا بلکہ ایک دراز قد آدمی اور بھی تھا جس کے چلے کا انداز دیکھ کر عمران نے ایک طویل سانس لی۔

”مبارک ہو جناب!“ اسنٹ فیجر نے عمران سے کہا۔ یہ کل سے کام پر آئیں گی۔“

”شکریہ! بہت بہت شکریہ!“ اس نے گریجوٹ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا.... اس کی آواز وقت آمیز ہو گئی تھی۔ ”میں عمر بھر آپ کا احسان یاد رکھوں گا۔“

ساتھ ہی عمران نے یہ بھی محسوس کیا کہ دراز قد آدمی اسے بری طرح گھور رہا ہے.... ”کیوں جناب! کیا آپ کی آنکھوں میں تکلیف ہے؟“ دراز قد آدمی نے ہمدردانہ لجھے میں کہا.... ”آج تو دھوپ بھی نہیں ہے.... لیکن آپ سیاہ عینک میں نظر آ رہے ہیں۔“

”سیاہ عینک!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”میں ہمیشہ تاریک شیشوں کی عینک استعمال کرتا ہوں حتیٰ کہ رات کو بھی آپ مجھے اس عینک کے بغیر نہیں دیکھیں گے.... دراصل میری آنکھیں بڑی نفرت انگیز ہیں۔ اگر آپ دیکھیں تو آپ کو یقیناً گھن آئے گی۔“

عمران نے عینک اتار دی۔

اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ اور پچڑے سے بھری ہوئی تھیں۔

”ڈیڈی! پلیز....“ جو لیا ناک سکوڑ کر کہا.... ”خدا کے لئے عینک لگائیے!“

عمران نے پھر آنکھوں پر عینک جمالی۔

جو لیا کا دل اس وقت بری طرح دھڑکنے لگا تھا جب دراز قد آدمی نے عینک پر اعتراض کیا تھا۔ مگر عمران کی چالاکی پر وہ عش عش کرنے لگی۔ دراز قد آدمی اسے انتہائی درجہ خطرناک نعلوم ہو رہا تھا۔

واپسی پر جو لیا عمران پر بری طرح برس پڑی! ”میں اس تھیٹر کا بدله لے لوں گی.... سمجھے!“

”کبھی اٹینا سے لے لیتا.... اب تو میں مستقل طور پر تمہارے ساتھ رہوں گا۔“

”کیا مطلب؟“

”تمہارا باپ بن کر رہوں گا۔ ویسے تم کچھ بھی سمجھو!“
میں تمہیں اپنے فلیٹ میں نہیں رکھوں گی۔“

”میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کہ اب تم اپنے رہائشی فلیٹ میں جاؤ... آہا
شہر... وہاں تم نے اپنا پتہ تو نہیں بتایا؟“

”نہیں! پتہ مجھے کل حاضری کے رجڑ میں لکھنا پڑے گا۔“
”کر تل نادر موجود تھا؟“

”ہاں اسی نے اپنی کامنخان بھی لیا تھا... مگر وہ حق خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔“

”عورتوں کے لئے؟“ عمران نے پوچھا۔

”تم بالکل گدھے ہو۔“ جو لیا نے کہا۔ اور اس وقت ایک حماقت کر بیٹھے ہوا عورتوں کے
معاملے میں وہ اس قدر بدبانم نہ ہے کہ کوئی عورت اس کے آفس کا رینج بھی نہیں کرتی۔ ... کیا
اسے یا اس کے آدمیوں کو اس پر شبہ نہ ہو گا۔ غالباً وہ لمبا آدمی اسی لئے ریسٹوران میں آیا تھا کہ
تمہیں بھی دیکھ لے۔“

”جو لیا... او... بیٹی جو لیا... میں نے آج تک سقطمندی کا کوئی کام ہی نہیں کیا... اسی
لئے کہہ رہا ہوں کہ اب تم اپنے رہائشی فلیٹ میں نہیں جا سکتیں۔“

”کیا ہے تمہارے ذہن میں؟ صاف صاف کہو۔“

”یہ لوگ ہمارے متعلق انکوارری ضرور کریں گے۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ اسی وقت سے
ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہو گا۔ لہذا تمہیں اسی مکان میں قیام کرنا چاہیے جہاں تم آٹھوں اکثر
اکٹھے ہوتے ہو اور ویسے وہ بند پڑا رہتا ہے۔“

”تم کیا جانو!“ جو لیا نے جیرت سے کہا۔

”گدھا سب کچھ جانتا ہے مگر عموماً خاموش رہتا ہے۔ ویسے جب بکھی زیکننا شروع کرتا ہے
تو لوگوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں... خیر... پرواد نہیں اس مکان کی ایک ایک بکھی آٹھوں
کے پاس رہتی ہے۔ تمہاری کنجی اسی وقت بھی تمہارے پر س میں موجود ہو گی۔“

”مجھے حیرت ہے کہ تم یہ سب کچھ کیسے جانتے ہو؟“

”میرا نام عمران ہے... کیپشن فیاض نہیں۔“

”تم اسی لبے آدمی کے چکر میں تھے؟“

”ہاں!“

”تو پھر اسے گرفتار کیوں نہیں کر دیتے... مجھے نادر کے دفتر میں ٹاپسٹ کیوں بنا رہے ہو؟“

”اڑے... اس کے خلاف ثبوت بھی تو ہمیا کرنے ہوں گے۔“

”ثبوت پہلے ہی سے موجود ہے... پروین کے فلیٹ میں کچھ ایسے نشانات بھی ملے تھے جو
نہ پروین کی انگلیوں کے تھے اور نہ تمہاری انگلیوں کے.... ہو سکتا ہے کہ وہ اسی کی انگلیوں کے
نشانات رہے ہوں۔“

”ہاں اسی لئے تو تمہیں اس کے آفس میں جگہ دلوائی ہے کہ تم کسی طرح سے اس کی انگلیوں
کے نشانات حاصل کرلو۔ پھر ان کا دوسرا نشانات سے موازنہ کر کے کوئی کارروائی کی جائے!“

”تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو... کوئی پکڑ اور بھی ہے۔“

”موت کا پکڑ پڑھا ہے تم نے بڑا شاندار ناول تھا۔“

”بات نہ ازاو!“

”چھوڑو بھی ہم آج سے ایک بالکل نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں اب کے جاڑوں کے لئے
تم میرا سو بیٹھ کس ڈپرائی کامن کا بانو گی؟ بوزھے باپ کو دستاںوں کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔“

”مجھے یہ طریقہ بالکل پسند نہیں۔“

”اور یہ پسند ہے کہ کیپشن فیاض مجھے پکڑ کر جیل میں ٹھونس دے۔“

”مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ اگر ایسا ہو جائے... تم اسی قابل ہو۔“

”بوزھے باپ کی بددعا میں نہ نو... سمجھیں....“

”سب سمجھتی ہوں... مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟“

”بس آخری تمنا یہ ہے کہ کسی شریف آدمی سے تمہاری شادی کر کے بقیہ زندگی ہالی وہ
لگنا رہوں۔“

”شٹ اپ!“

”باپ سے بد تیزی نہیں کرتے.... ہاں.... بری بات ہے۔“

”میں یہیں سڑک پر تمہاری ڈاڑھی نوچ لوں گی۔“

”اور قیامت کے دن رو سیاہ اٹھو گی۔“

”تم خود اٹھو گے رو سیاہ۔“

”میرے والد صاحب ڈاڑھی نہیں رکھتے اس لئے میں محفوظ ہوں۔“

”تو تم اب میرے ساتھ کہاں جا رہے ہو۔“ جولیا جھلائی۔

”وہیں جہاں کے لئے پہلے کہہ چکا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ تمہیں گور دا سپور

اور مجھے ٹندروالی یار پہنچادے گا۔“

”بکواس نہ کرو.... تم میرے ساتھ تیہیں رہ سکتے۔“

”جب ایک بیٹی باپ سے اس طرح گفتگو کرے تو سمجھ لو کہ کوئی آسمانی قہر نہ زدیک ہے۔

کنفیو شس نے یہی کہا تھا۔... اگر کنفیو شس نہ کہتا تب بھی کم از کم بیٹی یہ تو ضرور محسوس

کرتی کہ ایک آدمی تعاقب کر رہا ہے.... پچھے مزکر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔“ عمران نے

سنجیدگی سے کہا ”بس چپ چاپ چلتی رہو! آگے بس اسینڈ پر رک کر ہم کسی بس میں بیٹھ جائیں

گے۔ خبردار اس کے خلاف نہ ہو ورنہ متوجہ کی تم ذمہ دار ہو گی۔“

جولیا کو عمران کا یہ لہجہ بڑاڑو اُنا معلوم ہوا۔ وہ چپ چاپ چلتی رہی بھی کبھی وہ عمران سے

چیخ خوف محسوس کرنے لگتی تھی۔

وہ ایک بس میں بیٹھ کر اس سڑک پر آئے جس کی گلی میں وہ مکان واقع تھا۔... گلی صاف

ستھری اور کشادہ تھی اور یہاں زیادہ تر متوسط طبقہ کے لوگ آباد تھے۔

جولیا نے پرس سے کنجی نکال کر قفل کھولا اور وہ دونوں اندر آئے۔

”آہا!“ عمران نے کہا۔... ”یہاں فون بھی موجود ہے.... تب تو پھر کام بن گیا۔“

”کیا کام بن گیا؟“

”اب تم اپنے ساتھیوں میں سے دو چالاک ترین آدمی منتخب کرو جو یہاں آکر اس آدمی کی

”گھر انی کریں۔“

”لیاچیچ کوئی ہمارا تعاقب کر رہا تھا؟“

”پتہ نہیں کس گدھے نے تمہیں اس مجھے کے لئے منتخب کیا ہے!“

”شٹ اپ!“ جولیا جھنگھلا گئی ”اگر کوئی آدمی تعاقب کرتا بھی رہا ہے تو اس کے ذمہ دار تم ہو۔ تمہیں اس طرح مجھے کر غل نادر کے دفتر میں بھیجا ہی نہ چاہئے تھا۔“

”ہاااا.... یہ بات تمہاری کبھی میں نہیں آسکتی۔ مجھے اعتراض ہے کہ میں نے ہی اسے اپنے تعاقب پر مجبور کیا ہے۔“

”اس سے بڑی حماقت اور کیا ہو سکتی ہے۔“

”چلوںی الحال اسے حماتت ہی کبھی لو۔ جو میں کہوں کرتی جاؤ۔ تم اس کا وعدہ کر چکی ہو۔ درہ مجھے کسی بھی مدد کی ضرورت نہیں تھی سمجھیں؟“

”جب تک تم مجھے پوری ایکیم سے باخبر نہ کرو گے۔ میں کچھ نہیں کروں گی۔“

”اگر میں راستے نے ہٹ جاؤں تو تم اس گھر سے باہر قدم نکالنے کی بھی ہمت نہ کر سکو گی۔“ جولیا کس سوچ میں پڑ گئی۔ پھر وہ کھڑکی کے قریب گئی اور جھانک کر باہر دیکھا۔ گلی کے موڑ پر ایک آدمی کچھ اس انداز سے کھڑا نظر آیا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔

عمران نے ایک کری میں گر کر اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

جولیا فون کی طرف واپس آئی۔ لیکن پھر ڈائیل کرتے کرتے رک گئی وہ منٹ خاموش کھڑی رہی۔ پھر کھڑکی کی طرف آکر ایک بار پھر باہر جھانکنے لگی۔

وہ آدمی اب گلی کے اندر داخل ہو کر بیانے والے مکانات کی لائن کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے ان کے نمبروں سے کسی مخصوص مکان کا پتہ معلوم کرنا پڑا ہتا ہو۔

جولیا بڑی تیزی سے فون کی طرف پہنچی اور کیپشن خاور کے تبر ڈائیل کرنے لگی۔

کیپشن خاور سے اس نے وہ سب کچھ کہا جو کچھ دیر پہلے عمران کہہ چکا تھا۔ لیکن اسے یہ نہیں لیا کہ مکان میں اسکے ساتھ اور کون ہے۔ خاور نے جواب میں کہا کہ وہ اور کیپشن ڈیفری جلدی

لواہاں پہنچ جائیں گے۔

کان نک پہنچ رہی تھی۔

اس نے اس کا تذکرہ عمران سے بھی کیا تھا اور عمران نے اس پر کہا تھا ہو سکتا ہے کہ غرفانی کرنے والوں نے تاریکث دیئے ہوں۔ لیکن جو لیا کئے ہوئے تاریکھنے کے لئے باہر نہیں نکلی تھی۔

وفتر پہنچ کر اس نے حاضری کے رجڑ میں اپنا نام جو لیا ہیور تھے لکھا۔ عمران نے اسے بھی نام بتایا تھا۔ کیونکہ وہ خود ذکر ہیور تھے۔ قلب جو لیا نے پہلی رات ذکر کو ذکر بنانے کے لئے خوب مذاق اڑایا تھا۔

استثنیت نیجر نے اسے کچھ فائل دیئے جن میں اسے تقریباً نصف درجن نقلیں تیار کرنی تھیں۔ کام بہت معمولی ساتھا جو ایک گھنٹے کے بعد ختم ہو گیا اس نے استثنیت نیجر سے مزید کام کے لئے کہا۔

”اوہ.... مس ہیور تھے.... بس.... اب فی الحال آپ کو بیکار بیٹھنا پڑے گا“ نیجر مسکرا یا۔۔۔ ”وہ تو میں نے زبردستی آپ کے لئے جگہ خالی کرائی ہے۔ محض اس لئے کہ آپ کرٹل نادر کو تقریب سے دیکھ سکیں۔ میں اتنے اپنے آدمی کے متعلق کسی کی بھی بری رائے برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ یہ ضرور ہے کہ ہمارے یہاں کبھی کوئی لوکی مستقل طور پر نہیں رکتی۔ لیکن اس کی وجہ وہ نہیں ہے جو عام طور پر بیان کی جاتی ہے بلکہ لاکیاں اکتا جاتی ہیں۔ یہاں کے شریف آدمی ان سے فلرت نہیں کرتے۔ انہیں یہاں روکھی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ یہاں صرف تنخواہ سے کام ہوتا ہے۔ کوئی فلرت کرنے والا ان کے لئے تنخے نہیں خریدتا۔ کرٹل نادر ایک باصول آدمی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ان کے آفس میں کوئی لوکی کام کرتی ہے تو اسے لڑکی نہ سمجھا جائے۔ جن مقابل کی حیثیت سے اس کے ساتھ کوئی ایسا بر تاؤ نہ کیا جائے جس کی بنا پر آفس کے اوقات میں اسے اپنی جنس کا احساس ہو سکے؟“

اتی لبی چڑی تقریب کے جواب میں جو لیا نے صرف اتنا کہا ”مجھے اپنی غلط فہمی پر افسوس ہے۔“

استثنیت نیجر پھر شروع ہو گیا۔ ”کرٹل نادر اپنے آدمیوں سے برابری کا بر تاؤ کرتے ہیں۔ وہ اکثر کلر کوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچا آتے ہیں۔ ان کے دکھ درہ میں شریک ہوتے ہیں۔ پہلے چھ ماہ

جیسے ہی وہ رسیور رکھ کر مڑی۔ عمران اس کی طرف چیو نگم کا یکٹ بڑھاتا ہوا بولا۔۔۔

”ہو سکتا ہے کہ ہمیں رات کے کھانے کی بجائے چیو نگم ہی پر قناعت کرنی پڑے۔“

جو لیا کچھ نہیں ہوئی۔ وہ غور سے عمران کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”کیا بتاؤ!۔۔۔ یہاں تو گراموفون بھی نہیں ہے ورنہ رمبے۔۔۔ یا۔۔۔ والٹر ناچتا۔۔۔ دیے اپنی طرف ایک ہوتا ہے۔۔۔ مگنی کانچ جس میں نہ آرکسٹر اکی ضرورت ہے۔۔۔ اور نر قص کرنے کے لباس کی۔۔۔ ہم!۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ فی الحال میں صرف صبر کرنا چاہتا ہوں۔“

”اگر رات پہلی بسر کرنی پڑی تو۔۔۔؟“

”بسر کر لیں گے۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”تمہارے سر پر بسر کر لیں گے۔۔۔ یہاں بستر نہیں ہیں۔“

”فرض کر لیں گے کہ ہم اپنی قبروں میں آرام کر رہے ہیں۔“

”یعنی زمین پر لیشیں گے؟ بستر کے بغیر۔۔۔؟“

”میرا دیماں غمت چاؤ۔۔۔ ورنہ تمہیں قتل کر کے فرار ہو جاؤں گا۔۔۔ ہاں۔۔۔ میرا غصہ بڑا خراب ہے۔“

جو لیا بڑا تی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

دوسری صبح جو لیا کو کرٹل نادر کے دفتر جانا پڑا۔ وہ اور عمران ساتھ ہی ساتھ گھر سے باہر نکلے۔ لیکن تقریب دوڑا نہیں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا جس کے متعلق شہر کیا جا سکتا کہ وہاں کی نگرانی کر رہا ہے۔

سرکپ پر کچھ دور پیدل چلنے کے بعد ایک بس میں بیٹھ گئی۔ اور عمران دوسری سڑک پر مڑ گیا۔ ویسے جو لیا مضراب ضرور تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران کیا کرنا چاہتا ہے۔

پہلی رات اس نے ایک بار ایکس نو کو فون کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی تجھے برآمد نہ ہوا تھا۔ بلکہ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ لائن اگرچے ہے یا لکیٹر۔۔۔ کسی قسم کی آواز نہیں معلوم ہوئی۔۔۔ صرف ہوا کی سائیں سائیں سنتی رہی تھی جو ماڈ تھے پیس کے سوراخوں سے گھن کر

سے ایک کلر کی بیوی وق میں بٹلا ہے۔ کرنل نادر اپنی جیب سے اس کا علاج کراہے ہیں کہاں ملے گا ایسا باس اس زمانے میں... اور میں کیا کیا بتاؤں مس ہیور تھے!... کرنل نادر ایک عظیم آدمی ہیں۔“

جو لیا سب کچھ تسلیم کرتی گئی۔ لیکن کسی مرد کے متعلق عورتوں کی چھٹی حس فوراً اعلان کر دیتی ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔

جو لیا نے پہلی ہی نظر میں کرنل نادر کے پارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی محسوس کیا تھا کہ اس کی شخصیت میں اپنی بات منوانے کی صلاحیت بھی بدرجداں موجود ہے۔

آفس ختم ہونے پر سائز ہے چار بجے وہ باہر نکلی۔ کرنل نادر اپنی کار کی طرف جا رہا تھا۔... جو لیا کو دیکھ کر رُک گیا۔

”گھر جا رہی ہو؟“ اس نے بڑی شفقت سے پوچھا۔
”جی ہاں!“

”چلو۔ میں اپنی گاڑی میں پہنچا دوں۔“
”ارے نہیں... آپ کو تکلیف ہو گی۔“ جو لیا گھبرا گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ پہلے ہی دن وہ اتنی بے تکلفی سے پیش آئے گا۔

”نہیں کوئی بات نہیں۔“ کرنل نادر نے اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر اسے کار کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ اس دوسری بے تکلفی پر جو لیا بالکل ہی نزدوس ہو گئی۔ کرنل نادر کی شخصیت میں نہ جانے کون سی قوت تھی جس کے تحت جو لیا جیسی دلیر عورتوں کی زبانیں بھی گنگ ہو جاتی تھیں۔

جو لیا چپ چاپ اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اسے ہوش ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ کہاں جا رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ کون ہے....

تقریباً پندرہ منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ پھر اسے احساس ہوا کہ وہ ایک بڑی حماقت کر بیٹھی ہے۔ اسے اپنی کمزوری پر غصہ آگیا ہے۔

قبل اس کے وہ کچھ کہتی۔ کرنل بولا ”میا بات ہے؟“

”کچھ نہیں مگر... میں ادھر... میرا مکان زیدی لین میں ہے... زیر و روڑ پر...“

”اوہ! تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں سمجھا شاید صحیح جا رہا ہوں خیر کوئی بات نہیں۔ ہم آگے سے مرجائیں گے۔“

اس وقت وہ ماڈل ناؤن میں تھے... اسے شہر کا آباد اور غیر آباد حصہ کہا جا سکتا تھا۔ آباد کے ساتھ ہی غیر آباد یوں کہا جا سکتا تھا کہ عمارتیں ایک دوسری سے کافی فاصلے پر تھیں اور یہاں بڑے بڑے لوگ آباد تھے۔ اس نے یہاں دن کو بھی الوبولتے تھے جو لیا اس کے کار موڑنے کی منتظر رہی۔ لیکن کار ماڈل ناؤن سے بھی گذر گئی... اور اب وہ ایک دیرانے میں جا رہی تھی۔

اچاک جو لیا کو اپنا پرس یاد آیا جو اس کی گود میں نہیں تھا۔

”کیا تمہیں اپنے پرس کی تلاش ہے؟“ کرنل نادر نے پوچھا۔

”ہاں!“ جو لیا کے ملٹ سے بھرائی ہوئی سی آواز نکلی۔

”وہ میری رانوں کے نیچے ہے۔ تمہارے ہاتھ میں وہ پرس اچھا نہیں لگے گا جس میں اعشار یہ دوپاخی کا کوئی پستول بھی موجود ہو۔“

”تم مجھ کہاں لے جا رہے ہو؟“

”میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کتنا برآدمی ہوں تم نے میرے متعلق یہی خیال ظاہر کیا تھا... کیوں؟... نہیں.... چپ چاپ بیٹھی رہو... کار کی رفتار بہت تیز ہے.... تم اتر نہیں سکتیں اور نہ مجھ پر حملہ کر سکتی ہو.... کیونکہ اس صورت میں ممکن ہے میرا ہاتھ بہک جائے اور ہم دونوں کس درخت سے ٹکر اکر فا ہو جائیں!“

جو لیا پر ایک بار پھر بد حواسی طاری ہو گئی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا دوڑ ایک سیاہ سی دین آتی دکھائی دے رہی تھی۔

جو لیا نے شدید ذہنی بیجان کے باوجود بھی بھی بونچا کہ اس میں عمران کے علاوہ اور کوئی نہ ہو گا۔
کرنل نادر کی نظر وہ شیلد پر تھی۔

دراز قد آدمی سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔

”اب بتاؤ کہ تم حقیقتاً کون ہو؟“ کرٹل نادر نے جو لیا سے کہا ”میں بہت سفاک آدمی ہوں تھیں تج بولنے پر مجبور کرنے کے لئے سب کچھ کر گذر دوں گا۔“
جو لیا کچھ نہ ہوئی۔ لیکن پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی خاموشی چاقو کی نوک گوشت ہی میں انتار دے گی۔

”میں ایک.... ایک.... غریب لڑکی ہوں۔“ اس نے دردناک آواز بنانے کی کوشش کی۔

”غیریب لڑکیاں اپنے پرس میں ریو اور نہیں لئے پھر تیں۔“

جو لیا پھر خاموش ہو گئی۔ ابھی سورج غربِ ب نہیں ہوا تھا۔ اونچے درختوں پر نمناک سی نار نجی رنگ کی دھوپ کپکپا رہی تھی۔

”بولو!“ نادر نے کہا اور چاقو کی نوک پر دباؤ بڑھ گیا۔

”جو کچھ بتانا تھا بتا چکی... اب تم جو کچھ کہو کہہ دوں۔ پتہ نہیں تم کیا چاہتے ہو؟“ جو لیا نے دل مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

اتھے میں دراز قد آدمی کرٹل نادر کی کار دہاں لے آیا اور اسے چھوڑ کر دبارہ سڑک کی طرف چلا گیا۔ سڑک اور اس جگہ کے درمیان اونچی نچی جھاڑیاں حائل تھیں۔ کار کو لانے کے لئے اسے ایک نالے میں اتنا پڑا تھا۔

”اچھا!“ کرٹل نادر نے چاقو کی نوک اس کے سینے سے ہٹاتے ہوئے کہا ”وہی تم سے سمجھے گا۔ میں اس سے زیادہ سفاک نہیں ہوں.... تم بہت خوبصورت ہو مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ وہ پہلے تمہارے دونوں کان کاٹے گا۔ پھر تاک پھر انٹکیاں.... حتیٰ کی تم بتاؤ گی یا مر جاؤ گی۔ جس دین میں وہ آیا ہے اس میں زمین کھونے کا سامان بھی موجود ہے۔ پھر تم خود سمجھ سکتی ہو کہ تمہاری لاش بھی کسی کو نہ ملے گی۔“ جو لیا کانپ گئی وہ زمین پر بڑی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ وہ خود میں اتنی طاقت بھی محسوس نہیں کر رہی تھی کہ زمین سے اٹھ سکتی۔ دراز قد آدمی دین بھی دین لے آیا اس بار اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی جو لیا کی روح نا ہو گئی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ بھی انک نظر آ رہا تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد اس نے کار روکی جو لیا نے دراز قد کھول کر اتنا چاہا... لیکن کرٹل نادر نے اس کا بازو کپڑا لیا اور جو لیا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا بازو ٹوٹ ہی جائے گا۔ اسے یقین تھا کہ پیچھے آنے والی دین میں اس کا کوئی نہ کوئی مددگار ضرور ہے۔ اس لئے اس نے اپنی آواز میں خود اعتمادی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”میرا بازو چھوڑو۔ میں تم سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں۔“

جباب میں کرٹل نادر نے ایک زبردیلا ساق پیچہ لگا کر کہا ”اترو!“

”نہیں اتروں گی!“

”تمہاری سر ضمی....“ کرٹل نے لاپرواں سے اپنے شانوں کو جنبش دی اور سیٹ ہی پر بیٹھا رہا.... اتنے میں وہ دین بھی قریب آگئی۔ سیاہ رنگ کی ایک چھوٹی سی دین تھی۔ لیکن اسٹرینگ کے پیچھے عمران یا جو لیا کے کسی دوسرے مددگار کی بجائے وہی دراز قد آدمی موجود تھا جس کے لئے اسے کرٹل نادر کے دفتر میں ملازمت کرنی پڑی تھی۔

وہ نیچے اتر اور کرٹل نادر کی کار کا دراز قد کھول کر بڑی بیدار دی سے جو لیا کو نیچے کھینچ لیا۔

”اوھر لے چلو... جھاڑیوں میں!“ کرٹل نادر ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

جو لیا نیچے جیج کر انہیں گالیاں دینے لگی۔ دھٹکا دراز قد آدمی نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن کپڑا لی اور دانت پیس کر بولا ”گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔“ پھر اس نے نیچے جھک کر اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ جو لیا دونوں ہاتھوں سے اس کے سر کے بال نوچتی رہی۔ منہ پر تھپڑ لگاتی رہی لیکن وہ اسے اسی طرح اٹھائے چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ کرٹل نادر کے کہنے پر اسے زمین پر نیچے دیا۔ جو لیا کے سخت چوت آئی اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ یہ لوگ ذرہ برابر بھی رحم نہ کریں گے۔ وہ خاموش ہو گئی اور زمین سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک بڑے سے چاقو کی نوک اس کے سینے سے آگئی جس کا دستہ کرٹل نادر کے ہاتھ میں تھا۔ کرٹل نادر دراز قد آدمی سے کہہ رہا تھا۔ ”تم دونوں گاڑیاں اوھر ہی لے آؤ۔ ان کا سڑک پر ہونا ٹھیک نہیں ہے۔“

"اے سنبھالو!" کرٹل نادر نے کہا۔

"میں دیکھتا ہوں۔" اس نے سرد لبجھ میں کہا "عورتوں کے معاملہ میں تم بڑی کی حد تک کمزور ہو؟"

وہ جولیا کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمران نے جھاڑیوں سے سر نکال کر کہا "ذرخیال رہے اس کی بہیاں نوٹنے نہ پائیں۔ میں اس کا ذرا ہانچہ اپنے ڈرائیگ روم میں رکھنے کا رادہ رکھتا ہوں۔"

عمران جھاڑیوں سے نکل آیا۔ اس کے دونوں ہاتوں میں پستول تھے اور ان کے رخ ان دونوں کی طرف تھے۔ اس وقت عمران اپنی صحیح شکل و صوت میں تھا جو لیا اسے دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔" عمران نے سخت لبجھ میں کہا اور آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔

اچاک لبے آدمی نے کسی بندر کی طرح عمران پر چھلاک لگائی۔ لیکن دوسرا ہی لمحے میں اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر ڈھیر ہو گیا۔ کیونکہ پستول کی نال سے پانی کی دھاریں نکل کر اس کے چہرے پر پڑی تھیں۔ یہی بر تاذ اس نے کرٹل نادر کے ساتھ بھی کیا۔ دونوں اپنے چہروں پر ہاتھ رکھ کر بڑی طرح دھاڑ رہے تھے۔ عمران نے لبے آدمی کی کمر پر ایک زور دار لات رسید کی اور وہ پھر منہ کے بل زمین پر گرا۔

"اے دیکھتی سنیا ہو شروع ہو جاؤ!" عمران نے جو لیا سے کہا لیکن اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ عمران نے کرٹل نادر کے بھی لات رسید کی اوزوہ بھی اسے گالیاں دیتا ہوا منہ کے بل جا گرا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ دونوں بھوت بن گئے۔ ان کے چہروں پر مٹی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ درد سے جیج رہے تھے۔ انہوں کی طرح جیج جیج کر ہوا سے لڑ رہے تھے۔ ایک بار دراز قد آدمی ان کی آواز پر اس کی طرف مکاتاں کر دوڑا اور عمران نے کرٹل نادر کو اس پر دھکیل دیا۔ دراز قد آدمی کا اٹھا ہوا ہاتھ پوری قوت سے کرٹل نادر کی ناک پر پڑا اور کرٹل نادر نے دھاڑ کر اس کی گردن پکڑا۔

"میں ہوں نادر!.... میں ہوں" دراز قد آدمی پیچا اور جو لیا بے ساختہ نہیں پڑی۔

عمران نے بھی احمدتوں کی طرح بنسا شروع کر دیا۔

پھر ایک طوفان بد تیزی بربا ہو گیا۔ عمران انہیں آواز دیتا وہ آواز پر جھپٹتے اور عمران آگے بڑھ کر ناگ مار دیتا اور وہ گالیاں بکتے ہوئے نیچے چلے آئے۔

ایک بار جو لیا نے اسی طرح عمران کو گرا دیا۔

"ہائیں یہ کیا....?" عمران ب سور کر بولا۔

"تھبادی بدولت مجھے اتنی پریشانی ہوئی ہے اور اب اس حماقت کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"اکھی سمجھ جاؤ گی۔" عمران سر ہلا کر بولا اور وہ دونوں مختلف سوتون سے اس کی آواز پر دوڑے اور آپس میں نکلا کر رہ گئے۔ دونوں کی زبانوں سے گالیاں نکلیں اور کرٹل نادر نے جیج کر کہا۔ "میں ہوں" ان دونوں کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ وہ کبھی کبھی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے لیکن پھر اس طرح بند کر لیتے ہیں وہاں تا قابل برداشت قسم کی روشنی ہو۔

اس بار دراز قد آدمی کرٹل کے پیچنے کے باوجود بھی اس کی مرمت کرتا رہا۔

"میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ تھبادی ہوس پرستی نے یہ وقت دکھایا۔ میں تمہیں منع کر رہا تھا کہ بڑی کو ادھرنہ لاؤ۔"

پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو کامنے اور بھینبوڑنے لگے۔

"اب ختم بھی کرو.... یہ قصہ!" جو لیا نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھبہرو! انہیں اچھی طرح لڑ لینے دو جب ان میں سکت نہ رہ جائے گی تو پاندھ لوں گا۔ میں کم سے کم تکلیف اٹھانے کا عادی ہوں۔ دھوں دھپے سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا.... تم خود بوجو جاگر میں ایسے طریقے اختیار نہ کروں تو میرا کام کیسے چلے.... نہ میں صاحب اختیار ہوں اور نہ میرے ہاتھ میں قانون.... فیاض ہوتا تو پوری گارڈ کے ساتھ چڑھ دوڑتا.... لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اس کے باوجود بھی یہ دونوں نکل جاتے!"

O

تحوڑی دیر بعد دونوں کرٹل نادر کی کار کی الگی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور کار شہر کی طرف

جاری تھی۔ دراز قد آدمی اور کرمل نادر بچپلی سیٹ پر بیبوش پڑے تھے۔ ان کے ہاتھ پر جکڑے ہوئے تھے اور عمران نے ان کے منہ میں حق تک رومال ٹھونس دیتے تھے۔ دراز قد آدمی کی دین و بیس جنگل میں چھوڑ دی گئی تھی۔

”یہ ایک برا مبارکہ تھا۔“ عمران کہہ رہا تھا۔ ”یہ لوگ ایک جنگ باز ملک کے ایجنسٹ ہیں۔ عرصہ سے ان کی خفیہ سرگرمیاں یہاں جاری تھیں۔ انہوں نے ٹکبار کی بعض پہاڑیوں میں اپنے خفیہ تھہ خانے بنارکھے تھے۔ ہاں ان کے قیدی رکھے جاتے تھے۔ اور یہ قیدی اہم ترین سرکاری آفسرز ہوتے تھے۔ وہ ان سے سرکاری راز حاصل کرنے کے لئے انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے اور بعض اوقات ان کے آدمی ان گمشدہ آفسروں کے عہدے تک سنjal لیتے۔ اب اپنے محلے کے کرمل زیدی ہی کی مثال لے لو!“

”کیا تمہیں ان سب باتوں کا علم ہے۔“ جولیا نے حیرت سے کہا۔

”ہاں مجھے ان کا علم ہے اور ساتھ ہی اس بات پر افسوس بھی ہے کہ یہاں اس شہر میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کی صلاحیتوں کو میں نہیں بینچ سکتا۔ معلوم نہیں وہ کون ہے.... کہاں ہے۔ لیکن وہ بڑے خطرناک لمحات میں میری مدد کرتا ہے اس سے ہمیشہ فون ہی پر گنتگو ہوتی ہے۔ اسی نے مجھے بتایا تھا کہ تم کرمل نادر کے آفس کے سامنے ملوگی.... اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں کرمل نادر کے آفس میں کام کرنے پر بجور کروں.... کیا تم مجھے بتاسکو گی کہ وہ کون ہے۔ یا تم آٹھوں کے درمیان کوئی نواں آدمی بھی موجود ہے۔“

”نہیں!“ جولیا نے حیرت سے کہا۔ ”میں تو ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتی۔“ اس نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا تھا اور سوچ رہی تھی کہ ایکس ٹوکتی خوبصورتی سے اپنا کام نکالتا ہے۔

”خیر۔“ عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”کبھی نہ کبھی تو یہ معلوم ہو کر ہی رہے گا۔ پہ کہ وہ کون ہے.... عمران سے بچ کر کہا جائے گا۔“

جو لیاں اس پر کچھ نہیں بولی اور عمران نے کہا ”ہاں تو شاید انہیں یہ یقین تھا کہ ٹکبار کی زیر تعمیر سڑک کے سلسلے میں ان کے قید خانوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا لیکن ان کے اندازے کے خلاف ان کا ایک قید خانہ منہدم ہو گیا۔ اس کے نیچے کئی آدمی پکلے گئے اور ان کا خون چڑاؤں میں

بہہ نکلا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ راز ظاہر ہو جائے گا تو دوسرا قید خانہ انہوں نے خودی، ذائقہ نامیٹ سے ازادی۔ اسی قید خانے کے پھر وہ کے نیچے سے کرمل زیدی کی بھی لاش نکلی تھی۔“

”لیکن وہ انہیں یہاں رکھتے ہی کیوں تھے۔ ختم کیوں نہیں کر دیتے تھے۔“ جولیا نے پوچھا۔ ”اوہ.... ہو سکتا ہے کہ بیتیوں کو ختم بھی کر دیتے رہے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ محض ان لوگوں کو زندہ رکھتے تھے جن سے کوئی اہم راز معلوم ہو جانے کا امکان نظر آتا تھا۔“

”مگر تم ان کے خلاف ثبوت کیسے مہیا کرو گے؟“

”میں آج دن بھر جھک نہیں مارتا رہا ہوں۔ میں نے ان کے کئی خفیہ اڑوں کا پتہ لگایا ہے۔ جہاں سے کرمل نادر کے خلاف کافی مواد مل جائے گا۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ میں ان کے سر غند کو پہلے ہی پکڑ چکا ہوں.... بھوری ڈاڑھی والا ایک غیر ملکی جو بڑی فصیح اردو کسی اہل زبان کی طرح ہوتا تھا۔“

”وہ تمہیں کہاں ملا؟“ جولیا نے حیرت سے کہا۔

”انہیں خفیہ اڑوں میں سے ایک میں.... پہلے وہ ریکٹھن اسٹریٹ کے آسیب زدہ مکان میں رہتا تھا۔ بہر حال اگر یہ سارے ثبوت نہ ہوتے تو بھی میرا کام تو بن گیا تھا۔ ثبوت کے لئے یہ دراز قد آدمی کافی ہوتا۔ جس کی انگلیوں کے نشانات پر وہیں کے فلیٹ میں ملے تھے اور اس کے علاوہ اس کی انگلیوں کے نشانات کرمل زیدی کی میز اور کرسی پر بھی ملے تھے۔ پر وہیں بھی اس گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اسے صرف اس نے قتل کر دیا گیا کہ وہ میری نظر میں آگئی تھی.... ہاں ٹھہراؤ!“

لینڈ کشمپوسٹ کی عمارت آگئی تھی۔

”مجھے بہت شدت سے پیاس لگی ہے۔ میں پانی پی کر آتا ہوں۔“

عمران کا رودک کر نیچے اتر گیا۔ وہ دراصل یہاں سے کمپٹن جعفری کو بھیت ایکس ٹوفون کرنا چاہتا تھا۔ ان نے اسے اطلاع دی کہ عمران جولیا سمیت دو مجرموں کو لا رہا ہے۔ وہ اپنے آدمیوں سمیت ماذل ٹاؤن کے باہر پہنچ جائے۔

جو کچھ بھی ہو رہا ہے ایکس نو کے حکم سے ہو رہا ہے اس بے چاری کو کیا علم کہ ایکس نواس وقت بھی اس کے قریب کھڑا ان سب کو اچھی طرح اوپنارہا ہے۔

جیسے ہی کار حرکت میں آئی عمران نے چیخ کر کہا۔ ”خدا کرے تم سمحوں کی... یویاں مر جائیں... اور جولیا کو زندگی بھر... وہ نہ نصیب ہو... شوہر... شوہر...!“

O

دوسری صبح عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا اپنے ملازم سلیمان کو ڈیکارش کائنٹرائیشن ازم سمجھا رہا تھا۔ آخر بکواس کرتے کرتے رک کر پوچھا ”کیا سمجھا؟“

”سمجھ گیا صاحب!“

”کیا سمجھ گیا؟“

”ائٹر کلاس پیٹل گلینڈ پر ہوتا ہے۔“

”ائٹرائیشن ازم۔“ عمران دھڑا۔ ... ”پیٹل گلینڈ... ابے تو کبھی بڑا آدمی نہیں بن سکتا۔“ ہمیشہ جو ٹیکاں سنکائے گا۔ ہپ، دیکھو، کون ہے باہر۔ دروازہ کھولو!“

بند دروازے پر بڑی دیر سے کوئی دستک دے رہا تھا۔ سلیمان نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے کیپن فیاض نظر آیا اور عمران نے چیخ کر کہا۔ ”ابے او سلیمان کے بچے یہ تو نے کیا کیا؟“ فیاض اندر آگئی۔ وہ قہر آلو نظروں سے عمران کو گھوڑا رہا تھا۔ سلیمان چپ چاپ وہاں سے کھک گیا۔

”کچھ بھی ہو۔“ فیاض غرایا۔ تمہارے ہتھکریاں ضرور لگاؤں گا۔ تم نے مجھے بھی ذیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا تم مجرموں کو برادر است میرے حوالے نہیں کر سکتے تھے۔ میرے پاس تمہارا اوارث ہے اور چونکہ پروین کے زیو اور پر تمہاری انگلیوں کے نشاتات ملے تھے اس لئے تم عدالت ہی میں اپنی صفائی پیش کر سکو گے۔“

”میں نہیں اپنی صفائی پیش کر سکتا ہوں۔“ عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔ ”میں صبح اٹھ کر نہیاں ہوں۔ دانت صاف کئے ہیں ہمدرد مخفی سے۔ ہاتھ کی صفائی تم بارہا دکھا پکے ہو۔ ویسے میں

اندھیرا پوری طرح پھیل گیا۔ عمران واپس آیا۔ کار اسٹارٹ کی۔ پھر انجن بند کر کے کچھ بڑرا تھا ہو اپنے اتر گیا۔ وہ خواہ خواہ دیر کرنے کے لئے یونٹ اٹھا کر انجن دیکھنے لگا۔ مقصد دراصل یہ تھا کہ اتنی دیر میں جولیا کے دوسرا ساتھی ماذل ناؤن کے قریب پہنچ جائیں اور وہ ڈرالمائی انداز میں اس ڈرائے کا ڈرائپ سین کر دیں۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ پھر اپنی جگہ پر بیٹھتا ہوا جو لیا سے بولا۔ ”کیا تم نے کوئی حرکت کی تھی انجن کے ساتھ؟“

”نہیں تو! مگر یہ بتاؤ کہ تم یک بیک ان جہاڑیوں میں کیسے جا پہنچ تھے؟“

”مجھے یہ دراز قد آدمی اپنے ساتھ ہی لے آیا تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”اڑے میں اسی دین کے پچھلے حصے میں چھپ گیا تھا۔“

”اور تم اتنی دیر تک خاموش رہے تھے۔“ جولیا دانت نہیں کر بولی۔ ”اس وقت بھی کچھ نہیں بولے۔ جب وہ سور کا بچہ مجھے اٹھا کر جہاڑیوں میں لے گیا تھا۔“

”آہ۔ مجھے لطف آرہا تھا۔... تم نے خوب خوب طماقے لگائے تھے اسکے۔“

”بھی نہ بھی اس کا بدلہ ضرور لوں گی۔“

قبل اس کے کہ عمران کچھ کہتا۔ اچاک اسے کار کی رفتار کم کر دینی پڑی سامنے سات آدمی راستہ رو کے کھڑے تھے۔ عمران ہارن پر ہارن دیتا رہا۔ لیکن وہ اپنی ہجکھوں سے ہلے تک نہیں۔ اس نے کار روک دی۔ اور پھر سار جنت ناشاد کی آواز آئی۔ اتر آؤ بھتیجے چپ چاپ... خیریت اسی میں ہے۔“

”دیکھا تم نے!“ عمران کسی لڑاکا عورت کے انداز میں جولیا کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”یہ لوگ آگئے میری مخت بر باد کرنے... خدا نہیں غارت کرے۔“

”بھتیجے! تم نے نہیں؟“ سار جنت ناشاد نے پھر لکارا۔ اور دوسرا ساتھی لمحے میں کسی نے دروازہ کھول کر عمران کو اپنے کھتیجے لیا۔

”اڑے! تم بھتیجے دیکھ رہی ہو تمہیں بھتیجے لے جائے۔“ عمران نے جولیا کو مخاطب کیا۔ مگر وہ کچھ بولی نہیں۔ ویسے اسے بھی ان لوگوں کی یہ حرکت گرائ گذری تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ

تمہیں اس طبقے کا آدمی نہیں سمجھتا جسکار زق پیٹ کی صفائی پر منحصر ہے۔ اتنی صفائیاں دے چکا۔
اب اگر تم اتنی ذرا سی بات کیلئے عدالت میں چھپنے تو خدا کرنے تھماری یہوی یہودہ ہو جائے۔“

”تم شاید مذاق سمجھتے ہو۔“ فیاض جیب میں ہاتھ ڈال کر وارثت نکالتا ہوا بولا ”یہ ہے
وارثت اور دوسرا جیب میں چھکڑیوں کا جوڑا ہے۔ میں مجبور ہوں یہ تھمارے والد کا حکم ہے کہ
تھمارے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے۔“

”اربے یار میں ان کا بیٹا ہوں۔ رشوٹ میں نہیں ملا تھا۔“ عمران نے بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر
ایک کاغذ نکالتے ہوئے کہا ”میرا خیال ہے کہ ہم دونوں اپنے کاغذ بدل کر انہیں غور سے پڑھیں۔“
فیاض کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اسے مجرم ملکہ خارجہ کے توسط سے ملے تھے اور ملکہ خارجہ
کے سیکرٹری سر سلطان تھے۔ ایسی حالت میں اسے پہلے ہی سے خدا شناکہ شاید وہ عمران پر
ہاتھ نہ ڈال سکے۔ وہ جانتا تھا کہ سر سلطان کی نظر وہ میں عمران کی لکنی وقعت ہے۔ ویسے یہ بات
تو اس کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ عمران بھی ملکہ خارجہ کے کسی شبے کا اعلیٰ آفسر ہو
سکتا ہے۔ اس نے عمران کے ہاتھ سے اپنے حاصل کئے ہوئے وارثت کی منسوخی کا حکمنامہ لے
کر دیکھا اور اس کے ہونٹ بھی خنک ہو گئے۔

”میں نہیں ملتا“ فیاض نے کھیلانے انداز میں کہا ”ابھی معلوم کئے لیتا ہوں پھر دیکھوں گا تمہیں!“
”اس بارہ ذرا سرمه لگا کر دیکھنا۔ تاکہ میں وہیں کادیں مر کر رہ جاؤں۔ اربے باپ رے اذرا
سوچ تو.... تھماری آنکھوں میں سرمد... ہے.... ہے....!“
فیاض نے میلیفون اپنی طرف کھینچ کر کسی کو فون کیا اور جب گفتگو شروع کی تو معلوم ہوا کہ
وہ اسی مجریت سے ہمکلام ہے جس نے عمران کی گرفتاری کا وارثت جاری کیا تھا لیکن شاید
دوسری طرف سے ملے ہوئے جوابات مایوس کن تھے کیونکہ ذرا سی ہی دیر میں فیاض کے چہرے
پر مردنی چھا گئی اور آنکھوں سے بے بسی جھلنکے لگی تھی۔ ریسیور رکھ کر اس نے جیب سے رومال
نکالا۔ اور پیشانی سے پینہ پوچھتے لگا۔

”کو کو کولا.... منگاؤں تھمارے لئے؟“ عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔
”آج ہی میں استغفار دے رہا ہوں۔“ فیاض دہزاد۔

”اس طرح تم اپنی آئندہ نسلوں پر رحم کرو گے۔ خدا تھماری مغفرت کرے استغفار دینے
کے بعد سید ہے یہیں آنسو پر فیاض! میں تمہیں دوسرا دھنہ بتاؤں گا۔“
”بکواس مت کرو۔“ فیاض نے دانت پیٹن کر کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی بھی عمران نے
ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف جولیا نافڑ و اڑ تھی اس نے عمران کے میلیفون کے وہ نمبر ڈائل
کئے تھے جو میلیفون ڈائرکٹری میں موجود تھے۔

”یہلو عمران!“

”عمران کا جتنا زہ تیار ہے اکر شرکت کرو۔“ وہ رو دینے والی آواز میں بولا ”تم لوگ بڑے
احسان فراموش ہو۔ تھمارے لئے میں نے اتنی محنت کی اور تم نے میرے ساتھ یہ بر تاؤ کیا۔“
”میں کیا کرتی.... دوسروں نے....“

”اوہ باتی ہو مجھے.... مجھے یہ اسی کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اسے لکھ لو کہ میں فیاض ہی
کی طرح عقریب اس کا بھی بیڑہ غرق کر دوں گا۔“

”پتہ نہیں تم کسی آدمی کا تذکرہ کر رہے ہو۔ میں ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتی! اگر تھمارے
وارثت کا کیا ہوا؟“

”تم سے مطلب؟.... تم نے تو اپنا الوسید ہا کر لیا۔“

”نہیں.... بتاؤ کیا ہوا؟“

”پچھے بھی نہیں!.... دروازہ بند کئے بیٹھا ہوں۔ پتہ نہیں کب گرفتار کر لیا جاؤں!...“
عمران نے کہا اور سلسہ مقطع کر دیا۔

﴿ختم شد﴾